قارئین کرام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔۔۔۔

قارئین کی سہولت کے پیش نظر تفسیر **فیضان الرحمن** کی جلد ہذا کوایک دفعہ پڑھنے کے بعد نیٹ پر"اَپ لوڈ" کردیا گیا ہے۔ابھی تک اس میں اُردو اور عربی کی غلطیاں موجود ہیں۔لہٰذا بوقت مطالعہ"قرآنی آیات" کے سلسلہ میں پرنٹ شدہ قرآن پاک سے استفادہ کریں۔جلد ہذا کی دوسری دفعہ پروف ریڈنگ جاری ہے۔انشاءاللہ بہت جلد پروف ریڈنگ کے بعد جلد ہذا کو دوبارہ "اَپ لوڈ" کردیا جائے گا۔شکریہ

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲

یہ (قرآن) وہ کتاب ہے جس (کے کلام اللہ ہونے) میں کوئی شک نہیں ہے۔
(یہ) ہدایت ہے ان پرہیزگاروں کیلئے

کتاب مستطاب

جلد پنجم

فیضان الرحمن

فی تفسیر القرآن

از افاداتِ عالیہ

مفسر قرآن حجۃ الاسلام حضرت العلام مجتہد العظم الزمان مد ظلہ العالی
آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین النجفی

ناشر
مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فیضان الرحمٰن

جلد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جلد پنجم

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی دام ظلہٗ

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فضل عباس سیال (الحمد گرافکس لاہور)

ڈیزائننگ وسیٹنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قلب علی سیال فون:0301-7229417

سال اشاعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔2013ء

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

ہدیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ملنے کا پتہ

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور

فون نمبرز۔ 042-37314311,0321-4481214

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

قارئین کرام!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ !مصباح القرآن ٹرسٹ۔۔۔۔۔عہدِ حاضر کی بعض عظیم ترین تفاسیر وتالیفات کی نشرواشاعت کے سلسلہ میں ایک عظیم اور پُروقار مرکز کی حیثیت سے اُمت مسلمہ کیلئے اپنی عاجزانہ خدمات انجام دے رہا ہے۔ادارہ ھذا کی یہ شہرت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ حضرات کی تائید واعانت کا ثمرہ ہے۔

مہربان ،رحیم وکریم خالق نے ''انسان'' کو اپنی تمام مخلوقات میں عزت وشرف کے تاج سے مزیّن فرما کر فلکِ نیلگوں کے زیرِ سایہ نعماتِ انواع واقسام سے سرشار،فکری ونظری نشانیوں سے مرصع ایسے قطعۂ ارض پر متمکن فرمایا۔جہاں ہر روز آفتابِ عالم ظلمات اللّیل کو فاش کرتے ہوئے نجوم وقمر کے تسلط کو دامنِ فلک میں گوشہ نشین کر دیتا ہے اور اپنے فیوضاتِ پُروقار سے ہر ذی روح کے اندر زندگی کی ہلچل کو تیز تر کر دیتا ہے۔

نظامِ شمس وقمر کی ان ضیاؤں سے ہر ذی روح اپنی اپنی استطاعتِ بصارت وبصیرت کے مطابق فیض یاب ہوتا ہے۔نباتات اپنی صغیر کلیوں اور حسین پھولوں کے ذریعے شبنم وقمر کی مٹھاس سے لطف اندوز ہوتے ہیں چرند وپرند سورج کی کرنوں سے سینۂ ارض پر غذائی نعمات پا کر مسرور ہوتے ہیں۔درندے تاریکیوں کو جال سمجھ کر اور روشنیوں کو غنیمت جان کر دھرتی پہ جلوہ فگن حُسنِ زندگی کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتے ہیں۔سورج کی تمازت خیز کرنیں ہوں یا چاند کی دلنشیں شعاعیں،صاحبانِ بصیرت کیلئے تاریکیوں سے نکل کر اُجالوں سے مستفیض ہونے کی نوید ہیں۔

لٰہذا وہ پاکیزہ نفوس کے حامل اہل بصیرت جو روشنیوں کے منتظر ہوتے ہیں،وہ خوابِ غفلت میں مدہوش گہری نیند نہیں سوتے بلکہ جونہی ظلمات اللیل اٹھتے ہیں،وہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوجاتے ہیں۔مگر وہ مریض نفوس جنہیں قدرت کی ایسی عظیم نعمتوں سے فیضیاب ہونا ہی نہیں آتا وہ سورج کے اس نورِ بے کراں کے سامنے بے فیض ہوکر اپنے مستقبل سے بے خبر،مایوسیوں کے شکنجے میں مقفس،پردے کی اوٹ میں چادر اُوڑھ

کر معمول کی گہری نیند سو جاتے ہیں۔

''انسان'' جسم وروح سے مرکب، عقل سلیم کے زیور سے آراستہ اپنے اندر صفاتِ جمیلہ وصفات رذیلہ ہر ایک کے ارتقاء کی قوت رکھتا ہے۔رذائل کا ارتقاء حیوانات سے بھی بدتر درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔جبکہ صفات جمیلہ کے ارتقاء سے انسان ملائکہ سے بھی افضل قرار پاتا ہے۔مایوس اور مریض نفوس کی شفایابی کیلئے، صفاتِ رذیلہ کے خاتمے اور صفاتِ جمیلہ کے ارتقاء کیلئے ہمیشہ حکیمِ روحانی کی ضرورت ہوتی ہے۔روحانی تسکین اور معرفتِ الٰہی سے فیض یاب ہونے کیلئے قرآنی آیات پر غور وفکر کرنا، ان کے رموز وحقائق کو سمجھنا اور قرآن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی گزارنا، آخرت کی کامیابی وکامرانی کا باعث ہے۔

بلاشبہ دنیا کا ہر شخص دوسری زبانوں کے علاوہ اپنے ملک اور اپنی قومی زبان، بلکہ اپنے علاقے کی زبان سے زیادہ مانوس ہوتا ہے۔اس ضرورت کے پیشِ نظر پاکستان میں علاقائی ذوقِ زبان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور عقائد کی اصلاح اور ان کی پختگی اور اعمال کی اہمیت اور ان کی درستگی کیلئے 10 جلدوں پر مشتمل زیر نظر تفسیری مجموعہ ''**فیضان الرحمٰن**'' قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔یہ تفسیری مجموعہ آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہ العالی کی عظیم مساعی جمیلہ اور شب وروز کی محنت کا ثمرِ نایاب ہے۔خداوند عالم اُن کا سایہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے اور انہیں طاقت وصحت کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔

اراکین مصباح القرآن ٹرسٹ قبلہ موصوف کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اُنہوں نے ادارہ ھذا کو یہ تفسیری مجموعہ پرنٹ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔مزید برآں آپ ہماری تمام کتب بشمول تفسیر فیضان الرحمٰن ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی ویب سائٹ **www.misbahulqurantrust.com** کے ذریعے گھر بیٹھے پڑھ سکتے ہیں۔

ہمیں اُمید ہے کہ صاحبانِ علم وتحقیق حسبِ سابق ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی اس کوشش کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور اس گوہرِ نایاب سے بھرپور علمی وعملی استفادہ فرمائیں گے۔اور ادارہ کو اپنی قیمتی تجاویز وآراء سے ضرور مستفید فرمائیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔والسلام

اراکین

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

فہرست مضامین جلد پنجم

جناب یوسفؑ کی فروتنی اور کسر نفسی کا تذکرہ ---------------------------- ۲۰

صفات کے اعتبار سے نفس انسانی کی چار قسمیں یا بالفاظ مناسب چار حالتیں ہیں اور ہر حالت کا مخصوص

نام ہے -- ۲۱

ا۔نفس امارہ -- ۲۱

۲۔نفس لوامہ -- ۲۱

۳۔نفس ملہمہ -- ۲۱

۴۔نفس مطمئنہ -- ۲۱

حکام جور کی ملازمت کے جواز میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ ---------------- ۲۲

جناب یوسفؑ کے واقعہ سے اس تحقیق کی تائید مزید ------------------------ ۲۳

حضرت امام رضا علیہ السلام کا واقعہ یوسفؑ سے استشہاد ---------------------- ۲۳

تعبیر خواب کے خوشحالی کے پہلے سات سال ---------------------------- ۲۸

اسی قحط کے دورہ کا ایک عجیب واقعہ -------------------------------- ۲۹

جناب یوسفؑ کا اپنے بھائیوں کو پہچان لینا مگران کا یوسفؑ کو نہ پہچانا ---------------- ۳۰

جناب یوسف کا اپنے بھائیوں کو شاہی مہمان کی حیثیت سے ٹھہرانا اور پھر غلہ دیکر رخصت کرنا --- ۳۰

برادران یوسف کا اپنے والد ماجد سے بنیامین کو اپنے ساتھ مصر لے جانے پر اصرار کرنا------- ۳۱

جناب یوسفؑ پر چوری کرنے کے الزام کی اصل حقیقت؟ ---------------------- ۳۹

تقیہ و توریہ کا ثبوت -- ۳۹

ایک ایراد اور اس کا جواب -- ۴۴

جناب یعقوبؑ کا ہائے یوسفؑ کہہ کر گریہ و بکاء کرنا ---------------------------- ۴۵

اولاد کا باپ پر اعتراض اور باپ کا جواب ---------------------------- ۴۵

کسی کے غم میں رونا بے صبری نہیں ہے ---------------------------- ۴۶

لمحۂ فکریہ:۔ -- ۴۷

جناب یعقوبؑ کا اپنے بیٹوں کو جناب یوسفؑ اور ان کے بھائی کو تلاش کرنے کے لیے مصر بھیجنا --- ۴۷

اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونے کا مطلب ظاہری وسائل سے دستبرداری نہیں ہے ---------- ۴۷

جناب یوسف راز فاش کرتے ہیں ---------------------------- ۴۸

پیغمبر اسلامؐ کا اپنے دشمن کفار قریش کے ساتھ یہی سلوک کرنا ---------------- ۴۹

ایک سوال اور اس کا جواب ---------------------------- ۵۳

وسیلہ کا ثبوت -- ۵۵

جناب یعقوبؑ کے سفارش کرنے کا وعدہ کرنے کی وجہ؟ ---------------------- ۵۶

برادران یوسف کا اپنے پورے خاندان کے ہمراہ جناب یوسفؑ کے ہاں پہنچنا ----------- ۵۶

وہ سجدہ کس قسم کا تھا جو جناب یوسف کے ماں باپ اور بھائیوں نے ان کے سامنے کیا تھا؟ ---- ۵۷

جناب یعقوبؑ کے ہمراہ مصر میں آنے والی خاتون جناب یوسفؑ کی خالہ تھیں حقیقی والدہ نہ تھیں -- ۵۸

جناب یوسفؑ کی داستان سرائی پیغمبر اسلام کی صداقت کی دلیل ہے ---------------- ۶۰

جناب یعقوبؑ کے اس ابتلاء و آزمائش کے ظاہری سبب کا بیان ---------------- ۶۱

پیغمبر اسلامؐ کو تسلی دی جا رہی ہے ---------------------------- ۶۵

سورۃ الرعد کا مختصر تعارف -------------------------- ۷۲

قوموں کے عروج و زوال کے اسباب کا تذکرہ ---------------------------- ۸۶

سجدہ کی قسموں کا تذکرہ ---------------------------- ۸۹

تفویض کی تردید -- ۹۰

ذکر خدا کے اقسام -- ۱۰۳

شانِ نزول ---------------------------------- ۱۰۴

اس آیت کا شانِ نزول -------------------------------- ۱۰۴

اس آیت کا شانِ نزول -------------------------------- ۱۰۵

خدا نے ہمیشہ ہر نبی کی زبان میں کتاب نازل کی -------------------------- ۱۱۲

اس آیت کی شانِ نزول اور انبیاء کے فوق بشر ہونے کی تردید ---------------- ۱۱۵

عقیدہ بداء کا اثبات ---------------------------------- ۱۱۶

لوح محو و اثبات اور لوح محفوظ کا بیان ---------------------------- ۱۱۷

پیغمبر اسلامؐ کی نبوت کے دو گوہواں کا تذکرہ -------------------------- ۱۲۰

سورہ ابراھیم کا مختصر تعارف

سورہ ابراھیم کا مختصر تعارف---------------------------- ۱۲۱

وجہ تسمیہ: ------------------------------------ ۱۲۱

عہد نزول:۔ ------------------------------------ ۱۲۱

اس سورہ کے مضامین کی اجمالی فہرست ------------------------------ ۱۲۱

سورہ ابراھیم کے پڑھنے کی فضیلت -------------------------------- ۱۲۲

خالق کائنات کا اجمالی اقرار بدیہی ہے۔ ---------------------------- ۱۳۱

بشریت انبیاء علیہم السلام -------------------------------- ۱۳۲

تصویر کا دوسرا رخ---------------------------------- ۱۳۳

عقلاً بھی انبیاء کے لیے انسان ہونا ضروری ہے ---------------------- ۱۳۳

فائدہ -- ۱۳۴

عذاب جہنم کی تصویر کشی ---------------------------------- ۱۳۸

مشرکین کے اعمال کی تمثیل -------------------------------- ۱۳۹

میدان حشر کا منظر۔ ---------------------------------- ۱۴۰

شیطان اوراس کے پیروکاروں کا باہمی مکالمہ ---------------------------- ۱۴۲

سورہ الحجر کا مختصر تعارف ----------------------------- ۱۶۰

وجہ تسمیہ -- ۱۶۰

عہد نزول -- ۱۶۰

سورہ کے مضامین کی مختصر فہرست --------------------------- ۱۶۰

اس سورۃ کو پڑھنے کی فضیلت ----------------------------- ۱۶۱

اس فقرہ کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ ----------------------------- ۱۶۶

بروج کے معنوں کی تحقیق ------------------------------- ۱۶۹

انسانی خلقت کے مختلف فلسفے اور اصل حقیقت کا بیان؟ ------------------ ۱۷۶

جنات کی خلقت کا تذکرہ ------------------------------- ۱۷۷

وقت معلوم سے کونسا وقت مراد ہے؟ --------------------------- ۱۷۸

عقیدۂ جبر کا بانی شیطان ہے ----------------------------- ۱۷۹

خدا کے مخلص بندوں پر شیطان کا کوئی قابو نہیں ہے۔ ------------------ ۱۷۹

جہنم کے سات دروازوں کا تذکرہ --------------------------- ۱۸۰

متقین بہشت عنبر سرشت میں ہوں گے ------------------------ ۱۸۲

اہل ایمان کے سینوں سے ہر قسم کی کدورت نکال دی جائے گی --------------- ۱۸۲

امید وبیم کا حسین امتزاج ------------------------------ ۱۸۳

اصحاب حجر کا قصہ -------------------------------- ۱۸۹

سبع مثانی کا تذکرہ ------------------------------- ۱۹۰

دنیاوی نعمتوں کی طرف نگاہ کرنے کی ممانعت ---------------------- ۱۹۱

مخلص اہل ایمان کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ کرنے کا حکم ------------------ ۱۹۲

مقتسمین سے کون لوگ مراد ہیں؟ ---------------------------- ۱۹۲
ایک داعی حق کو الجھنے والوں سے روگردانی کرنے کا حکم ----------------- ۱۹۳
منکرین کی ایذارسانیوں پر آنحضرت ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے۔---------- ۱۹۳
موت تک عبادت کرنے کا حکم اور صوفیوں کی تردید ---------------- ۱۹۴

سورۃ النحل کا مختصر تعارف---------------------------۱۹۶

وجہ تسمیۃ ---------------------------------- ۱۹۶
عہد نزول ------------------------------------ ۱۹۶
اس سورہ کے مضامین کی اجمالی فہرست ----------------------- ۱۹۶
سورہ نحل کی تلاوت کی فضیلت -------------------------- ۱۹۷
اتی امر اللہ کی تفسیر ------------------------------ ۱۹۹
جب کوئی بات --------------------------------- ۲۰۰
یہاں روح سے کیا مراد ہے؟ --------------------------- ۲۰۰
خدا کی وحدانیت کے دلائل ---------------------------- ۲۰۱
نطفہ سے انسان کی خلقتِ عجیبہ کا تذکرہ ---------------------- ۲۰۱
چوپایوں کی خلقت کے چند فوائد کا بیان ---------------------- ۲۰۲
یعنی تم ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت کھاتے ہو اور اسے اپنی لذیذ خوراک بناتے ہو۔------- ۲۰۳
گھوڑے وغیرہ کے گوشت کی حلت وحرمت میں اختلاف کا بیان -------------- ۲۰۴
خدا بے شمار مخلوق کا خالق ہے ------------------------- ۲۰۴
انسان مخدوم کائنات ہے ---------------------------- ۲۰۷
سمندروں کے بعض فوائد کا تذکرہ ------------------------ ۲۰۸
حرکت زمین کا مسئلہ ----------------------------- ۲۱۰

آئمہ اہلبیت علیہم السلام ارکان زمین ہیں ---------- ۲۱۰
ایک سوال اور اس کا جواب ---------- ۲۱۱
ان آیات کا نتیجہ ---------- ۲۱۲
اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں ---------- ۲۱۴
قرآنی دلائل سے معبود برحق کی وحدانیت کا اثبات اور معبودان باطل کا ابطال ---------- ۲۱۵
کفار مکہ کے اکابر کی غلط روش کا تذکرہ ---------- ۲۱۶
لوگوں کو گمراہ کرنے کا انجام ---------- ۲۱۷
خدا مکاروں کے مکر کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیتا ---------- ۲۱۹
بروز قیامت مشرکین کی حالت زار کا تذکرہ ---------- ۲۲۰
موت کے وقت کفار کی حالت زار کا بیان ---------- ۲۲۰
کچھ عالم برزخ کے ثواب وعذاب کے بارے میں ---------- ۲۲۱
متقیوں کے بہترین انجام کا تذکرہ ---------- ۲۲۳
الکفر ملةٌ واحدةٌ ---------- ۲۲۴
کفار ومشرکین ہمیشہ سے جبری العقیدہ رہے ہیں ---------- ۲۲۵
ہر ملک وملت میں رسول کے آنے کا تذکرہ ---------- ۲۲۷
خدا کا اصول ہدایت وضلالت کیا ہے؟ ---------- ۲۲۷
جو خود ہدایت حاصل نہ کرنا چاہیں پیغمبر کا حرص بھی انہیں ہدایت پر آمادہ نہیں کر سکتا۔ ---------- ۲۲۸
قیام قیامت کی غرض وغایت ---------- ۲۲۹
جب خدا کا رادہ ہو جائے تو پھر دیر ودرنگ نہیں ہوتی ---------- ۲۲۹
ہمیشہ مردوں کو رسول بنا کر بھیجنے کا فلسفہ ---------- ۲۳۲
اہل الذکر سے مراد آئمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں ---------- ۲۳۳

قرآن کے احکام اوراس کے حقائق ومعارف بیان کرنا پیغمبر اسلام کے فرائض میں شامل ہے --- ۲۳۴
ضرورت حدیث -- ۲۳۴
پیغمبر اسلام کی ذات اوران کی دعوت کوناکام بنانے کی سازشیں کرنے والوں کودھمکی ------- ۲۳۵
ہرسایہ دار چیز کا سایہ تکوینی طور پر خدا کے سامنے سجدہ ریز ہے ------------------ ۲۳۵
کائنات کی ہر چیز تکوینی یا تشریعی طور پر خدا کیلئے سجدہ کناں ہے ------------------ ۲۳۸
ہرنعمت کا عطا کرنے والا خدا ہے ---------------------------------- ۲۳۹
اللہ کے دیے ہوئے مال سے خود ساختہ پیروی فقیروں کا حصہ مقرر کرنا شرک ہے ---------- ۲۴۰
جاہلی دور میں لوگ لڑکی کی ولادت کو باعث عار جانتے تھے ------------------ ۲۴۱
بے ایمان لوگوں کی صفت بُری ہے جبکہ اللہ کی صفت اعلیٰ ہے ------------------ ۲۴۲
ایک غلط استدلال کا ابطال ---------------------------------- ۲۴۲
اللہ کے قانون امہال کا اجمالی تذکرہ ------------------------------ ۲۴۴
ہمیشہ سے مشرکین کا طریقہ کار ایک رہا ہے ------------------------- ۲۴۵
وحی کتاب کے نزول کا مقصد؟ ------------------------------- ۲۴۵
ایک تمثیل جمیل ------------------------------------- ۲۴۶
چوپایوں کی خلقت کے بعض مقاصد وفوائد کا تذکرہ --------------------------- ۲۴۸
پھلوں کے بعض فوائد کا تذکرہ ------------------------------ ۲۴۸
شہد کی مکھی کی کارستانی کا تذکرہ ------------------------------- ۲۴۹
شہد میں لوگوں کے لیے شفا ہے ------------------------------- ۲۵۰
خالق اور محی وممیت خدا ہی ہے --------------------------- ۲۵۰
ارذل العمر کا تذکرہ --------------------------------- ۲۵۰
رزق کے معاملہ میں انسانوں کے مختلف درجے ہیں ------------------- ۲۵۳

اور فطرت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ایسا ہی ہونا چاہیے ---------------------- ۲۵۳
لہٰذا یہ کہنا بالکل غلط ہے ---------------------------------- ۲۵۴
اصل مفہوم کیا ہے؟ ------------------------------------ ۲۵۴
یہ بیویاں عطیہ الٰہیہ ہیں ---------------------------------- ۲۵۴
خدا کا کوئی وزیر ومشیر نہیں ہے------------------------------ ۲۵۵
زمین وآسمان کا ہر قسم کا علم غیب خدا سے مخفی نہیں ہے ------------------- ۲۵۷
عام انسان شکم مادر سے جاہل پیدا ہوتا ہے ------------------------ ۲۵۷
انبیاؤ آئمہ اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں---------------------------- ۲۵۸
اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات میں سے ایک مکان بھی ہے ------------------ ۲۵۸
قیامت کے دن معذرت خواہی کی اجازت نہیں دی جائے گی ---------------- ۲۶۱
بروز قیامت مشرکین کی حالتِ زار کا بیان -------------------------- ۲۶۲
اخلاق عالیہ پر مشتمل مختصر مگر جامع آیت ------------------------- ۲۶۶
اپنی قسموں کو پختہ کرنے کے بعد نہ توڑو ------------------------- ۲۶۸
معاہدوں کا پاس ولحاظ کرنا اخلاق ومروت کی آزمائش ہے ------------------ ۲۶۸
سب لوگوں کو زبردستی ایک دین پر اکٹھا کرنا حکمتِ الٰہی کے خلاف ہے ------------ ۲۶۹
اعمال کی قبولیت کی بنیادی شرط ایمان ہے ------------------------ ۲۷۲
شیطان کا کام گناہ کی دعوت دینا ہے اسے قبول کرنا بندہ کا کام ہے -------------- ۲۷۴
حالات کے بدلنے سے احکام بھی ادلتے بدلتے رہتے ہیں------------------ ۲۷۴
تعصب وبے حیائی کی انتہا ------------------------------- ۲۷۵
جھوٹے لوگ بے ایمان ہیں ------------------------------ ۲۷۸
تقیہ عقلاً وشرعاً جائز ہے --------------------------------- ۲۷۸

آیت کی شانِ نزول -- ۲۷۹
ایک ایراد اور اس کا جواب ------------------------------------ ۲۸۰
کفرانِ نعمت کی سزا کا بیان ------------------------------------ ۲۸۲
قانون قدرت -- ۲۸۳
کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینا خدا کا کام ہے نہ کہ اس کے بندوں کا -------------- ۲۸۴
جناب خلیل خدا کے بعض اوصاف جلیلہ کا تذکرہ ------------------------- ۲۸۸
ایک سوال اور اس کا جواب ------------------------------------ ۲۸۹
حکمت اور موعظۃ حسنہ سے دعوت دینے کا حکیمانہ حکم؟ ---------------------- ۲۹۰
دعوت اور تبلیغ کے اصول اور آداب -------------------------------- ۲۹۰
جس پر زیادتی کی جائے وہ اتنا بدلہ لے سکتا ہے مگر معاف کرنا بہتر ہے -------------- ۲۹۳
اللہ کی تائید و نصرت کن لوگوں کو حاصل ہوتی ہے؟ ------------------------- ۲۹۴

سورۃ الاسراء یا بنی اسرائیل کا مختصر تعارف --------------- ۲۹۵

وجہ تسمیہ: -- ۲۹۵
عہد نزول: -- ۲۹۵
اس سورہ کے مضامین و موضوعات کی اجمالی فہرست ------------------------ ۲۹۵
سورۂ بنی اسرائیل پڑھنے کی فضیلت ------------------------------- ۲۹۶
واقعہ معراج کا اجمالی بیان ------------------------------------ ۲۹۹
اس واقعہ کے بیان کا ردعمل ------------------------------------ ۳۰۰
بعض جدید رکاوٹوں کا تذکرہ ------------------------------------ ۳۰۰
اس عظیم واقعہ کے چند اختلافی پہلوؤں پر روشنی -------------------------- ۳۰۱
یہ سفر کہاں سے کہاں تک تھا؟ ----------------------------------- ۳۰۱

معراج جسمانی تھا یا روحانی۔یعنی بیداری میں تھا یا خواب میں؟ ---------------- ۳۰۲
اس معراج کا مقصد کیا تھا؟ ---------------------------- ۳۰۲
یہ معراج پیغمبر اسلام کے خصائص میں سے ہے ------------------------ ۳۰۳
بعض خرافات کی تردید ------------------------------- ۳۰۳
شب معراج جو گفتگو ہوئی تھی وہ حضرت امیر کے لہجہ میں تھی ------------------ ۳۰۳
شب وروز کی آمدورفت اور خلقت کا فلسفہ ----------------------- ۳۱۰
والدین اور دوسرے رشتہ داروں سے حسن سلوک کا حکم ------------------- ۳۱۹
والدین کو نصیحت -------------------------------- ۳۲۲
ایک اختلافی مسئلہ کی تنقیح ---------------------------- ۳۲۳
فدک کا مختصر تذکرہ ------------------------------ ۳۲۴
تبذیر کا مفہوم اوراس کی ممانعت ------------------------ ۳۲۵
اسلام ہر معاملہ میں اعتدال کا علمبردار ہے ---------------------- ۳۲۶
فقروفاقہ کے خوف سے اولاد کو قتل کرنے کی ممانعت ------------------ ۳۲۹
زناکاری کی تباہ کاریاں ----------------------------- ۳۲۹
زمین پر متکبرانہ چال چلنے کی ممانعت ----------------------- ۳۳۳
دوسرا مفہوم -------------------------------- ۳۳۸
ایک اشکال کا جواب ------------------------------ ۳۳۹
اس آیت کا شان نزول ----------------------------- ۳۴۰
کفار ومشرکین سے احسن انداز میں گفتگو کرنے کا حکم؟ ------------------ ۳۴۴
منصب رسالت کی وضاحت --------------------------- ۳۴۵
درس عبرت -------------------------------- ۳۴۵

انبیاء میں فرق مراتب کا تذکرہ اور خاتم الانبیاء کی فضیلت کا اجمالی بیان ------------ ۳۴۶
دو باتوں کی وضاحت ------------------------------ ۳۴۶
اس آیت کی شان نزول ------------------------------ ۳۴۸
یہاں رؤیا سے کیا مراد ہے؟ ------------------------------ ۳۴۹
انسان کی ذاتی بزرگی کے اسباب ------------------------------ ۳۵۶
انسان تمام مخلوقات سے افضل ہے ------------------------------ ۳۵۷
اس کلی فضیلت کے بعض دلائل کا تذکرہ ------------------------------ ۳۵۷
قیامت کے دن تمام لوگ اپنے زمانہ کے امام کے ساتھ بلائے جائیں گے ------------ ۳۶۰
اس آیت کی شان نزول ------------------------------ ۳۶۲
اللہ کی تائید غیبی کی دستگیری ------------------------------ ۳۶۲
نماز ہائے پنجگانہ اوران کے اوقات کا تذکرہ ------------------------------ ۳۶۶
نماز تہجد کا بیان ------------------------------ ۳۶۸
نماز تہجد عام اہل اسلام کے لیے سنت ہے مگر پیغمبر اسلامؐ پر واجب تھی ------------ ۳۶۹
مقام محمود سے مقام شفاعت مراد ہے ------------------------------ ۳۶۹
ذریت رسول کو اذیت پہنچانے والے کی شفاعت نہیں ہوگی ------------ ۳۷۰
قرآن تمام روحانی وجسمانی بیماریوں کے لیے نسخہ شفا ہے ------------ ۳۷۱
اس آیت کی شان نزول ------------------------------ ۳۷۵
یہ سوال کس روح سے متعلق ہے؟ ------------------------------ ۳۷۵
روح کی اصل حقیقت کیا ہے؟ ------------------------------ ۳۷۶
الروح من امر ربی ------------------------------ ۳۷۶
تمام انسان اور جن مل کر بھی قرآن کی مانند کتاب نہیں لا سکتے ------------ ۳۷۸

کفار کے احمقانہ مطالبات کا خدائی جواب ---------------------- ۳۷۸
بشریت انبیا کا فلسفہ ---------------------- ۳۸۱
قرآن کو یکبارگی نازل نہ کرنے کے اسباب؟---------------------- ۳۸۸
اللہ کو اسماء حسنہ کے ساتھ پکارنے کا حکم ---------------------- ۳۸۹
نماز میں جہر واخفاف کی کیفیت کا بیان ---------------------- ۳۸۹
ایک عامتہ البلوٰی مسئلہ کا تذکرہ---------------------- ۳۹۰
مشرکین کے بعض عقائد پر طنز---------------------- ۳۹۱

سورۂ الکہف کا مختصر تعارف

سورۂ الکہف کا مختصر تعارف---------------------- ۳۹۲
نام ---------------------- ۳۹۲
عہد نزول ---------------------- ۳۹۲
اس سورۃ کے موضوعات ومضامین کی اجمالی فہرست ---------------------- ۳۹۲
اس سورہ کے پڑھنے کی فضیلت---------------------- ۳۹۳
اصحاب کہف کی داستان کا خلاصہ ---------------------- ۳۹۷
ایک سوال کا جواب ---------------------- ۴۰۶
ایک غلط فہمی کا ازالہ ---------------------- ۴۱۱
اس قصہ سے حاصل شدہ درس ہائے عبرت ---------------------- ۴۱۳
اس آیت کی شان نزول ---------------------- ۴۱۳
ایک ایراد کا جواب۔ ---------------------- ۴۱۴
وَلایت اور وِلایت کے مفہوم میں فرق ---------------------- ۴۱۹
درس عبرت ---------------------- ۴۲۰
باقیات صالحات سے کیا مراد ہے؟ ---------------------- ۴۲۳

ابلیس جنات میں سے تھا ---------------------------------- ۴۲۷
شیطان کے مریدوں کو شرمسار کرنے کا عجیب انداز کلام ------------------------ ۴۲۸
شرم تم کو مگر نہیں آتی ؟ ---------------------------------- ۴۲۸
خلقت آسمان وزمین کے وقت خدا نے کسی کو حاضر نہیں کیا گواہ نہیں بنایا ------------- ۴۲۸
خدا گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کو دست وبازو نہیں بناتا ------------------- ۴۲۹
ایک درس -------------------------------------- ۴۲۹
ایک ضروری وضاحت ---------------------------------- ۴۲۹
قرآن میں تکرار یا ایک ہی مطلب کو ادل بدل کر بار بار دہرانے کا فلسفہ ------------- ۴۳۲
اکثر لوگوں کے ایمان نہ لانے کا سبب ---------------------------- ۴۳۳
بعثت انبیاء ومرسلین کا فلسفہ ----------------------------- ۴۳۳
کفار واشرار کا طریقہ کار --------------------------------- ۴۳۳
انسان کے اپنے افعال میں مجبور ہونے کے شبہہ کا ازالہ --------------------- ۴۳۴
بدکاروں پر جلدی عذاب نازل نہ ہونے کی وجہ -------------------------- ۴۳۵
ان آیات کی شان نزول ----------------------------------- ۴۳۷
قصہ موسیٰ وخضر کا خلاصہ اور اس کا پس منظر -------------------------- ۴۳۷

❁❁❁❁❁

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

آیات القرآن

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵۳﴾ وَ قَالَ الۡمَلِکُ ائۡتُوۡنِیۡ بِہٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡہُ لِنَفۡسِیۡ ۚ فَلَمَّا کَلَّمَہٗ قَالَ اِنَّکَ الۡیَوۡمَ لَدَیۡنَا مَکِیۡنٌ اَمِیۡنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ﴿۵۵﴾ وَ کَذٰلِکَ مَکَّنَّا لِیُوۡسُفَ فِی الۡاَرۡضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنۡہَا حَیۡثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیۡبُ بِرَحۡمَتِنَا مَنۡ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۶﴾ وَ لَاَجۡرُ الۡاٰخِرَۃِ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۃ الآیات

میں اپنے نفس کو (بھی) بری قرار نہیں دیتا بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا (اور اس پر اکسانے والا) ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار (کسی کے حال پر) رحم کرے یقیناً میرا پروردگار بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے (۵۳) اور بادشاہ نے کہا کہ اسے میرے پاس لاؤ تا کہ میں اسے اپنے (ذاتی کاموں کی انجام دہی) کے لیے مخصوص کرلوں۔ پس جب (یوسفؑ آئے اور) بادشاہ نے اس سے گفتگو کی تو (متاثر ہوکر) کہا آج سے تم ہمارے ہاں صاحب مرتبہ اور امانت دار آدمی ہو (۵۴) آپؑ نے کہا مجھے (اس) زمین کے خزانوں پر مقرر کردیجیے میں یقیناً (مال کی) حفاظت کرنے والا اور اس کام کو جاننے والا بھی ہوں (۵۵) اور اس طرح ہم نے یوسف کو اس سرزمین میں اختیار و اقتدار دیا کہ وہ اس میں جہاں چاہے رہے ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت سے نوازتے ہیں اور ہم نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے (۵۶) اور البتہ جو لوگ ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے آخرت کا اجر و ثواب یقیناً (اس سے) بہتر ہے (۵۷)

تشریح الالفاظ

۱۔ وما ابری برأ یبرأ کے معنی بری قرار دینے کے ہیں۔ ۲۔ استخلصہ ۔ استخلاص کے معنی ہیں پسند کرنا اور چن لینا ۳۔مکین کے معنی ہیں مرتبہ والا ہونا۔ ۴۔مکنا۔مکن اور امکن کے معنی ہیں اختیار و اقتدار دینا۔

تفسیر الآیات

۱۔ وما ابرئ نفسی۔ الآیة۔

جناب یوسفؑ کی فروتنی اور کسر نفسی کا تذکرہ

باوجودیکہ اپنے، بیگانے اور دوست و دشمن جناب یوسفؑ کی بےقصوری اور پاکدامنی کا اعتراف کر چکے ہیں اور آپ خود اپنے خلاف الزام کی سرکاری سطح پر تحقیق کرا کے بے گناہ بھی قرار دیئے جا چکے ہیں مگر با ایں ہمہ وہ غرور کرنے اور اترانے کی بجائے اپنی فروتنی اور کسر نفسی کا یوں اظہار کرتے ہیں کہ اس تمام کاروائی میں زلیخا اور دوسری زنان مصر کے دام تزویر میں نہ پھنسنے اور ان کے مذموم عزائم کو خاک میں ملانے میں میرا ذاتی کوئی کمال نہیں ہے بلکہ میری یہ پاکبازی صرف اور صرف توفیق الٰہی کی کرشمہ سازی ان تمام فتنوں سے محفوظ رہنا میرے نفس کا کارنامہ نہیں کیونکہ وہ تو برائی پر بہت ابھارنے والا اور برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے۔اس کی فتنہ سامانی اور شرانگیزی صرف وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جس پر میرا پروردگار اپنا خصوصی رحم و کرم فرمائے لہٰذا یہ سب کچھ اس کی مرحمت و رافت اور اسی کی دستگیری کا ثمرہ و نتیجہ تھا۔ وہ اور بس۔ ائمہ طاہرینؑ سے منقولہ دعاؤں میں وارد ہے۔ اللھم لا تکلنی الی نفسی طرفة عین الا وھلکت بارالٰہا! آنکھ کے جھپکنے تک بھی مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کرنا ورنہ میں ہلاک و برباد ہو جاؤں گا۔ (زاد المعاد، مفاتیح الجنان)۔ ہاں البتہ یہ صحیح ہے کہ توفیق الٰہی بھی انہی لوگوں کے شامل حال ہوتی ہے جو اس کے حاصل کرنے کی کدوکاوش کرتے ہیں اور اپنے دامن کو گناہوں کی کثافتوں سے آلودہ ہونے سے بچانے کی جدوجہد کرتے ہیں اور اس راہ میں آنے والی آزمائشوں کا پامردی سے مقابلہ کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں سچ ہے۔ ع توفیق باندازہ ہمت ہے ازل سے

صفات کے اعتبار سے نفس انسانی کی چار قسمیں یا بالفاظ مناسب چار حالتیں ہیں اور ہر حالت کا مخصوص نام ہے

۱۔ نفس امارہ

جو وسوسہ اندازی سے ہر وقت آدمی کو گناہ کے دلدل میں پھنسانے اور اس کے خارزاروں میں گرفتار کرکے اس کی چادر عفت کو تار تار کرنے کی مذموم کوشش کرتا رہتا ہے۔

۲۔ نفس لوامہ

جس کی خدا نے قسم کھائی ہے **ولا اقسم بالنفس اللوامه** یہ آدمی کو گناہ کی تباہ کاریوں کی طرف متوجہ کرکے اسے اس وادی پر خار میں قدم رکھنے سے روکتا ہے اور اگر وہ گناہ کرگذرے تو وہ اس کی زجر وتوبیخ اور اس کی لعنت ملامت کرتا ہے۔

۳۔ نفس ملہمہ

اس کی بھی خدا نے قسم کھائی ہے **و نفس وما سواها فالهمها فجورها و تقوها**۔ نفس انسانی ترقی کرتے کرتے جب اس منزل تک پہنچ جاتا ہے تو خداوند کریم اسے نیکی و بدی کا الہام کرتا ہے اور اس کو سمجھا دیتا ہے کہ نیکی اور اس کا انجام خیر کیا ہے؟ اور بدی اور اس کا انجام بد کیا ہے؟

۴۔ نفس مطمئنہ

یہ نفس انسانی کی آخری ارتقائی منزل کا نام ہے ارشاد قدرت ہے **یا ایتها النفس المطمئنة ارجعي الى ربك**۔ آلآية۔ (سورہ فجر) اس منزل پر پہنچنے کے بعد بندہ کی رضا خدا کی رضا میں اس طرح گم ہو جاتی ہے کہ وہ ہر حال میں راضی برضائے خدا ہوتا ہے وہ اسے بدنی صحت عطا فرمائے یا مرض میں مبتلا کرے اور مالی وسعت سے نوازے یا فقر و فاقہ کے شکنجہ میں کس دے وہ ہر حال میں مطمئن نظر آتا ہے اور

مرضی مولا از همه اولی

اس کا تکیۂ کلام اور وردِ زبان ہوتا ہے۔ **ذلك فضل الله يوتيه من يشاء**۔ یہ حالت مجاہدہ اور شرعی ریاضت کے ذریعہ سے یعنی واجبات شرعیہ کی ادائیگی، محرمات الہیہ سے اجتناب، سنن و مستحبات پر مداومت

اوراخلاق عالیہ اپنے اندر پیدا کرنے سے حاصل کی جاسکتی ہے۔اختصار کے پیش نظر یہاں اس سے زیادہ نفس انسانی کے حالات وصفات کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات علم الاخلاق کی کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

۱۸۔ قال اجعلنی۔ الآیۃ۔

حکام جور کی ملازمت کے جواز میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔

حاکم جائز یعنی وہ حاکم جس کی حکومت قانون شرع کی پابند نہ ہو اس کی ملازمت کرنے اور اس کے ذریعہ سے روزی کمانے کے جواز وعدم جواز میں فقہاء میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف بظاہر اخبار وآثار میں اختلاف کی وجہ سے ہے۔

۱۔ چنانچہ بعض اخبار میں اس کام کی سخت مذمت وارد ہوئی ہے اور ایسے شخص کو ظالموں کا مددومعاون قرار دیتے ہوئے اس کو جہنم کا مستحق اور اس آیت **لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار**۔ کا مصداق قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ اور بعض اخبار میں وارد ہے کہ ہر جبار وسرکش حاکم کے دربار میں کوئی ایسا مومن ضرور ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے خدا کمزور اہل ایمان کا دفاع کرتا ہے (الوسائل)۔ بعض آثار میں وارد ہے کہ اگر ایسا شخص جو کسی جائر حاکم کی ملازمت کرتا ہے اس کی اعانت بھی کرے اور پھر حاجتمند اہل ایمان کے کام بھی انجام دے تو اس کی یہ نیکی اس کی بدی کا بدل بن جائے گی۔ (ایضاً)

۳۔ اور بعض اخبار میں ایسے ملازم کو جس کا اس ملازمت کرنے سے مقصد ہی اہل ایمان کے کام کرنا اور خلق خدا کو فیض پہنچانا ہو ایسے لوگوں کو آتش دوزخ سے آزاد کردہ قرار دیا گیا ہے (ایضاً) ان بظاہر متصادم اخبار وآثار کے درمیان محقق فقہاء اسلام نے یوں جمع فرمائی ہے کہ یہ اختلاف حکام جور کی ملازمت کرنے والوں کی نیت کے اختلاف پر مبنی ہے۔

لہٰذا اگر ایک شخص کا مقصد صرف حبِ دنیا اور اس کا جاہ وجلال اور مال ومنال حاصل کرنا ہو تو وہ پہلے زمرہ میں داخل ہے۔

۲۔ اور اگر اس کا مقصد مذکورہ بالا باتوں کے ساتھ ساتھ نیکی کرنا اور اہل ایمان کے کام کرنا بھی ہو تو وہ دوسرے گروہ میں شامل ہے۔

۳۔ اور اگر اس کا مقصد اقتدار میں آنے کے بعد صرف نیکی کرنا اور دوسروں کو اس کا حکم دینا، خود برائی سے رکنا اور دوسروں کو روکنا اور کمزور اہل ایمان کی ضروریات زندگی مہیا کرنا اور حاجتمندوں کی حاجت برآری کرنا ہو تو وہ تیسرے طبقہ کے خوش نصیب لوگوں میں داخل ہے اگرچہ ایسے افراد یعنی علی بن یقطین جیسے خوش قسمت لوگ ہر دور میں کبریتِ احمر سے بھی کم رہے ہیں۔

جناب یوسفؑ کے واقعہ سے اس تحقیق کی تائید مزید

جناب یوسفؑ کے اس واقعہ سے بھی اس تحقیق کی تائید مزید ہوتی ہے جنہوں نے فیض رسانی خلق کی خاطر بادشاہ مصر سے خود وزارت خزانہ کا قلمدان طلب کیا تھا۔ اور ان کے ''انی حفیظ علیم'' کہنے سے کہ میں مال کی بے محل صرف کرنے سے حفاظت کرنے والا اور اس کے مقام استعمال کو خوب جاننے والا ہوں یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ اگر خودستائی کی نیت سے نہ ہو بلکہ صرف اظہار حقیقت کے طور پر ہو اور اپنے استحقاق کے ثبوت کے لیے ہو تو اپنی زبان سے اپنی تعریف کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اور یہ اس کی اپنی پاکبازی جتانے میں داخل نہیں ہے جس کی قرآن میں ممانعت وارد ہوئی ہے کہ فلا تزکوا انفسکم اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہ کرو۔

سچ ہے ہر سخن جائے و ہر نکتہ مقامے دارد؟ فاضل زمخشری نے اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ''حضرت یوسف نے اجعلنی علی خزائن الارض جو فرمایا تو اس سے ان کی غرض صرف یہ تھی کہ ان کو اللہ کے احکام جاری کرنے اور حق قائم کرنے اور عدل پھیلانے کا موقع مل جائے اور وہ اس کام کو انجام دینے کی طاقت حاصل کرلیں جس کے لیے انبیاء بھیجے جاتے ہیں انھوں نے بادشاہی کی محبت اور دنیا کے لالچ میں یہ مطالبہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ جانتے ہوئے کیا تھا کہ کوئی دوسرا شخص ان کے سوا ایسا نہیں ہے جو اس کام کو انجام دے سکے'' (تفسیر کشاف، بحوالہ تفہیم القرآن ج ۲) چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جناب یوسف نے اپنے دور اقتدار میں خدمت خلق و خالق کے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے اور عوام کی راحت رسائی و فیض رسانی کے سلسلہ میں وہ مثالی اقدام کئے کہ جن کی صفحات تاریخ میں مشکل سے کوئی مثال ملے گی۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا واقعہ یوسفؑ سے استشہاد

ایک شخص نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ نے باوجود عابد و زاہد ہونے کے مامون عباسی کی ولی عہدی کیوں قبول کی ہے؟ امام نے فرمایا اے شخص! نبی افضل ہوتا ہے یا

وصی؟ اس نے عرض کیا بلکہ نبی افضل ہوتا ہے پھر پوچھا آیا مسلمان افضل ہوتا ہے یا مشرک؟ عرض کیا بلکہ مسلمان افضل ہوتا ہے۔

امام نے فرمایا بادشاہ مصر مشرک تھا اور جناب یوسف نبی تھے۔ اور مامون مسلمان ہے اور میں وصی ہوں پھر جناب یوسفؑ نے خود مطالبہ کیا تھا کہ وزارت خزانہ کا قلمدان میرے سپرد کیا جائے۔ اجعلنی علی خزائن الارض فانی حفیظ علیم۔ اور پھر مجھے تو مامون نے مجبور کیا ہے۔ (عیون الاخبار)

ایضاح

اس حدیث سے ہر نبی کی ہر وصی پر افضلیت مترشح ہوتی ہے اور یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے بعض علماء اسی کے مطابق ہر نبی کو ہر وصی سے افضل قرار دیتے ہیں اور بعض فضلاء اولوالعزم انبیاء کو خاتم الانبیاء کے اوصیاء سے افضل اور دوسروں کو مفضول سمجھتے ہیں اور بعض اعلام خاتم الانبیاء کے اوصیاء کو تمام انبیاء ماسلف سے افضل جانتے ہیں۔ اس اختلاف افکار کے تحقیقی دلائل اور پھر تحقیقی نظریہ معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کلامی کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد کی طرف رجوع فرمائیں۔

۱۹۔ و کذلك مکنا۔ الآیۃ۔

اس آیت میں خداوند کریم نے اپنی شان کریم کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرائی ہے کہ جس طرح ہم یوسفؑ کو اس کی بے داغ سیرت اور بلند کرداری کی وجہ سے کنعان کے جنگل اور اندھے کنویں سے اور پھر مصر کے قید خانہ سے نکال کر نہ صرف مصر کے خزانوں کا بلکہ پورے ملک کا مالک و مختار بنا دیا۔ ہم ہر مستحق کو اسی طرح نوازنے کے لیے ہر وقت آمادہ کار اور بالکل تیار ہیں۔

ہر چہ ہست از کوتاہی اندام ماست
ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست۔

جو آزمائش کی گھڑیوں میں راہ حق پر ثابت قدم رہتے ہیں اور کسی حال میں بھی حق و حقیقت اور صداقت و دیانت کا دامن اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑتے خدا ان کو دنیا میں بھی ان کے اجر کو ضائع نہیں کرتا بلکہ اپنی مختلف نوازشوں سے نوازتا ہے اور آخرت کا اجر و ثواب تو اور بھی بڑھ چڑھ کر ہے۔ بہرحال قید سے رہائی کے بعد جب بادشاہ مصر کی جناب یوسفؑ سے بالمشافہہ گفتگو ہوئی تو وہ آپ کی خداداد اہلیت و قابلیت سے بہت متاثر ہوا۔ اور اسی وقت وزارت خزانہ کا قلمدان ان کے حوالے کیا بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مملکت کے امور بھی ان کو تفویض کر

دیئے۔اور ابن عباس سے مروی ہے کہ اگرچہ شاہ مصر جناب یوسفؑ کے عقلی، علمی اور کمالات دیکھ کر ان کا قائل تو اسی وقت ہوگیا تھا مگر پورے ایک سال تک انہیں اپنے ہاں ایک معزز مہمان کے طور پر رکھا اور اس کے بعد وزارت خزانہ کا بلند منصب ان کے حوالہ کیا۔(مجمع البیان، قرطبی)۔

آیات القرآن

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝۵۸
وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا
تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝۵۹ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا
كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ۝۶۰ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا
لَفٰعِلُوْنَ ۝۶۱ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ
يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۶۲ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا
اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ
وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۶۳ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى
اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۶۴ وَلَمَّا
فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا
نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا
وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝۶۵ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ
حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ
اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝۶۶ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا
تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِيْ

عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُۚ وَعَلَيْهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْؕ
مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ
قَضٰىهَاؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا
يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾

ترجمۃ الآیات

اور (قحط سالی کے دنوں میں غلہ خریدنے) یوسف کے بھائی (مصر) آئے اور (یوسف) کے پاس گئے تو اس نے انہیں پہچان لیا جبکہ وہ اسے نہ پہچان سکے (۵۸) اور جب یوسف نے ان کی (خوراک) کا سامان تیار کروادیا تو (جاتے وقت) کہا (اگلی بار) اپنے (سوتیلے) پدری بھائی کو بھی میرے پاس لیتے آنا۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا پورا ناپ (تول) کر (غلہ) دیتا ہوں اور میں کتنا اچھا مہمان نواز ہوں (۵۹) اور اگر تم اسے میرے پاس نہ لائے تو پھر تمہارے لیے نہ میرے پاس تولنے کے لئے (غلہ) ہوگا اور نہ ہی میرے قریب آنا (۶۰) ان لوگوں نے کہا کہ ہم اس کے باپ پر ڈورے ڈالیں گے کہ وہ (آمادہ ہو جائیں) اور ہم ضرور ایسا کریں گے (۶۱) اور یوسف نے اپنے جوانوں (غلاموں) سے کہا کہ ان کی پونجی (جس کے عوض غلہ خریدا ہے) ان کے سامان میں رکھ دو۔ تاکہ جب اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جائیں تو اسے پہچانیں (اور) شاید دوبارہ آئیں (۶۲) اور جب وہ لوگ لوٹ کر اپنے والد کے پاس گئے تو کہا اے ہمارے باپ! ہمارے لئے (ناپ تول کر) غلہ دیا جانا بند کردیا گیا ہے (جب تک بھائی کو ہمراہ نہ لے جائیں) اس لئے ہمارے بھائی (بنیامین) کو ہمارے ساتھ بھیجئے تاکہ ہم غلہ لاسکیں اور ہم یقیناً اس کی (پوری) حفاظت کریں گے (۶۳) آپؑ نے کہا کیا میں اس کے بارے میں تم پر اسی طرح اعتماد کروں جس طرح اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا؟ بہرحال اللہ سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور

وہی سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے (۶۴) اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو دیکھا کہ ان کی پونجی انہیں واپس کر دی گئی ہے تو کہنے لگے ابا جان! ہمیں اور کیا چاہیے؟ (دیکھیے) یہ ہماری پونجی ہے جو ہمیں واپس کر دی گئی ہے (اب کی بار جو بھائی کو اپنے ساتھ لے جائیں گے) تو جہاں اپنے گھر والوں کے لیے رسد لائیں گے اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے (وہاں) ایک اونٹ کا بار اور زیادہ بھی لائینگے اور یہ غلہ (جواب کی بار ہم لائے ہیں) بہت تھوڑا ہے (۶۵) آپؑ نے کہا میں اسے کبھی تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا جب تک اللہ کی قسم کھا کر مجھ سے عہد و پیمان نہ کرو کہ تم اسے ضرور اپنے ساتھ لاؤ گے سوا اس کے کہ تم سب ہی گھیر لئے جاؤ اور بے بس ہو جاؤ) پھر جب انھوں نے قسم کھا کر اپنا قول و قرار دے دیا تو آپ نے کہا اللہ ہمارے قول و قرار پر نگہبان ہے (۶۶) اور آپؑ نے کہا اے میرے بیٹو (جب مصر پہنچو) تو ایک دروازے سے (شہر میں) داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا اور میں تمھیں اللہ (کی مشیت اور اس کی قضا و قدر) سے بچا تو نہیں سکتا (ہر قسم کا حکم (اور فیصلہ) اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے (میں نے تو صرف احتیاط کے طور پر یہ تدبیر بتائی ہے (۶۷) اور جب وہ لوگ (مصر میں) اس طرح داخل ہوئے جس طرح ان کے باپ نے انہیں حکم دیا تھا ان کا اس طرح داخل ہونا انہیں خدا (کی مشیت اور اس کی تقدیر) سے بچا تو نہیں سکتا تھا مگر یہ (احتیاطی تدبیر) یعقوب کے دل میں ایک تمنا تھی جسے انہوں نے پورا کر لیا بے شک وہ ہماری دی ہوئی تعلیم سے صاحبِ علم تھا لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے (۶۸)۔

تشریح الالفاظ

ا۔ رحالھم۔ یہ رحل کی جمع ہے جس کے معنی ہیں کجاوہ، پالان، قیام گاہ، اور سفر میں ساتھ رہنے والا سامان۔

۲۔ نمیر۔ مار یمیر میرا۔ کے معنی ہیں اہل و عیال کے لیے خوراک لانا۔ ۳۔ موثقاً موثق اور میثاق کے معنی ہیں عہد و پیمان

۴۔ ماکان یغنی عنھم۔ اغنی عنہ کے معنی کفایت کرنے اور فائدہ پہنچانے کے ہیں۔ ۵۔ حاجۃ۔حاجت کے معنی تمنا اورآرزو کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۰۔ وجاء اخوۃ یوسف۔ الآیۃ۔

تعبیر خواب کے خوشحالی کے پہلے سات سال

جناب یوسفؑ کے وزارت خزانہ کا قلمدان سنبھالنے کے بعد شاہ مصر کے خواب کی تعبیر کا پہلا حصہ شروع ہوا۔یعنی خوشحالی کے ساتھ سال شروع ہوئے جناب یوسفؑ نے مشورہ دیا کہ چونکہ اس مدت میں خوب بارشیں ہونگی اور فصلیں پیدا ہونگی لہٰذا سب سے زیادہ توجہ زراعت کی طرف مبذول کی جائے اور زیادہ سے زیادہ غلہ اگا یا جائے بنجر زمینوں کو آباد کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور غلہ کی حفاظت کے لئے موجودہ گوداموں کے علاوہ بڑے بڑے گودام تعمیر کئے گئے اور ضرورت کا غلہ لے کر باقی ماندہ کو خوشوں میں رہنے دیا گیا۔جس سے گودام بھر گئے الغرض جناب یوسفؑ نے اس خوش اسلوبی سے نظام مملکت چلایا اور اس طرح امن وخوشحالی کو عام کیا کہ سارا ملک آپ کا گرویدہ ہوگیا۔

تعبیر خواب کا دوسرا حصہ قحط سالی کے سات سال

اس کے بعد خواب کی تعبیر کا دوسرا حصہ سامنے آیا اور نہ صرف مصر میں بلکہ اس کے اردگرد بہت سے مما لک میں بھی شدید قحط پڑا جو برابر سات سال تک جاری رہا چونکہ مصر والوں نے تو پہلے سے اس کے لئے منصوبہ بندی کرلی تھی اس لئے انہیں تو کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔مگر دوسرے لوگ چونکہ اس صورت حال کے لئے تیار نہ تھے اس لئے انہیں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور مصر کی مرفہ الحالی اور خوش حالی کے واقعات سن کر لوگوں نے ادھر کا رخ کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب یوسفؑ نے اطراف واکناف سے آنے والے لوگوں کے لئے غلہ کی فروخت کا خاص اہتمام کررکھا تھا اور مناسب داموں پر ایک شخص کو ایک اونٹ کا بار دیا جاتا تھا اس طرح نہ صرف یہ کہ ملکی معیشت مستحکم رہی بلکہ لوگوں کی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں جس سے مصر کو خاص شہرت حاصل ہوئی۔

کنعان جو فلسطین کا حصہ ہے جسے جناب یعقوبؑ کا وطن ہونے کا شرف حاصل ہے یہ بھی اس قحط کی زد میں آ گیا اس لئے جناب یعقوبؑ نے مصر اور اس کے حاکم کی یہی اچھی شہرت سن کر اپنے ایک بیٹے بنیامین کو اپنے پاس رکھ کر باقی اپنے دس فرزندوں کو غلہ لینے کے لیے مصر بھیجا۔

اسی قحط کے دورہ کا ایک عجیب واقعہ

اسی دور میں ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا جس کے تذکرہ میں بہت سا سامان عبرت موجود ہے مروی ہے کہ جناب یوسفؑ کے عزیز مصر کے عہدہ پر تقرری کے بعد بادشاہ مصر نے سابقہ عزیز مصر (زلیخا کے خاوند قطیفر) کو اس کے عہدے سے معزول کر دیا اور وہ انہی قحط کے سات سالوں میں انتقال کر گیا اور اس طرح زلیخا جو اب بوڑھی بھی ہو چکی تھی بالکل بے سہارا ہو گئی اور اس کے ساتھ قلاش بھی ہو گئی لوگوں نے اسے بار بار مشورہ دیا کہ وہ جناب یوسفؑ سے ملے مگر وہ کہتی مجھے ان کا سامنا کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ آخرکار وہ اس بات پر رضا مند ہو گئی اور جہاں سے جناب یوسفؑ نے شاہانہ شان وشوکت کے ساتھ گزرنا تھا وہ راستہ میں ایک جگہ بیٹھ گئی اور جب آپ کی سواری وہاں سے گزرنے لگی تو اٹھ کھڑی ہوئی اور سامنے آ کر کہا **سبحان من جعل الملوك بالمعصية عبيداً والعبيد بالطاعة ملوكا**۔ پاک ہے وہ جس نے اطاعت گذاری سے غلاموں کو بادشاہ اور عصیاں کاری سے بادشاہوں کو غلام بنا دیا جناب یوسفؑ نے یہ سن کر فرمایا کیا تو وہی ہے کہا ہاں وہی ہوں؟ فرمایا آیا اب بھی تجھے مجھ میں رغبت ہے؟ کہا اب جبکہ ہر طرح مایوس ہو چکی ہوں آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں؟ فرمایا مذاق نہیں کر رہا بلکہ حقیقتاً پوچھ رہا ہوں اس پر زلیخا نے کہا ہاں اب بھی رغبت ہے جناب یوسف نے حکم دیا کہ اسے ان کے دولت سرا پر لایا جائے چنانچہ جب وہ وہاں حاضر ہوئی تو جناب یوسفؑ نے شکوہ وشکایت کا دفتر کھولا اور فرمایا تو نے میرے ساتھ یہ کیا اور وہ کیا۔ زلیخا بولی اے اللہ کے نبی! میری ملامت نہ کریں بلکہ میری مجبوریوں پر نظر کریں کہ میں کن کن مشکلات میں مبتلا تھی؟ پوچھا وہ مشکلات کیا تھیں؟ کہا۔

۱۔ تیری محبت کے دام میں گرفتار ہوئی کیونکہ خدا نے تیرے جیسا کوئی حسین وجمیل شخص پیدا ہی نہیں کیا تھا۔

۲۔ پورے مصر میں مجھ سے بڑھ کر کوئی عورت نہ صاحب جمال تھی اور نہ صاحب مال۔

۳۔ پھر میرا شوہر نامرد بھی تھا۔ جناب یوسفؑ نے پوچھا اب تو کیا چاہتی ہے؟ بولی میں چاہتی ہوں کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ میرے شباب کو لوٹا دے چنانچہ جناب نے دعا کی اور خدا نے اس کی جوانی لوٹائی اور جب جناب یوسفؑ نے اس سے شادی کی تو اسے باکرہ پایا اس وقت یوسفؑ نے کہا کیا یہ صورت اس سے بہتر نہیں

ہے جو تو چاہتی تھی؟ پھر اس عقد وازدواج کے نتیجہ میں ان کی اولاد بھی ہوئی یعنی دو بیٹے اور ایک بیٹی۔ (تفسیر قمی ومجمع البیان)۔ کذلك نجزی المحسنین۔

جناب یوسفؑ کا اپنے بھائیوں کو پہچان لینا مگر ان کا یوسفؑ کو نہ پہچاننا

قرآن گواہ ہے کہ جب برادران یوسفؑ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو دیکھتے ہی پہچان لیا مگر وہ لوگ آپؑ کو نہ پہچان سکے خواہ اس وجہ سے کہ خدا نے خرق عادت کے طور پر کسی خاص مصلحت کے تحت یہ خصوصی انتظام کیا تھا جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے اور خواہ اس وجہ سے کہ یہ نہ پہچاننا عام عادی نظام اسباب کے تحت تھا اور یہی حقیقت ہے کیونکہ جب بھائی جدا ہوئے تھے اور برادران یوسف نے ان کو کنویں میں ڈالا تھا اور پھر فروخت کیا تھا تو اس وقت وہ قریباً سات سال کے بچہ تھے اور اب قریباً چالیس سال کے بھرپور جوان اور پھر شاہانہ لباس میں ملبوس اور شاہی تخت وتاج کے مالک ان کے تو وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ جسے انہوں نے پہلے اندھے کنویں میں ڈالا تھا اور پھر چند درہموں کے عوض فروخت کیا تھا وہ آج سلطنت مصر کی کرسی اقتدار پر متمکن ہے اگرچہ قرآن خاموش ہے مگر نظام فطرت کے تحت جب اتنی مدت دراز کے بعد بھائی آپس میں ملے ہوں گے تو جناب یوسفؑ سے کچھ اپنے والد ماجد کے متعلق، کچھ بھائی کے متعلق اور کچھ دوسرے گھر والوں کے متعلق بھی اس طرح کے سوالات ضرور کئے ہوں گے کہ انہیں احساس بھی نہ ہو کہ جناب یوسفؑ ان کے نجی حالات سے واقف ہیں اور باتوں باتوں میں حقائق بھی کھل کر سامنے آ جائیں اور کچھ حالات ان لوگوں نے بتائے ہوں گے مثلاً یہ کہ ان کے والد بہت بوڑھے ہیں، مالی پریشانی کا سامنا ہے اور ہم ایک سوتیلا بھائی ان کے ہاں چھوڑ کر باقی دس بھائی غلّہ لینے کے لئے یہاں آئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

۲۱۔ قال ائتونی باخ لکم۔ الآیۃ۔

جناب یوسف کا اپنے بھائیوں کو شاہی مہمان کی حیثیت سے ٹھہرانا اور پھر غلہ دیکر رخصت کرنا

اس احوال پرسی اور سوال وجواب کے بعد جناب یوسفؑ نے بھائیوں کو شاہی مہمان کی حیثیت سے ٹھہرایا اور پھر مقررہ ضابطہ کے مطابق دس اونٹ کا بار غلہ دے کر باعزت رخصت کیا چونکہ جناب یوسفؑ ایک بار تو ایک آدمی کو ایک ہی شتر کا بار دیتے تھے مگر جب وہ غلہ ختم ہوجاتا تو دوبارہ دے دیتے تھے اور ظاہر ہے کہ

آئین فطرت کے مطابق ضرور چاہتے ہوں گے کہ یہ لوگ دوبارہ آئیں اور ان کے سگے بھائی کو بھی ہمراہ لائیں۔ اس لئے زبانی بھی کہا کہ ائتونی باخ لکم من ابیکم۔ یعنی جب دوبارہ آنا تو اپنے سوتیلے بھائی کو بھی ساتھ لیتے آنا ورنہ تمہیں غلہ نہیں ملے گا اور پھر اس مقصد کے حصول کو یقینی بنانے کے لئے یہ تدبیر کی کہ اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ ان لوگوں نے نقدی یا زیور وغیرہ کی شکل میں غلہ کی جو قیمت ادا کی ہے چپکے سے اسے ان کے سامان میں رکھ دو کیونکہ وہ گھر پہنچ کر جب سامان کھولیں گے اور انہیں اس بات کا پتہ چلے گا تو وہ ضرور دوبارہ یہاں آئیں گے الغرض وہ لوگ آئندہ اپنے سوتیلے بھائی کو ساتھ لانے کی کوشش کرنے کا وعدہ کر کے کنعان واپس چلے گئے۔

۲۲۔ فلما رجعوا الی ابیھم۔ الآیۃ۔

برادران یوسف کا اپنے والد ماجد سے بنیامین کو اپنے ساتھ مصر لے جانے پر اصرار کرنا

چنانچہ قرآن شاہد ہے کہ ان لوگوں نے واپسی پر اپنے والد ماجد کو سب حالات سفر اور جناب یوسفؑ کے حسن سلوک کے واقعات سنائے اور پھر یہ بھی بتایا کہ مصر کے والی نے تقاضا کیا ہے کہ ہم اپنے سوتیلے بھائی کو اب کی بار ہمراہ لے جائیں۔ مگر جناب یعقوبؑ نے انکار کر دیا پھر جب ان لوگوں پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ عزیز مصر نے انکی پونجی بھی واپس کر دی ہے تو وہ اور بھی اس کے زیر بار احسان ہوئے۔ اور پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر اس کے مطالبہ کو پورا کرنے کی کوشش شروع کی اور والد سے اصرار کرنا شروع کیا کہ وہ بنیامین کو ضرور ان کے ہمراہ بھیجیں۔ باپ بیٹوں میں جو سوال و جواب ہوا وہ قرآن میں مذکور ہے۔

بالآخر وہ ان سے اللہ کے نام کی قسم لینے اور اسکی حفاظت کا پختہ عہد و پیمان لینے کے بعد بنیامین کو ان کے ساتھ بھیجنے پر رضامند ہو گئے۔

۲۳۔ قال یبنی لا تدخلوا۔ الآیۃ۔

جناب یعقوبؑ کی اپنے بیٹوں کو ایک نصیحت اور اسکی وجہ؟

جناب یعقوبؑ نے احتیاطی تدبیر اور توکل علی اللہ کے درمیان توازن قائم کرتے ہوئے بیٹوں کو حکم دیا کہ جب مصر میں داخل ہونے لگو تو سب ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا کہتے

ہیں کہ مصر کے چار بڑے دروازے تھے چنانچہ یہ لوگ مختلف ٹولیوں کی شکل میں چاروں دروازوں سے داخل ہوئے (مجمع البیان)۔ جناب یعقوبؑ نے یہ نصیحت کیوں کی اس سے ان کا مقصد کیا تھا؟ مفسرین نے اسکی دوتوجیہیں بیان کی ہیں۔

ا۔ایک یہ کہ جب گیارہ تندرست وتوانا آدمیوں کا جتھہ شہر میں داخل ہوتو لوگ یہ خیال کریں گے کہ یہ آزادقبائل کے آدمی ہیں جوقحط کے دنوں میں لوٹ مار کیلئے یہاں آئے ہیں اس طرح ان کوکوئی اذیت نہ پہنچائیں یاان کی شکل وصورت اورظاہری وجاہت کودیکھ کرکچھ شریرلوگ ان کے پیچھے نہ لگ جائیں اوران کوکوئی ضرروزیاں نہ پہنچائیں یاان کےحسن وجمال اورشان وشوکت کودیکھ کران سے حسد نہ کریں اوران کے درپے آزارنہ ہوجائیں اوردربار میں ان کی کوئی غلط سلط شکایت کرکےان کوقیدنہ کرادیں۔

۲۔ دوسری یہ ہے جسے اکثرمفسرین نے اختیارکیاہے کہ جناب نے اپنی اولادکونظربدکے اثر سے بچانے کے لئے یہ نصیحت کی تھی کہ جب یہ گیارہ بھائی جوتندرست وتوانابھی تھے اورحسین وجمیل بھی اکھٹے شہرمیں داخل ہوں توکہیں کسی شخص کی ان کونظربدنہ لگ جائے اورانہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے تمام محققین اسلام کا اس بات پراتفاق ہے کہ نظربدکالگنابرحق ہے حضرت رسول خداصلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مروی ہے فرمایا: ان العین لتدخل الرجل القبر والجمل القدر۔نظربدآدمی کوقبرمیں اوراونٹ کو ہانڈی میں پہنچادیتی ہے(مجمع البیان وتفسیرقرطبی) آج کے دورمیں نظروخیال کی کرشمہ سازی تو سائیٹفک طریقہ سے ثابت ہوچکی ہے جس طرح مضردوااورغذاسے آدمی کوضررپہنچ سکتاہے اسی طرح کسی آدمی کی نگاہ کی شعاعوں اوراسکی قوت خیالیہ کے بدآثارسے بھی نقصان پہنچ سکتا ہے اورسب سے بڑھ کرمشاہدہ اس کا شاہدہے اورمسمریزم اس کامؤیدہے متعددروایات میں واردہے کہ حضرت رسول خداصلی اللہ علیہ والہ وسلم حسنین شریفین کونظربدسے بچانے کے لئے یہ دعاپڑھاکرتے تھے۔ اعیذکمابکلمات اللہ التامہ من شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ۔ (مجمع البیان وتفسیرکبیررازی)اوروہ عوذۃ تفسیروں میں مذکورہے جوجناب جبرئیل حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لائے تھے۔بسم اللہ ارقیک من کل عین حاسدٍ اللہ یشفیک۔(مجمع البیان)۔یہ بھی کتب ادعیہ میں مذکورہے کہ جب کسی آدمی کوکوئی چیزپسندآئےتواسےاپنی نظرسےبچانےکے لئےیااپنے متعلق نظربدلگنےکااندیشہ ہو۔تواس کے ازالہ کے لئے تین باریہ پڑھے"ماشاءلاقوۃالاباللہ العلی العظیم"اورمعوذتین (قل اعوذبرب الفلق اورقل اعوذبرب الناس) کاپڑھنا بالخصوص جب کوئی شخص بن سنورکرگھر سے نکلے اوربدنظرلگنے کاخطرہ ہومجرب ہے(مفاتیح الجنان) بہرحال جناب یعقوبؑ نے اس احتیاطی تدبیراختیارکرنے کی نصیحت کے ساتھ یہ وضاحت

بھی کردی کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ تدبیر خدا کی تقدیر سے بچاسکتی ہے خدا کی تقدیر اٹل ہے۔ تدبیر

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

کی حقانیت ایک نا قابل انکار حقیقت ہے چنانچہ جناب یعقوبؑ نے اس حقیقت کا اظہار کردیا کہ میں تمہیں اللہ کی مشیت اور اسکی تقدیر سے بچا نہیں سکتا اور خدا نے بھی وضاحت کردی کہ اسکی بتائی ہوئی تدبیر خدا کی تقدیر کے مقابلہ میں کچھ بھی کام نہیں آسکتی تھی ہاں البتہ یعقوبؑ کے دل میں ایک تمنا تھی جسے انہوں نے پورا کیا تھا''۔

لمحۂ فکریہ

اس واقعہ میں ارباب عقل ودانش کے لئے ایک لمحۂ فکریہ ہے کہ جب اللہ کا ایک برگزیدہ نبی اپنی اولاد کو اللہ کی مشیت اور اسکی قضاوقدر کی گرفت سے نہیں بچاسکتا تو پھر روایتی پیروں فقیروں کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے جن کو عوام کالانعام نہ صرف اپنا نجات دہندہ تصور کرتے ہیں بلکہ ان کو خدا کی تقدیر کو بدلنے والا مانتے ہیں بہرحال جناب یعقوبؑ کی اس نصیحت سے یہ درس حاصل ہوتا ہے کہ ایک بندہ مومن کو نہ تو صرف ظاہری اسباب پر اس طرح بھروسہ کرنا چاہیئے کہ وہ توکل علی اللہ سے بے نیاز ہوجائے اور نہ ہی صرف توکل پر اس قدر اعتماد کرنا چاہیئے کہ ظاہری اسباب سے یکسر غافل ہوجائے بلکہ ان کے درمیان حسین امتزاج پیدا کرنا چاہیئے یعنی جو کام اس کے کرنے کا ہے وہ ضرور کرے سعی وکوشش کرے اور اسباب والات کو جمع کرے مگر نتیجہ خدا کے سپرد کرے جو مسبب الاسباب ہے اور یہی توکل بر خدا کا حقیقی مفہوم ہے جسے سمجھنے میں نہ صرف عوام بلکہ اکثر خواص بھی ٹھوکر کھاجاتے ہیں۔ فتدبر وتشکر

آیات القرآن

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّىْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِىْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ

صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ
لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوْا
فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿٧٤﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ
فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿٧٥﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ
اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا
كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ
نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ﴿٧٦﴾ قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ
اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ
اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿٧٧﴾ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ
لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿٧٨﴾
قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا
لَّظٰلِمُوْنَ ﴿٧٩﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب یہ لوگ یوسفؑ کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے (حقیقی) بھائی (بنیامین) کو اپنے پاس جگہ دی (اور آہستگی سے) کہا میں تیرا بھائی (یوسف) ہوں بس تو اس پر غمگین نہ ہو جو کچھ یہ لوگ سلوک کرتے رہے ہیں (٦٩) پھر جب اس (یوسفؑ) نے ان کا سامان تیار کرا یا تو پانی پینے کا کٹورا اپنے (سگے) بھائی کے سامان میں رکھوا دیا پھر ایک منادی نے ندا دی کہ اے قافلہ والو! تم چور ہو (٧٠) وہ لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور (پریشان ہو کر) کہا تم نے کونسی چیز گم کی ہے؟ (٧١) انہوں نے کہا کہ ہم نے بادشاہ کے پینے کا (قیمتی) کٹورا گم کیا ہے

اور جو اسے لائے گا اسے ایک بار شتر (غلہ) انعام دیا جائے گا اور میں (منادی) اس بات کا ضامن ہوں (۷۲) انہوں نے بخدا تم جانتے ہو کہ ہم اس لئے یہاں نہیں آئے کہ زمین میں فتنہ وفساد پھیلائیں اور نہ ہی ہم چور ہیں (۷۳) انہوں (ملازمین) نے کہا اگر تم جھوٹے نکلے تو اس (چور) کی سزا کیا ہے؟ (۷۴) انہوں نے کہا اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان سے مل جائے وہ خود ہی اس کی سزا ہے ہم اسی طرح ظلم کرنے والوں کو سزا دیتے ہیں (۷۵) تب یوسفؑ نے اپنے (سگے) بھائی کی خرجین سے پہلے دوسروں کی خرجینوں کی تلاشی لینا شروع کی پھر اپنے بھائی کی خرجین سے وہ گم شدہ کٹورا نکال لیا ہم نے اس طرح (بنیامین کو اپنے پاس رکھنے) کے لئے یوسفؑ کے لئے تدبیر کی کیونکہ وہ (مصر کے) بادشاہ کے قانون میں اپنے بھائی کو نہیں لے سکتے تھے مگر یہ کہ خدا چاہتا ہم جس کے چاہتے ہیں مرتبے بلند کر دیتے ہیں اور ہر صاحب علم سے بڑھ کر ایک عالم ہوتا ہے (۷۶) ان لوگوں (برادران یوسفؑ) نے کہا اگر اس نے چوری کی ہے تو اس پر کیا تعجب اس سے پہلے اس کے ایک حقیقی بھائی نے بھی چوری کی تھی یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور ان پر ظاہر نہیں کیا (البتہ صرف اتنا) کہا تم بہت ہی برے لوگ ہو اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے (۷۷) انہوں نے کہا اے عزیز (مصر) اس کا ایک بہت بوڑھا باپ ہے (وہ اسکی جدائی برداشت نہیں کر سکے گا) اس لئے اسکی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجئے ہم آپکو احسان کرنے والوں میں سے دیکھتے ہیں (۷۸) یوسفؑ نے کہا معاذ اللہ (اللہ کی پناہ) کہ ہم اس آدمی کے سوا جس کے پاس ہم نے اپنا مال پایا ہے کسی اور شخص کو پکڑیں اس صورت میں تو ہم ظالم قرار پائیں گے (۷۹)۔

تشریح الالفاظ

۱۔سقایا۔ کے معنی پانی پینے کا برتن اور پانی پلانے کے ہیں۔ ۲۔ اذن کے معنی ندا دینے اور بلانے کے ہیں۔ ۳۔صواع کے معنی ہیں پانی پینے کا کٹورا۔ ۴۔ كذلك كدنا۔ یہاں کید کے معنی تدبیر کرنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۴۔ ولما دخلوا علی یوسف۔ الآیة

برادران یوسف کا بنیامین کو ساتھ لے کر مصر میں جناب یوسفؑ کی خدمت میں حاضر ہونا

یہ سب بھائی اپنے والد ماجد کی ہدایت کے مطابق مختلف دروازوں سے داخل ہو کر مصر پہنچنے کے بعد جب جناب یوسفؑ کے دربار میں پہنچے تو رسمی سلام وکلام اور احوال پرسی کے بعد ان لوگوں نے جناب یوسفؑ سے کہا کہ یہ (بنیامین) ہمارا وہ بھائی ہے جس کے ہمراہ لانے کا آپ نے حکم دیا تھا۔ اس پر آپ نے خوش ہو کر کہا بہت اچھا کیا۔ پھر ان کو شاہی مہمان کے طور پر ٹھہرایا۔ اور جب کھانے کا وقت ہوا تو انہوں نے دو دو مادری بھائیوں کو اکٹھا کھانا پیش کرنے کا حکم دیا اس طرح بنیامین تنہا رہ گئے۔ تو ان کی دلجوئی کرتے ہوئے ان کو اپنے ساتھ بٹھالیا۔ (مجمع البیان۔ قرطبی۔ طبری وغیرہ) اور کھانا کھا چکنے کے بعد جناب یوسفؑ نے اسی طرح دو دو مادری بھائیوں کو ایک ایک کمرے میں ٹھہرانے کا حکم دیا اور بنیامین کو اپنی مخصوص خواب گاہ میں ٹھہرایا۔

مفسر قمی نے بیان کیا ہے کہ بنیامین جب کنعان سے اپنے بھائیوں کے ہمراہ مصر کے لئے روانہ ہوئے تھے تو انہوں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کھانا پینا ترک کیا ہوا تھا اور ان سے بول چال بھی بند تھی الغرض جب جناب یوسف اور بنیامین کو تنہائی میں اکٹھا بیٹھنے کا موقع ملا تو آپؑ نے بنیامین سے پوچھا کہ تو ان لوگوں کا بھائی ہے؟ کہا ہاں کہا تو پھر ان کے ساتھ اکٹھے کیوں نہیں بیٹھتے؟ کہا یہ لوگ ایک بار میرے مادری بھائی کو اپنے ساتھ لے گئے تھے مگر واپس نہ لائے اور کہا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے اس دن سے میں نے ان سے علیحدہ رہنے کی قسم کھائی ہوئی ہے اس موقع پر جناب یوسفؑ نے اس سے کہا کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیرا بھائی بنوں؟ کہا آپ جیسے بھائی کا کیا کہنا مگر آپ کو یعقوب وراحیل نے تو جنم نہیں دیا اس وقت جناب یوسفؑ نے اس سے معانقہ کرتے ہوئے کہا ہاں مجھے یعقوب وراحیل نے ہی جنم دیا ہے اور بالکل راز فاش کرتے ہوئے صاف صاف کہہ دیا کہ تیرا وہ بھائی یوسف میں ہی ہوں ان لوگوں کی کارستانی پر غمگین نہ ہو اس ناگہانی خوشخبری پر بنیامین بہت خوش وخرم

ہوااور خدا کی حمد وثنا کی (تفسیر کاشف وغیرہ) عقل شاہد ہے کہ جب مدت کے بعد یہ دونوں حقیقی بھائی اکٹھے ہوئے گے تو دونوں نے اپنی اپنی داستان غم اور روئیداد الم ضرور سنائی ہوگی۔ جناب یوسفؑ نے اندھے کنویں میں ڈالے جانے سے لے کر تخت مصر پر فائز ہونے تک کے واقعات سنائے ہوں گے اور بنیامین نے ان کے فراق کی کلفتیں اور بھائیوں کی بدسلوکیوں کے حالات بتائے ہوں گے اور عین ممکن ہے کہ اسی موقع پر جناب یوسفؑ نے بنیامین کو اعتماد میں لے کر ان کو مصر میں اپنے ساتھ ٹھہرانے کے لئے کسی مناسب تدبیر کے اختیار کرنے کی منصوبہ بندی کی ہو جس کا ذیل میں تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

۲۵۔ فلما جهزهم۔ الآية۔

بنیامین کو مصر میں رکھنے کی خدائی تدبیر

نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ جب عرصہ دراز کے بعد دو ماں جائے بھائی اکٹھے ہوئے ہوں گے تو مصر کے تاج وتخت کے مالک یوسفؑ ضرور چاہتے ہوں گے کہ بنیامین کو اپنے پاس رکھیں اور بنیامین بھی ہرگز اس بات کو پسند نہ کرتے ہوں گے کہ یوسفؑ کو چھوڑ کر ان ستم کیشوں کے ساتھ واپس جائیں مگر مشکل یہ درپیش تھی کہ ملکی قانون کے مطابق وہ بنیامین کو ان کے بڑے بھائیوں کی رضامندی کے بغیر اپنے پاس رکھ نہیں سکتے تھے لہٰذا اسے اپنے پاس رکھیں تو کس طرح؟ ابھی حقیقت حال کو آشکارا کرنے کا وقت آیا نہیں ہے اور ہنوز قدرت کو جناب یعقوبؑ کے صبر وضبط کا مزید امتحان لینا اور فراق یوسفؑ کے ساتھ ساتھ بنیامین کے فراق میں بھی مبتلا کرنا مقصود ہے اور اسی وجہ سے باشارہ وحی ربانی جناب یوسفؑ نے اپنے والد ماجد سے تاحال کوئی رابطہ قائم نہیں کیا اور نہ ہی انہیں اپنے حالات وکوائف سے آگاہ کیا ہے ورنہ وہ ان سے رابطہ قائم کرتے اور حالات سے آگاہ بھی کر سکتے تھے چنانچہ یہ طے پایا کہ ایک قیمتی کٹورا بنیامین کے سامان میں رکھا جائے کیونکہ ظاہر ہے کہ شاہی کٹورا کوئی معمولی کٹورا تو نہیں ہو سکتا تھا اور تلاشی لینے پر جب وہ ان کے سامان سے برآمد ہوگا تو خود ان لوگوں کے آئین کے مطابق بنیامین کو روکنے کی صورت پیدا ہو جائے گی باقی رہا اس طرح چوری کا الزام لگنا تو جب بنیامین نے خود اسکی اجازت دے دی تو یہ اشکال بھی رفع ہو گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ کاروائی خدا کے حکم کے تحت عمل میں لائی گئی جیسا کہ کذلک کدنا لیوسف سے ظاہر ہے چنانچہ جب ہر ہر بھائی کا غلہ ان کے مخصوص اونٹوں پر لادا گیا تو بنیامین کے سامان میں وہ شاہی پیالہ چپکے سے رکھ دیا گیا۔ ”ثم اذن مؤذن کی لفظ بتاتی ہے کہ جب قافلہ روانہ ہو گیا اور کارندوں کو وہ قیمتی پیالہ نہ ملا تو انہوں نے خیال کیا کہ چونکہ

جوان لوگوں کے سوا اس محل میں اور کوئی نہیں آیا لہٰذا وہی پیالہ لے گئے ہیں ان کے پیچھے کچھ آدمی دوڑائے گئے اور منادی کرائی گئی اے قافلہ والو رک جاؤ تم چور ہو وہ لوگ یہ سنگین الزام سن کر مبہوت ہو گئے اور جھپٹ کر منادی کرنے والوں کی طرف مڑے اور پوچھا ''تمہاری کونسی چیز کھو گئی ہے''؟ انہوں نے کہا بادشاہ کا مخصوص کٹورا گم ہو گیا ہے اور دیکھو جو شخص اسے لا دے اسے ایک بار شتر انعام دیا جائے گا۔ ان لوگوں نے قسمیں کھا کھا اپنی صفائی پیش کی اور کہا خود تمہیں معلوم ہے کہ ہم یہاں کوئی شرارت کرنے یا فساد پھیلانے کے لئے نہیں آئے (بلکہ غلہ لینے کے لئے آئے ہیں) اور ہم چور نہیں ہیں۔ بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ یہ لوگ پہلے سفر سے لوٹ کر کنعان گئے تھے اور سامان کھولنے پر ان کو معلوم ہوا تھا کہ سامان کے اندر انکی ادا کردہ پونجی (قیمت) بھی موجود ہے تو انہوں نے یہ خیال کر کے شاید عزیز مصر کے کارندوں سے غلطی ہوئی ہیاس لئے وہ اس سفر میں وہ پونجی بھی ساتھ لائے تھے اور واپس کرنے کی کوشش بھی کی تھی لہٰذا ان کے اس قول میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ ''تم خوب جانتے ہو کہ ہم اس سرزمین میں فساد برپا کرنے نہیں آئے (مجمع البیان) مگر کارندے اس سے مطمئن نہ ہوئے اور کہا کہ اگر تم لوگ جھوٹے ثابت ہوئے تو پھر اسکی کیا سزا ہے؟ انہوں نے کہا کہ چور کی اسرائیلی شریعت میں سزا یہ ہے کہ جس کے سامان سے مسروقہ مال نکلے وہی شخص اس کی سزا ہے کہ اسے غلام بنالیا جائے الغرض پھر تلاشی شروع ہوئی اور اس کا آغاز بڑے بھائی کے سامان سے ہوا اور یکے بعد دیگرے سب کے سامان کی تلاشی لی گئی مگر کسی سے وہ پیالہ برآمد نہ ہوا بالآخر جب بنیامین کی خرجین کی تلاشی لی گئی تو اس سے پیالہ برآمد کرلیا چنانچہ بنیامین کو پکڑ کر جناب یوسفؑ کے حوالے کر دیا گیا اور وہ اس تدبیر سے اپنے بھائی کو اپنے پاس ٹھہرانے میں فائز المرام ہو گئے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

کہا جاتا ہے کہ جناب یوسفؑ نے باوجود معصوم ہونے کے یہ کس طرح گوارا کیا کہ بے قصور بھائیوں پر چوری کا الزام لگائیں اور خفیہ تدبیریں کر کے اپنے بھائی کو اپنے پاس ٹھہرائیں؟؟ اس سوال کا جواب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ دیا ہے کہ ان کو جو چور کہا گیا ہے تو اسلئے نہیں کہ انہوں نے عزیز مصر کا پیالہ چرایا تھا بلکہ اس لئے کہ انہوں نے جناب یوسفؑ کو ان کے والد سے چرایا تھا (تفسیر قمی صافی) اور جہاں تک خفیہ تدبیر کے اختیار کرنے کے لیے اس کا جواب خود قرآن میں موجود ہے خدا فرماتا ہے کہ ''كذلك كدنا ليوسف علیہ السلام'' کہ بھائی کو اپنے پاس رکھنے کے لیے یہ تدبیر ہم نے یوسفؑ کو بتائی تھی اور پھر انہوں نے بنیامین کو اعتماد میں لے کر یہ تدبیر اختیار فرمائی۔ جیسا کہ پہلے اس پر تبصرہ کیا جا چکا ہے تو جب یہ سب

کچھ خدا کی مشیت اور اسکے حکم سے ہوا ہے تو پھر اسے ناجائز کہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

۲۶۔ قالوا ان یسرق۔ الآیۃ۔

بہرحال اس واقعہ کے بعد برادران یوسف نے پہلا اور فوری ردعمل تو یہ ظاہر کیا کہ کہا ”اگر اس (بنیامین) نے چوری کی ہے تو اس میں کیا تعجب کی بات اس سے پہلے اس کا ایک بھائی (یوسف بھی چوری کر چکا ہے“۔ یہ بڑا نازک مرحلہ تھا اگر جناب یوسف صبر وضبط کا مظاہرہ نہ کرتے تو پھٹ پڑتے اور انکی تکذیب کرتے ہوئے اپنی صفائی پیش کرنا شروع کر دیتے اور اسطرح قبل از وقت راز فاش ہو جاتا مگر انہوں نے یہ بات اپنے دل میں چھپائے رکھی ان پر ظاہر نہ کی۔ ہاں البتہ صرف اتنا کہا اور وہ بھی غالباً دل میں ”تم بہت ہی برے لوگ ہو“۔

جناب یوسفؑ پر چوری کرنے کے الزام کی اصل حقیقت؟

اس معاملہ کی حقیقت حضرت امام رضا علیہ السلام سے یوں مروی ہے کہ جناب کی ایک پھوپھی تھی جناب یوسف کی والدہ کی وفات کے بعد انکی تربیت ان موصوفہ کے سپرد کی گئی جب جناب یوسف کچھ بڑے ہوئے تو جناب یعقوب نے اپنی بہن سے کہا کہ اب بچہ واپس کریں چونکہ انہیں یوسف سے بے حد پیار تھا اس لئے ان پر یوسف کی جدائی بڑی شاق گذری اور انہیں اپنے پاس رکھنے کے لئے یہ حیلہ کیا کہ اس کے پاس جناب اسحاقؑ کا ایک کمربند تھا جو وراثت میں انہیں ملا تھا وہ ان کی کمر میں باندھ دیا اور آپ کے چلے جانے کے بعد ان پر یہ الزام لگایا کہ وہ یہ کمربند چرا کر لے گئے ہیں اور اس بہانہ سے انہیں اپنے پاس رکھا اور اسرائیلی قانون کے مطابق انہیں وہاں رہنا پڑا (عیون الاخبار، تفسیر عیاشی وغیرہ)۔ اور ان لوگوں کا دوسرا ردعمل یہ تھا کہ جناب یوسف سے استدعا کی کہ اس (بنیامین) کا ایک بہت بوڑھا باپ ہے وہ اسکی جدائی کا صدمہ برداشت نہیں کر سکے گا لہٰذا آپ مہربانی کر کے اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو اپنے پاس رکھ لیجئے! مگر جناب یوسف نے یہ کہہ کر انکی یہ استدعا رد کر دی کہ پناہ بخدا! کہ ہم اس آدمی کو چھوڑ کر جس کے پاس سے ہمارا سامان نکلا ہے کسی اور کو پکڑیں اس صورت میں تو ہم ظالم ٹھہریں گے۔

تقیہ وتوریہ کا ثبوت

توریہ کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں ایک قریب اور دوسرا بعید اب متکلم جب وہ لفظ استعمال کرے تو وہ اپنے دل میں اسکے بعید معنی کا ارادہ کرے مگر مخاطب اس کے قریب والے معنی سمجھے جیسے کسی

شخص سے کوئی ادھار پر رقم مانگے اور یہ اسکے نادہندہ ہونے یا کسی اور وجہ سے دینا نہ چاہے تو کہہ دے میرے پاس رقم نہیں ہے اب اس جملہ کے ایک معنی قریب ہیں کہ میرے پاس یعنی سرے سے ہی رقم نہیں ہے (اور مخاطب یہی سمجھے گا) اور دوسرے معنی بعید ہیں کہ اس وقت میری جیب میں رقم نہیں ہے (متکلم اس معنی کا ارادہ کرے) اس طرح آدمی جھوٹ بولنے سے بھی بچ جاتا ہے اور مطلب برآری بھی ہو جاتی ہے یہاں اسی توریہ کا امکان ہے کہ یہاں توریہ سے کام لیا گیا ہے۔اے قافلہ والو! تم چور ہو مخاطبین یہ سمجھیں گے کہ کٹورا چور ہو حالانکہ منادی کا ارادہ یہ تھا کہ تم یوسفؑ کے چور ہو۔انہیں ان کے والد سے چرایا تھا اور تقیہ یہ ہے کہ کسی اہم دینی یا دنیوی مقصد و مصلحت کی بنا پر خلاف واقع کوئی بات ظاہر کی جائے اور یہ قرآن وسنت کی تصریحات اور عقل وخرد کے بیّنات سے ثابت ہے اور اس موضوع پر آیت الا ان تتقوا تقاۃً کی تفسیر میں تفصیل سے گفتگو کی جا چکی ہے۔

آیات القرآن

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ
اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ
يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ
وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ
سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾
وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَاِنَّا
لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ
عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى
عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ
فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا

اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ
وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ
يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ
اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ
مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ
وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ
مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ
يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ز قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ
يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ
اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ
الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ز وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ
هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمۃ الآیات

پھر جب وہ لوگ اس (یوسفؑ) سے مایوس ہوگئے تو علیحدہ جا کر باہم سرگوشی (مشورہ) کرنے لگے جوان میں (سب سے) بڑا تھا اس نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ (بنیامین کے بارے میں) خدا کے نام پر تم سے عہد و پیمان لے چکے ہیں اور اس سے پہلے یوسفؑ کے بارے میں جو تقصیر تم کر چکے (وہ بھی تم جانتے ہو) اس لئے میں تو اس سرزمین کو نہیں چھوڑوں گا جب تک میرا باپ مجھے اجازت نہ دے یا پھر اللہ میرے لئے کوئی فیصلہ نہ کرے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے (۸۰) لہٰذا تم لوگ اپنے باپ کے پاس واپس

جاؤاور جا کر کہوائے ہمارے باپ ! آپکے بیٹے (بنیامین) نے چوری کی ہے اور ہم نے اسی
بات کی گواہی دی ہے۔جس کا ہمیں علم ہے اور ہم غیب کی نگہبانی کرنے والے نہیں (غیبی
باتوں کی ہمیں خبر نہیں ہے)(۸۱) اور آپ اس بستی (مصر) کے لوگوں سے پوچھ لیجئے جس
میں ہم تھے اور قافلہ والوں سے دریافت کیجئے جس کے ساتھ ہم آئے ہیں اور بے شک ہم
سچے ہیں (۸۲) آپؑ نے (یہ قصہ سن کر) کہا (ایسا نہیں ہے) بلکہ تمہارے نفسوں نے یہ
بات تمہارے لئے گھڑ لی ہے (اور خوشنما کر کے سمجھائی ہے) تو اب (میرے لئے) صبر جمیل
ہی اولی ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو میرے پاس لائے گا بے شک وہ بڑا علم والا،
بڑا حکمت والا ہے (۸۳) (یہ کہہ کر) ان لوگوں کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہا ہائے
یوسف (ہائے یوسف) اور رنج وغم (کی شدت) سے (رورو کر) انکی دونوں آنکھیں سفید
ہوگئیں اور وہ (باوجود مصیبت زدہ ہونے) کے بڑے ضبط کرنے والے اور خاموش
تھے (۸۴) ان لوگوں (بیٹوں) نے کہا خدا کی قسم معلوم ہوتا ہے کہ آپ برابر یوسفؑ کو یاد
کرتے رہیں گے یہاں تک کہ سخت بیمار ہو جائیں گے یا ہلاک ہو جائیں گے (۸۵) آپؑ
نے کہا کہ میں اپنے رنج وغم کی شکایت بس اللہ ہی سے کر رہا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ
کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (۸۶) اے میرے بیٹو! (ایک بار پھر مصر) جاؤ اور یوسف
اور اسکے بھائی کی تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ کی رحمت سے صرف
کافر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔(۸۷) (چنانچہ حسب الحکم) جب یہ
لوگ (مصر گئے) اور یوسف کے پاس پہنچے تو کہنے لگے اے عزیز مصر! ہمیں اور ہمارے
گھر والوں کو بڑی تکلیف پہنچی ہے۔

(اس لئے اب کی بار) ہم بالکل حقیر سی پونجی لائے ہیں (اسے قبول کریں اور) ہمیں پیمانہ
پورا ناپ کر دیجئے (بھرپور غلہ دیجئے) اور (مزید برآں) ہم کو صدقہ وخیرات بھی دیجئے بے
شک اللہ صدقہ خیرات کرنے والوں کو جزاء خیر دیتا ہے (۸۸) آپؑ نے کہا تمہیں کچھ معلوم
ہے کہ تم نے یوسف اور اسکے (سگے) بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا جبکہ تم جاہل و نادان
تھے (۸۹) اس پر وہ لوگ چونکے اور کہا کیا تم یوسف ہو؟ کہا ہاں میں یوسفؑ ہوں اور یہ
میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر احسان کیا بے شک جو پرہیزگاری اختیار کرتا ہے اور صبر سے کام

لیتا ہے(وہ بالآخرضرورکامیاب ہوتا ہے کیونکہ)اللہ نیکوکاروں کااجرضائع نہیں کرتا(۹۰)انہوں(بھائیوں)نے (شرمسارہوکر)کہابے شک ا للہ نے تمہیں ہم پربرتری عطافرمائی ہے اوربے شک ہم خطا کارہیں(۹۱)آپؑ نے کہاآج تم پرکوئی الزام(اورلعنت ملامت) نہیں ہے اللہ تمہیں معاف کرے اوروہ بڑارحم کرنے والا(مہربان)ہے(۹۲)(بعدازاں)کہامیری قمیص لے جاؤ اوراسے میرے والدکے چہرے پرڈال دوانکی بینائی پلٹ آئے گی (وہ بیناہوجائیں گے)اورپھراپنے سب اہل وعیال کو(یہاں)میرے پاس لے آؤ(۹۳)۔

تشریح الالفاظ

۱۔خلصوا نجیا۔کامفہوم ہےعلیحدہ سرگوشی کرنے لگے۔۲۔العیر۔اسکےمعنی قافلہ کے ہیں۔
۳۔ کظیم کےمعنی مصیبت زدہ اورضبط کرنے والے کے ہیں۔۴۔حرضا۔کےمعنی بدن یاعقل کی خرابی کے ہیں۔۵۔بضاعۃ مزجاۃ۔کےمعنی بالکل حقیر پونجی کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۷۔فلما۔استیئسوا۔الآیۃ۔

برادران یوسفؑ کاواپس کنعان آنااورباپ کوساری سرگذشت سنانا؟

قرآن کابیان ہے کہ جب برادران یوسفؑ عزیزمصر(یوسفؑ کی) منت سماجت اوران سے عذرومعذرت کرکےتھک گئےاوربنیامین کی بازیابی سے بالکل مایوس ہوگئےتوبےحدپریشان ہوئےاورعلیحدہ بیٹھ کرمشورہ کرنے لگےکہ اب کیاکرناچاہئے؟اوران کے لئے یہ تصورسوہان روح بناہواتھاکہ آپ اپنے باپ کوکیامنہ دکھائیں گےجن سے بڑے پکےعہدوپیمان کئے تھےکہ وہ بھائی کوضرورواپس لائیں گے چنانچہ بڑے بھائی نے توصاف کہہ دیاکہ جب تک باپ اجازت نہ دے یاخداکوئی دوسرافیصلہ نہ کرے میں تویہیں رہوں گاالبتہ تم واپس وطن جاؤاورجاکرباپ کوسارے حالات کی رودادسناؤاورانہیں بتاؤکہ آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے جس کی

پاداش میں اسے غلام بنالیا گیا ہے اور ہم نے اپنے علم کے مطابق گواہی دی ہے اور ہم عالم الغیب نہیں ہیں اللہ بہتر جانتا ہے کہ حقیقت الامر کیا ہے جب ہم نے بنیامین کو واپس لانے کا عہد و پیمان کیا تھا تو ہمیں علم نہیں تھا کہ کیا حالات رونما ہوں گے اگر ہماری بات پر اعتبار نہ ہو تو پھر مصر والوں سے اور اس قافلہ والوں سے پوچھ لیجئے جو اسی کنعان سے مصر گئے تھے اور ہمارے ساتھ واپس آئے ہیں۔ مفسرین میں قدرے اختلاف ہے کہ یہاں بڑے ہونے سے کیا مراد ہے عمر میں یا عقل میں یا ہر دو میں بڑا ہونا؟ مشہور پہلی بات ہے اگرچہ آخری بات قوت سے خالی نہیں ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بڑے بھائی کا نام یہودا مروی ہے (تفسیر عیاشی) اور بعض مفسرین نے اس کا نام لاوی (تفسیر قمی) اور بعض نے روبین لکھا ہے (مجمع البیان) اور یہی وہ بھائی ہے جس نے بھائیوں کو جناب یوسف کے قتل کرنے سے منع کیا تھا۔ الغرض جب باقی نو بھائی غلہ لے کر واپس کنعان پہنچے اور جب جناب یعقوبؑ نے یہودا اور بنیامین کو حاضر نہ پایا تو ان کے بارے میں استفسار کیا اور بھائیوں نے ساری داستان اور سرگذشت سنادی۔

۲۸۔ وماشھدنا۔ الآیۃ۔

اس بیان سے مستفاد ہوتا ہے کہ گواہی دینے کا دارومدار علم پر ہے خواہ وہ چشم دید واقعات سے حاصل ہو یا کسی ثقہ آدمی کی خبر دینے سے الغرض آدمی اپنے علم کے مطابق گواہی دے سکتا ہے اس میں نفس الامری حقیقت کا جاننا ضروری نہیں ہے اور بالکل اسی طرح باہمی معاہدات بھی ظاہری حالات کے مطابق ہوتے ہیں اور آدمی انہی کا پابند ہوتا ہے اور جو چیز آدمی کے علم ودانست سے باہر ہو اس پر اس معاہدہ کی پابندی عائد نہیں ہوتی بہرحال جب ان لوگوں نے باپ کو یہ عام سرگذشت سنائی جس میں بنیامین کے چوری کرنے کا تذکرہ تھا تو جناب یعقوبؑ نے تصدیق کرنے کی بجائے فرمایا: بل سولت لکم انفسکم یہ بات تمہارے نفسوں نے بنائی ہے اور تمہیں خوشنما و آسان کر کے سمجھائی ہے بہرکیف اب میرے لئے صبر جمیل ہی اولیٰ ہے مجھے اللہ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ وہ طویل شب فراق کے بعد ضرور صبح وصال لائے گا اور میرے بچھڑے ہوئے سب بیٹے مجھ سے ملائے گا۔

۲۹۔ بل سولتکم۔ الآیۃ۔

ایک ایراد اور اس کا جواب

یہاں یہ ایراد کیا جاتا ہے کہ جب برادران یوسف نے باپ سے جا کر کہا تھا کہ

انہیں بھیڑیا کھا گیا تو اس وقت آپ نے یہی الفاظ کہے تھے بل سولت لکم انفسکم (تمہارے نفسوں نے یہ بات تمہارے لئے آسان وخوشنما بنائی ہے) اس وقت تو یہ بات بالکل صحیح تھی مگر اب جو آپؑ نے برادران یوسف کی داستان سن کر یہی الفاظ کہے اس کا جواز کیا ہے؟ جبکہ ا بکی مرتبہ ان لوگوں کا کوئی قصور نہیں تھا؟ اس ایراد کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ برادران یوسف کی پہلی کارستانی دیکھ کر جناب یعقوبؑ کا ان لوگوں سے اعتبار اٹھ گیا تھا اس لئے یہ فرمایا اور اگر یہاں یہ کہا جائے کہ کسی شخص یا چند اشخاص کی سابقہ غلطی پر قیاس کر کے خلاف واقعہ کوئی بات کرنا کسی نبی کے شایان شان نہیں ہے تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ جناب یعقوبؑ نے بالکل سچ کہا تھا یہ بات بھی بیٹوں کی بنائی ہوئی تھی فرق صرف اس قدر تھا کہ پہلی بات برادران یوسف نے گھڑی تھی اور اب کی بار یہ داستان خود جناب یوسفؑ نے (خدا کے سمجھانے) سے بنائی تھی آخر جناب یوسفؑ بھی تو جناب یعقوبؑ کے ہی بیٹے تھے۔

جناب یعقوبؑ کا ہائے یوسفؑ کہہ کر گریہ وبکاء کرنا

جناب یعقوبؑ کیلئے یوسفؑ جیسے بیٹے کی جدائی کا صدمہ ہی کیا کم تھا کہ اب رہی سہی کسر بنیامین کی مفارقت نے پوری کردی پیرانہ سالی اور پھر پیہم ایسے جانگداز صدمات۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا تھا کہ جناب یعقوبؑ کا حزن وملال کس حد تک پہنچا ہوا تھا۔ فرمایا ان ستر بوڑھی عورتوں کے غم کے برابر تھا جن کے جوان بیٹے مرجائیں (قمی، صافی) نیز انہی جناب سے مروی ہے فرمایا دنیا میں سب سے زیادہ رونے والے پانچ حضرات ہوئے ہیں ان میں سے ایک یعقوبؑ بھی ہیں (کتاب الخصال)

الغرض اسی دردفراق کا نتیجہ تھا کہ آپ شدت غم سے بالکل نڈھال ہو گئے اور داد وفریاد شروع کردی یا اسفی علی یوسف ہائے یوسفؑ۔ ہائے یوسفؑ۔ قرآن گواہ ہے کہ رنج وغم سے روتے روتے آپکی آنکھیں سفید ہو گئیں یعنی بینائی ختم ہو گئی اور حدیث نبویؐ میں وارد ہے کہ کلمہ استرجاع (یعنی مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھنا صرف امت محمدیہ کو دیا گیا ہے۔ اور کسی امت کو نہیں دیا گیا۔ اس لئے جناب یعقوبؑ نے ''یااسفی علی یوسفؑ'' کہا تھا۔ (تفسیر صافی وابن جریر طبری)۔

۳۰۔ قالوا تاللہ۔ الآیۃ۔

اولاد کا باپ پر اعتراض اور باپ کا جواب

جناب یعقوبؑ کی اولاد نے جب اپنے باپ کو فراق یوسفؑ میں ہر وقت ماہی بے آب کی طرح تڑپتے

اوراشک غم بہاتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر یہ سلسلہ یونہی جاری رہا تو ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں آپ سخت بیمار نہ ہوجائیں یا اس غم میں گھل گھل کر جان سے ہاتھ نہ دھوبیٹھیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا میں اپنے دکھ درد اور رنج و غم کی شکایت وحکایت اپنے پروردگار کی بارگاہ میں کررہاہوں یعنی کسی بندہ سے تو اپنے دکھ درد کی شکایت نہیں کررہا۔ اور یہی صبر جمیل ہے۔ کہ اپنے رب جلیل کی طرف سے جس قدر مصائب وشدائد پیش آئیں آدمی صبر وضبط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے اور اپنے پروردگار کے سوا کسی بندہ سے کوئی شکوہ وشکایت نہ کرے (تفسیر صافی وقرطبی) اور یہ ہر مسلمان کا فریضہ ہے کیونکہ ہر مشکل کا حل صبر ہے اور ہر غم کا تریاق صبر ہے۔ الصبر مفتاح الفرج صبر ہر کشائش کار کی چابی ہے۔

کسی کے غم میں رونا بے صبری نہیں ہے

جناب یعقوبؑ کے حالات وواقعات سے روز روشن کی طرح واضح وآشکار ہوتا ہے کہ کسی عزیز کی موت یا مفارقت کے دکھ درد اور غم واندوہ سے متاثر ہوکر گریہ وبکا اور آہ وفغاں کرنا اور اپنے دکھ درد کی صرف اپنے پروردگار سے شکوہ وشکایت کرنا ہرگز بے صبری نہیں ہے بلکہ صبر ہے بلکہ صبر جمیل ہے تو پھر بے صبری کیا ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ پہلے صبر کی تعریف معلوم کرنی چاہیے۔ کہ صبر نام ہے ''کف النفس عمالاینبغی'' کہ نفس کو غیر شائستہ قول وفعل سے باز رکھنا بنابریں بموجب اینکه وبضدھا تتبین الاشیاء۔ بے صبری نام ہے خدا کی نازل کردہ مصیبت اور تکلیف پر خدا اور اسکی قدر وقضا پر زبان اعتراض دراز کرنا اور کوئی ایسی حرکت کرنا جو عقلاء روزگار کی نگاہ میں مذموم ہو لہٰذا قانون قدرت اور آئین فطرت میں رونا نہ ممنوع ہے اور نہ بدعت ہے بلکہ سنت نبویہ ہے چنانچہ بخاری شریف میں مذکور ہے کہ جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے صاحبزادے ابراہیم کی وفات پر زار وقطار رورہے تھے تو عبدالرحمن بن عوف نے عرض کیا انت والبكاء؟ یارسول اللہ آپ روتے ہیں؟ فرمایا العین تدمع والقلب یحزن ولکن لانقول مایسخط الرب وانابغراقك یاابراھیم لمحزونون۔

آنکھ آنسو بہارہی ہے اور دل غمگین ہے لیکن ہم زبان سے کوئی ایسی بات نہیں کہیں گے جو ہمارے پروردگار کو ناراض کردے پھر فرمایا اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر غمگین ہیں اور مشکوٰۃ المصابیح اور ترمذی شریف سے بروایت جناب ام سلمہ وجناب ابن عباس رضی اللہ عنھما سے ثابت ہے کہ انہوں نے خواب میں روز عاشور ۶۱ھ میں حضرت رسول خداؐ کو اس حال میں دیکھا کہ علی راسه ولحیته التراب کہ آپ زار وقطار رو بھی رہے تھے اور سر وریش میں خاک بھی ڈالی ہوئی تھی انہوں نے پوچھا یارسول اللہ! آپ نے یہ کیا حالت بنارکھی ہے؟

فرمایا "حضرت مقتل الحسین انفا" کہ میں ابھی ابھی حسینؑ کی قتل گاہ میں حاضر تھا اور وہاں سے آرہا ہوں۔

لمحۂ فکریہ:۔

قرآن وسنت کے ان حقائق کی روشنی میں ان لوگوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے جو عام مرنے والوں کے غم میں رونے کو عموماً اور سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کے غم میں خصوصاً رونے رلانے اور آہ وفغاں کرنے کو ناجائز وبدعت کہا کرتے ہیں ان حقائق سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ کسی عزیز کی جدائی پر خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ اشک غم بہانا نہ صرف جائز ہے بلکہ سنت انبیاء ہے آخر جناب یوسف بھی تو زندہ ہی تھے نیز ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ:۔

توہین ومصائب پہ بہالیتے ہیں آنسو
ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

۳۱۔ یبنی اذھبوا۔ الآیۃ۔

جناب یعقوبؑ کا اپنے بیٹوں کو جناب یوسفؑ اور ان کے بھائی کو تلاش کرنے کے لیے مصر بھیجنا

جناب یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ اے بیٹو! ایک بار پھر مصر جاؤ اور یوسفؑ اوران کے بھائی کا جا کر کوئی سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت وکشائش سے مایوس نہ ہو۔ کیونکہ کافروں کے سوا اور کوئی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔

اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونے کا مطلب ظاہری وسائل سے دستبرداری نہیں ہے

جناب یعقوبؑ نے بیٹوں کو جناب یوسف اور انکے بھائی کی تلاش میں مصر جانے کا حکم دے کر اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہونے کی ممانعت کر کے یہ حقیقت واضح کر دی کہ اللہ کی رحمت کی امید کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسی امید وآس پر بھروسہ کر کے آدمی بیٹھ جائے اور کوئی سعی وکوشش نہ کرے۔ بلکہ بتادیا کہ کسی امید کے

کامیابی سے ہمکنار ہونے کی شرط اولین سعی وکوشش کرنا ہے۔
کیونکہ امید عمل کے ساتھ اور ناامیدی سہل انگیزی کے ساتھ وابستہ ہے لہٰذا حالات حاضرہ کا عقلمندی سے مقابلہ کر کے اپنی کامیابی کی امید رکھنا ہی دانشمندی ہے۔ وبس۔

بقدر الکد تتفسم المعالی
ومن طلب العلیٰ سھر اللیالی۔

الغرض برادران یوسف تیسری بار مصر گئے اور چونکہ ہنوز قحط سالی کا سلسلہ جاری تھا لہٰذا عزیز مصر کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی مالی مشکلات کا کچھ اس انداز سے تذکرہ کیا کہ حالات ناگفتہ بہ ہیں نوبت فاقوں تک پہنچ چکی ہے اور گھر کا سب ساز وسامان بک چکا ہے۔ اس لئے ہم اب کی بار بالکل حقیری پونجی لائے ہیں۔ لہٰذا مہربانی فرما کر نہ صرف ہمیں پورا غلہ دیں بلکہ کچھ صدقہ وخیرات بھی دیں کیونکہ ہم اسکے مستحق ہیں۔

۳۲۔ قال ھل علمتم۔ الآیۃ۔

جناب یوسف راز فاش کرتے ہیں

جب عزیز مصر نے جو دراصل جناب یوسفؑ تھے اپنے خاندان کے حالات سنے اور بھائیوں کو دیکھا کہ سامنے کھڑے ہوئے خیرات کی بھیک مانگ رہے ہیں تو ان کا دل بھر آیا اور رحم وشفقت نے جوش مارا اور سارا راز فاش کرتے ہوئے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔ پھر بعض اخبار وآثار کے مطابق سونے پر سہاگے کا کام اس خط نے دیا جو جناب یعقوب نے عزیز مصر کے نام لکھا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم عدل کے ظاہر کرنے والے اور پورا ناپ تولنے والے عزیز مصر کے نام منجانب یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل الرحمن جسے نمرود نے آگ میں جلانا چاہا تھا مگر خدا نے اسے بردوسلام بنا دیا تھا میں آپکو بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ ہمارے خاندان کو ہمیشہ آزمائش کی مختلف کٹھالیوں میں ڈالتا رہتا ہے۔ پہلے میرے باپ دادا کا امتحان لیا گیا اور اب میں برابر بیس سال سے اپنے عزیز ترین یوسف نامی بیٹے کی جدائی کی آزمائش میں مبتلا ہوں اسکے سوتیلے بھائی اسے اپنے ہمراہ لے گئے اور شام کو جب واپس آئے تو اس کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لائے اور کہا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا اس کے فراق میں رو رو کر میری بصارت جاتی رہی ہے اور کمر جھک گئی ہے اس کے بعد اس کا ایک چھوٹا بھائی تھا جو مجھ مصیبت زدہ کی کچھ تسلی کا باعث تھا جسے تم نے اصرار کر کے اپنے ہاں بلوایا اور پھر اس پر چوری کا الزام لگا کر اسے روک لیا میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہم

خاندان نبوت ہیں ہم کبھی چوری نہیں کرتے لہٰذا اسے رہا کر کے مجھے ممنون احسان بنائیں۔ والسلام۔(مجمع البیان، صافی قرطبی، مظہری وغیرہ)۔ الغرض بھائیوں کی حالت زار دیکھ کر اور باپ کا یہ خط پڑھ کر اب یوسف کو تاب ضبط نہ رہی بلکہ بے اختیار رونے لگے اور پوچھا کہ تمہیں کچھ یاد ہے کہ تم نے جہالت کے عالم میں یوسفؑ اور اسکے سگے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ عزیز مصر سے یہ بات سن کر بھائی چونکے! عزیز مصر اور یوسف کا اس طرح تذکرہ۔ یہ کیا بات ہے؟ اب جو عزیز کی شکل وصورت اور آواز اور حرکات وسکنات پر غور کیا تو انہیں صاف نظر آ گیا کہ یہ تو بالکل یوسف کی مانند ہے حیران ہو کر پوچھا کیا در اصل تم ہی یوسف ہو؟ اس استفہام نے وہ تمام کیفیتیں واضح کر دیں جو یہ منظر دیکھ کر برادران یوسف کے دل ودماغ پر حاوی ہو گئی تھیں۔ اور وہ تمام بدسلوکیاں جو انہوں نے یوسف کے ساتھ کی تھیں وہ ایک ایک کر کے ان کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہی تھیں۔ فرمایا! ہاں میں ہی یوسف ہوں۔ اور یہ میرا (سگا) بھائی ہے اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا خاص انعام واحسان فرمایا ہے (کہ ہمیں تقویٰ وصبر کی صفتوں سے نوازا) بے شک جو پرہیزگاری اختیار کرے اور مصائب وشدائد میں صبر وضبط سے کام لے جو کہ کامیابی وکامرانی کی کلید ہیں تو اللہ کبھی نیکی اور بھلائی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا مخفی نہ رہے کہ جناب یوسف نے بھائیوں کے لئے جب کہ تم جاہل تھے کیوں فرمایا اسکی وجہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ مروی ہے فرمایا جب کوئی بندہ کوئی گناہ وعصیاں کرتا ہے تو اگرچہ عالم بھی ہو تو وہ اس وقت جاہل متصور ہوتا ہے۔ (مجمع البیان)

۳۳۔ لا تثریب علیکم۔ الآیۃ

یہ معلوم کر کے بھائیوں کے سر ندامت سے جھک گئے اور پانی پانی ہو گئے اور جناب یوسفؑ کے فضل وکمال کا اقرار اور اپنے جرم وخطا کا اظہار کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا چنانچہ سب بھائی بولے تاللہ لقد اثرك الله۔ خدا کی قسم خدا نے آپ کو ہم پر برتری عطا فرمائی اور ہم خطا کار ہیں۔ بھائیوں کا اقرار جرم اور اظہار ندامت سن دیکھ کر کریم الطبع یوسف کو جوش آیا اور زیادہ دیر تک اپنے مجرم بھائیوں کو پریشان حال دیکھنا گوارا نہ کیا فوراً فرمایا: لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ آج کے دن تم پر کوئی زجر وتوبیخ نہیں ہے پھر اللہ سے دعا کی یغفر الله لکم۔ اللہ تمہارے گناہ معاف فرمائے۔

پیغمبر اسلامؐ کا اپنے دشمن کفار قریش کے ساتھ یہی سلوک کرنا

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فتح مکہ کے بعد جب آپ کے اور خدا کے دشمن اکابر قریش

آپ کے سامنے لائے گئے تو سب سے پہلے تو آپ نے کفر وشرک کے مرکز میں توحید کا پرچم لہرانے کے بعد بایں الفاظ خدا کا شکر ادا کیا الحمدللہ الذی صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ اور پھر ان ظالموں کافروں سے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ انہوں نے بیک زبان ہو کر کہا۔ ہمیں امید ہے کہ جو ایک کریم بن کریم سردار اور صاحب اقتدار بھائی اپنے مجرم بھائیوں کے ساتھ سلوک کرتا ہے آپ وہی سلوک ہمارے ساتھ کریں گے۔ کفار کا یہ جواب سن کر رحمۃً للعالمین کے دریائے رحمت میں جوش پیدا ہوا اور فرمایا! آج میں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسفؑ نے کہی تھی لاتثریب علیکم الیوم۔ آج تم پر کوئی لعنت ملامت نہیں ہے۔ انتم الطلقاء جاؤ تم آزاد ہو (طبری، کامل، ابن خلدون وغیرہ)۔

۳۴۔ اذھبوا بقمیصی ھذا۔ الآیۃ۔

بعد ازاں اپنے بھائیوں کو حکم دیا کہ کنعان جاؤ اور پھر اپنی قمیص اتار کر ان کے حوالے کی یہ بھی لے جاؤ اور جا کر میرے والد کے چہرہ پر ڈالو اس سے انکی بینائی لوٹ آئے گی اور وہ بینا ہو جائیں گے اور پھر اپنے سب گھر والوں اور خاندان والوں کو میرے پاس لے کر آؤ اور یہاں آرام واطمینان کے ساتھ زندگی گزارو مخفی نہ رہے کہ جناب یوسفؑ کی قمیص جناب یعقوبؑ کے چہرہ پر ڈالنے سے انکی بینائی کا پلٹ آنا جناب یوسف کا معجزہ ہی ہو سکتا۔ جیسے جناب خلیل پر آتش نمرود کا سرد ہونا، جناب موسیٰؑ کے عصا کا اژدھا بن جانا یا جناب عیسیٰؑ کا پنگھوڑے میں کلام کرنا ان انبیاء کے معجزات تھے۔

آیات القرآن

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۙ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ

الرَّحِيْمُ ﴿٩٨﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا
مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ
سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ
حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ
مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا
يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿١٠٠﴾ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ
وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۫ اَنْتَ
وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠١﴾ ذٰلِكَ
مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا
اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ
بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ
لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب (مصر سے) قافلہ روانہ ہوا تو ان کے باپ نے (کنعان میں) کہا اگر تم مجھے مخبوط الحواس نہ سمجھو تو میں یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں (۹۴) ان (گھروالوں) نے کہا خدا کی قسم آپ اپنی پرانی غلطی میں مبتلا ہیں (۹۵) پھر جب خوشخبری دینے والا آیا (اور) وہ قمیص انکے چہرہ پر ڈالی تو وہ فوراً بینا ہو گئے اور کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (۹۶) انہوں (بیٹوں) نے کہا اے ہمارے باپ (خدا سے) ہمارے گناہوں کی مغفرت طلب کریں یقیناً ہم خطا کار تھے (۹۷) آپؑ

نے کہامیں عنقریب تمہارے لئے اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کروں گا بے شک وہ بڑا بخشنے والا، بڑارحم کرنے والا ہے(۹۸) جب وہ سب لوگ کنعان سے روانہ ہوکر یوسف کے پاس (مصرمیں) پہنچے توانہوں نے اپنے ماں باپ کواپنے پاس جگہ دی اورکہا(اب) مصرمیں داخل ہوخدانے چاہاتو یہاں امن واطمینان سے رہوگے(۹۹) اور(دربار میں پہنچ کر) اپنے ماں باپ کوتخت شاہی پر(اونچا) بٹھایااورسب اس کے سامنے سجدہ(شکر) میں جھک گئے(اس وقت) یوسفؑ نے کہااے بابا یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو(بہت عرصہ) پہلے میں نے دیکھا تھاجسے میرے پروردگار نے سچ کردکھایاہے اوراس نے مجھ پر بڑااحسان کیاکہ مجھے قیدخانہ سے نکالااورآپ لوگوں کوصحراء(گاؤں) سے یہاں(شہرمیں)لایا۔ بعداس کے کہ شیطان نے میرے اورمیرے بھائیوں کے درمیان اختلاف وفسادڈال دیاتھابے شک میراپروردگارجوکام کرناچاہتاہے اس کی بہترین تدبیر کرنے والاہے بلاشبہ وہ بڑاجاننے والا، بڑاحکمت والاہے(۱۰۰) اے میرے پروردگارتونے مجھے سلطنت عطافرمائی ہے اورخوابوں کی تعبیر کاعلم بھی تو نے ہی مجھے بخشا ہے اے آسمانوں اورزمین کے خالق تودنیاوآخرت میں میراسرپرست اورکارساز ہے میراخاتمہ(حقیقی)اسلام اورفرمانبرداری پرکراورمجھے اپنے نیکوکار بندوں میں داخل فرما(۱۰۱)(اے پیغمبرؐ) یہ(داستان) غیب کی خبروں میں سے ہے جس کی ہم آپ کی طرف وحی کررہے ہیں اورآپ ان (برادران یوسفؑ) کے پاس اس وقت موجودنہیں تھے جب کہ وہ آپس میں اتفاق کرکے یوسفؑ کے خلاف سازش کررہے تھے(۱۰۲)اورآپ کتناہی حرص کریں(اورکتناہی چاہیں) مگراکثرلوگ ایمان نہیں لائیں گے(۱۰۳) حالانکہ آپ اس بات(تبلیغ رسالت) پران سے کوئی اجرت بھی نہیں مانگتے یہ(قرآن) توتمام جہانوں کے لئے یاددہانی اورپندوموعظہ ہے(۱۰۴)

تشریح الالفاظ

ا۔ تفندون۔فند کے معنی سٹھیاجانے اورضعیف العقلی کی وجہ سے بہکی ہوئی باتیں کرنے کے ہیں۔

۲۔ نزغ الشیطان۔ نزغ کے معنی اختلاف ڈالنے کے ہیں اور نزغ الشیطان کے معنی شیطانی وسوسے کے بھی ہیں۔ ۳۔ العرش۔ کے معنی تختِ شاہی کے ہیں نیز اسکے معنی ستون اور قوام کے بھی ہیں۔

تفسیر الآیات

۳۵۔ ولما فصلت۔ الآیۃ۔

ادھر قافلہ جناب یوسفؑ کا قمیص لے کر مصر سے روانہ ہوا اُدھر جناب یعقوبؑ نے کنعان میں جو کہ مصر سے صدہا میل کے فاصلہ پر تھا گھر والوں سے فرمایا مجھے یوسف کی خوشبو کا احساس ہو رہا ہے اور گھر والوں نے جواب میں کہا کہ ''آپ پرانی غلطی میں مبتلا ہیں'' یہ جواب برادران یوسف کا تو نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ تو اس وقت مصر میں تھے بلکہ یہ جواب جناب یعقوبؑ کے گھر والوں کا یا آپ کے پاس رہنے والے لوگوں کا ہی ہوسکتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی جناب یعقوبؑ کے حق میں گستاخیاں اور ان کے فراق یوسف میں رونے دھونے پر زبان درازی کیا کرتے تھے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں عموماً یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جب برادران یوسف نے جناب یوسفؑ کو کنعان ہی کے ایک اندھے کنویں میں ڈالا تھا تو نہ اس وقت جناب یعقوبؑ کو پیراہن یوسفی کی خوشبو محسوس ہوئی اور نہ اس کی مصر سے خوشبو آئی جہاں وہ برسوں سے موجود تھے مگر آج ایک دم سینکڑوں میل کے فاصلہ سے انکی مہک آ گئی تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کی یہ قوت ادراک اور لطافت احساس انکی ذاتی نہیں ہے جو ہر وقت انکے اختیار و تصرف میں ہو بلکہ یہ اللہ کی بخشش اور اسکی عطا کردہ ہے وہ جب اور جس وقت چاہتا ہے اپنا فیضان کرتا ہے۔ اور ان حضرات کو اس کے کام میں لانے کا موقع دیتا ہے اور اسی چیز کا دوسرا نام معجزہ ہے جو نبی و امام کا فعل نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ کا فعل ہوتا ہے جسے وہ اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے تحت ظاہر کرتا ہے۔ جناب شیخ سعدی نے اسی سوال و جواب کو اپنے مخصوص انداز میں یوں قلمبند کیا ہے۔

یکے پر سیدازاں گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گھر پیر خردمند
زمصرش بوئے پیراھن شمیدی

چرا در چاہ کنعانش ندیدی؟
بگفت احوال مابرق جہاں است
دمی پیدا و دیگردم نہاں است
گھے برطارم اعلی نشینیم
گھے برپشت پائے خود نبینیم

۳۶۔ فلما ان جاء البشیر۔ الآیۃ۔

بشیر کسی خاص شخص کا ذاتی نام نہیں ہے۔ بلکہ اس سے صفاتی نام یعنی خوشخبری دینے والا مراد ہے کتاب اکمال الدین میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس خوشخبری دینے والے کا نام یہودا تھا بہرحال وہ دوسرے بھائیوں سے پہلے گھر پہنچے اور جہاں جناب یوسفؑ کے مل جانے کی خوشخبری سنائی وہاں حسب الحکم جناب یوسفؑ کی مخصوص قمیص آپ کے باپ کے چہرہ پر ڈالی اور اسکے ڈالنے کی دیر تھی کہ آپکی آنکھیں روشن ہوگئیں اور بینائی لوٹ آئی اور کمر سیدھی ہوگئی اور جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ یہ بات جناب یوسفؑ کا معجزہ تھی اور اسکے ڈالنے سے بینائی کا لوٹ آنا کوئی خلاف عقل یا خلاف فطرت بات نہیں البتہ طبیعت ونیچر کے قانون کے خلاف ضرور ہے اور معجزہ نام ہی اسی چیز کا ہے کہ جو نیچر کے ضرور خلاف ہو مگر عقل کے خلاف نہ ہو۔

ایضاح

واضح رہے کہ بعض روایات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ وہی قمیص تھی جو جناب جبرئیلؑ حضرت خلیلِ خداؑ کے لئے جنت سے اس وقت لائے تھے جب ان کو آتش نمرودی میں جھونکا جارہا تھا اور اسکی برکت سے آگ نے نہ صرف یہ کہ ان کو کوئی ضرر وزیاں نہیں پہنچایا تھا بلکہ ان کے لئے بردوسلام ہوگئی تھی اور پھر وہ قمیص وراثت میں جناب یوسفؑ تک پہنچی اور پھر یکے بعد دیگرے سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک پہنچی اور اب وہ تبرکات نبوی میں حضرت امام زمانہ کے پاس موجود ہے جب وہ تشریف لائیں گے تو ان کے پاس ہوگی۔ (تفسیر قمی وعیاشی اور صافی وغیرہ)

۳۷۔ قال الم اقل۔ الآیۃ۔

جب جناب یعقوبؑ کی بینائی لوٹ آئی، کمر سیدھی ہوگئی اور سب بیٹے بھی پہنچ گئے تو خوش ہوکر فرمایا کہ

میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو منجانب اللہ علم تھا کہ یوسف زندہ ہے اور یہ کہ خدا انہیں ان سے ملائے گا چنانچہ بنیامین کی عدم رسیدگی میں بھی آپ کو فراست نبوت کی کرشمہ سازی سے یوسف کی بازگشت کی جھلک نظر آ گئی تھی جب ہی تو فرمایا تھا عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعاً۔ امید ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لائے گا چنانچہ تفسیر قمی اور عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اور کتاب الخرائج میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث کے ضمن میں مروی ہے کہ جناب یعقوبؑ کو (منجانب اللہ) علم تھا کہ یوسف زندہ ہیں اور خدا اس گمشدگی کے بعد انہیں ظاہر کرے گا اور انہیں زندہ ملائے گا اس لئے وہ اولاد اور گھر والوں سے کہا کرتے تھے کہ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اور وہ لوگ اس بات کو ان کا خبط قرار دیتے تھے۔

۳۸۔ قالوا یا ابانا۔ الآیۃ۔

بیٹوں کا اپنے والد سے خدا کی بارگاہ میں ان کی مغفرت کی سفارش کرنے کی درخواست کرنا

اب جبکہ برادران یوسف کا قصوروار ہونا الم نشرح ہو چکا اور سب حقیقت روز روشن کی طرح واضح وآشکار ہو چکی تو جس طرح جناب یوسف کے سامنے اعترافِ جرم کر کے ان سے عفوودرگزر کی استدعا کی تھی اسی طرح والد سے بھی اپنی خطا کاری کا اقرار کرنے کے ساتھ معافی بھی مانگی مگر اس طرح کہ ان سے درخواست کی کہ ہمارے گناہوں کی بخشش کی خدا سے سفارش کریں۔

وسیلہ کا ثبوت

ظاہر ہے کہ جب آپ خود بھی انہیں معاف کریں گے تو خدا سے ان کی مغفرت کی سفارش کریں گے برادران یوسف کی اس درخواست سے جہاں اقرار جرم اور اسکی معافی مانگنا نمایاں ہے وہاں وسیلہ کا ثبوت بھی واضح ہوتا ہے کہ خود اللہ سے مغفرت طلب کرنے کی بجائے اپنے والد کو وسیلہ بنا رہے ہیں کہ آپ ہمارے لئے خدا سے گناہوں کی بخشش کی دعا کریں اور ہماری سفارش کریں۔ یہ بات بالکل ایسی ہی ہے جیسی خدا پیغمبر اسلامؐ کے بارے میں فرماتا ہے: ولو انھم اذظلموا انفسھم جاووک فاستغفروا اللہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللہ توابارحیماً۔ جب ان لوگوں نے (گناہ کر کے) اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا اگر وہ آپ

کے پاس آجاتے اوراپنے گناہوں کی اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور(اے پیغمبر)توبھی ان کی مغفرت کی سفارش کردیتا تو وہ یقیناً اللہ کو بڑا توبہ قبول کرنے والا (اور) بڑا رحم کرنے والا پاتے۔ یہ وسیلہ کے ثبوت کی وہ محکم دلیل ہے کہ جس کا نہ انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کی کوئی اس قسم کی تاویل علیل کی جاسکتی ہے جیسی آیت وسیلہ(وابتغوا الیه الوسیلہ) میں کی جاتی ہے۔ واللہ الموفق

۳۹۔ قال سوف استغفرلکم۔ الآیۃ۔

جناب یعقوبؑ کے سفارش کرنے کا وعدہ کرنے کی وجہ؟

جناب یعقوبؑ نے فرمایا میں عنقریب تمہارے لئے اپنے پروردگار سے استدعا کروں گا اسی وقت خدا سے التجا کرنے کی بجائے وعدہ کیوں کیا؟ بعض مفسرین نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس معاملہ کا تعلق صرف جناب یعقوبؑ سے نہیں تھا بلکہ جناب یوسفؑ سے بھی تھا اس لئے عنقریب جب سب یکجا ہوں گے تو معافی اور دعا کا آخری فیصلہ ہوجائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جناب یوسفؑ نے جلدی معافی دے دی تھی کیونکہ یہ معاملہ ان کی ذات سے وابستہ تھا۔ اوربعض نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ انہوں نے آخر شب تک دعا کرنے کو مؤخر کیا تھا کیونکہ اس وقت کی دعا خصوصیت کے ساتھ قبول ہوتی ہے ان دونوں باتوں کے بعض شواہد روایات میں مل جاتے ہیں۔ (مجمع البیان تفسیر صافی)

ہاں البتہ بعض روایات میں وارد ہے کہ ''اخر الی السحر لیلۃ الجمعۃ'' کہ آپ نے اس دعا و استدعا کو شب جمعہ کے ہنگام سحر تک مؤخر کیا تھا۔ (فقیہ، مجمع اور عیاشی) جو استجابت دعا، بخشش گناہ اور قضائے حاجت کا خصوصی وقت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشخاص کی طرح اوقات اور مکانات کو بھی دعا کی قبولیت میں دخل ہوتا ہے سچ ہے۔

ہر سخن جائے وہر نکتہ مقامے دارد؟

۴۰۔ فلما دخلوا علی یوسف۔ الآیۃ۔

برادران یوسف کا اپنے پورے خاندان کے ہمراہ جناب یوسفؑ کے ہاں پہنچنا

یہاں اس داستان راستان کی درمیانی کڑیاں محذوف ہیں۔ یعنی جناب یوسفؑ کی خواہش کے مطابق

برادران یوسفؑ بہت سا ساز وسامان لے کر کنعان گئے اور پھر وہاں سے اپنے والدین کے علاوہ اپنے پورے خاندان کو جن کی تعداد تہتر نفوس تھی اپنے ہمراہ لے کر مصر روانہ ہوئے اور قریباً نو دن شبانہ روز منازل سفر طے کرتے ہوئے مصر پہنچے اور ادھر جب جناب یوسفؑ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ نہ صرف اپنے عوام بلکہ اپنے امراء وروساء کے ساتھ اور بڑی شان وشوکت کے ساتھ ان کے استقبال کیلئے شہر سے باہر نکلے اور چند میل شہر سے باہر استقبال کیا۔ایک روایت میں ہے کہ جب جناب یعقوبؑ نے یہ جاہ وجلال دیکھا تو یہودا سے پوچھا کیا یہ مصر کا بادشاہ ہے؟ عرض کیا۔نہیں، بلکہ یہ آپ کا نورِنظر یوسف ہے جو آپ کے استقبال کیلئے اپنے امراء ورعایا اور عوام کے ساتھ آیا ہوا ہے۔(مجمع البیان) مقام استقبال پر جناب یوسفؑ کے لئے خیمہ لگایا گیا تھا جس میں آپ ٹھہرے ہوئے تھے جب قافلہ قریب آیا تو جناب یوسفؑ نے آگے بڑھ کر والہانہ استقبال کیا۔اب خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ بیس سے زائد سال جانگداز مفارقت، گریہ وبکاء، آہ وفغاں کے بعد، درد فراق کے مارے اور مدت کے بچھڑے ہوئے باپ بیٹا آپس میں کیسے ملے ہوں گے اور اپنے نور نظر سے کیسے ملاقات ہوئی ہوگی اور وہ بھی اس جاہ وجلال اور شان وشوکت کے ساتھ تھے تو ان کی مسرت وشادمانی اور فرحت جسمانی وکیف روحانی کا کیا عالم ہوگا؟ قلم دوزبان اس کی حقیقی کیفیت کی تصویر کشی سے عاجز وحیران نظر آتی ہے۔

ناطقہ سربگریبان ہے کہ اسے کیا کہیئے؟

الغرض جناب یوسف نے پہلے اس خیمہ میں اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی۔ظاہر ہے کہ وہاں کچھ خوردونوش کا بھی اہتمام کیا ہوگا لہٰذا کچھ دیر وہاں آرام کرنے، مزاج پرسی کرنے اور تواضع کرنے کے بعد یوسفؑ نے ماں باپ سے عرض کیا اب شہر میں داخل ہوں خدا نے چاہا تو آپ وہاں آرام واطمینان کے ساتھ رہیں گے چنانچہ اب وہاں سے سب قافلہ مع جناب یوسفؑ شہر کے لئے روانہ ہوا۔اور بصد اہتمام واحترام دربار شاہی میں پہنچا۔

۴۱۔ ورفع ابویہ۔ الآیة۔

یہاں پہنچنے کے بعد جناب یوسفؑ نے بصد احترام اپنے ماں باپ کو اپنے ساتھ اس تخت شاہی پر بٹھایا جہاں آپ بیٹھا کرتے تھے اور اس موقع پر سب یوسفؑ کے سامنے سجدہ (شکر) میں جھک گئے۔

۴۲۔ وخروا لہ سجداً۔ الآیة۔

وہ سجدہ کس قسم کا تھا جو جناب یوسف کے ماں باپ اور بھائیوں نے

ان کے سامنے کیا تھا؟

ہم قبل ازیں سورہ بقرہ کی آیت ۳۴ واذقلنا للملائکۃ اسجدوالادم۔ الآیۃ۔ کی تفسیر میں تفصیل سے واضح کر چکے ہیں کہ سجدہ وہ ذاتی عبادت ہے اورنا قابل تخصیص ہے اوراللہ کے سواکسی بھی ہستی کوسجدہ کرنا شرکِ عبادتی ہے اورحرام ہے جو ہرشریعت میں حرام رہاہے اوراسی مقام پر یہ بھی ثابت کرآئے ہیں کہ خدانے آدم کوقبلہ بنا کراپنی ذات کوسجدہ کرایا تھااوراسی مقام پر یہ بھی واضح کر چکے ہیں کہ جناب یعقوبؑ اورانکی زوجہ محترمہ اوران کے گیارہ بیٹوں نے جوسجدہ کیا تھاوہ بھی تعظیمی سجدہ نہ تھاورنہ ماں باپ (اور باپ وہ بھی جونبی ہے) بیٹے کوتعظیمی سجدہ کرے اور بیٹا خاموش رہ جائے اس طرح باپ بیٹے کی نبوت اور بیٹے کے اخلاق پرحرف آتا ہے بلکہ یہ سجدہ شکرتھا جوانہوں نے جناب یوسف کوزندہ اوروہ بھی مصر کے تخت حکومت پر متمکن دیکھ کر بارگاہ خداوندی میں کیا تھا۔ بنابریں خروالہ میں جولام ہے وہ سببیہ ہے کہ ان لوگوں نے جناب یوسفؑ کی وجہ سے خدا کا سجدہ شکرکیا تھا۔ ہاں البتہ ہم اسی سورہ یوسف کی آیت ۴ کی تفسیر میں یہ احتمال بھی بیان کرآئے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہاں سجدہ کا شرعی مخصوص مفہوم مرادنہ ہوبلکہ اس سے اس کا لغوی مفہوم (جھکنا) مرادہوجوقدیم زمانہ میں رائج تھا کہ جب کسی کا شکریہ ادا کرنا ہوتا یا کسی کا استقبال کرنا ہوتا یا پھرکسی کوسلام کرنا ہوتا توسینہ پر ہاتھ رکھ کرکسی قدرآگے کی طرف جھکتے تھے اوراگرسجدہ شرعی مفہوم میں تھا توتعظیمی ہرگزنہ تھا بلکہ سجدہ شکرتھا چنانچہ حضرت امام جعفرصادق سے مروی ہے فرمایا: کان سجودھم ذلک عبادۃ للہ کہ ان حضرات کا یہ سجدہ اللہ کی عبادت تھا (تفسیرالبرہان، بحارالانوار) اورحضرت امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا: اما سجود یعقوب وولدہ لیوسف فشکراً للہ۔ یعنی جناب یعقوب اورانکی اولاد نے یوسف کے سامنے جو سجدہ کیا تھاوہ سجدہ شکرتھا۔ (تفسیرعیاشی) والحمدللہ علی وضوح الحق و الحقیقہ۔

جناب یعقوبؑ کے ہمراہ مصر میں آنے والی خاتون جناب یوسفؑ کی خالہ تھیں حقیقی والدہ نہ تھیں

مؤرخین میں مشہور یہ ہے کہ جناب یوسف کی حقیقی والدہ کا بنیامین کی ولادت کے بعدانتقال ہوگیا تھااور یہ خاتون آپکی حقیقی خالہ تھیں جنہوں نے آپکی پرورش کی تھی جن سے بعد میں جناب یعقوبؑ نے نکاح کیا تھاان کواسی طرح مجازاً ماں کہا گیاہے جس طرح چچا کومجازاً باپ کہاجاتا ہے۔ (مجمع البیان، الکاشف)۔

۴۳۔ وقال یابت۔ الآیۃ۔

جناب یوسفؑ نے جب یہ منظر دیکھا تو انہیں اپنا بچپن والا خواب یاد آ گیا اور کہا اے بابا! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے بہت عرصہ پہلے دیکھا تھا جسے میرے پروردگار نے سچ کر دکھایا ہے اور پھر خدا کے انہیں تین بڑے مصائب سے نجات دینے کے خصوصی انعام و احسان کا تذکرہ کیا کہ۔ ۱۔ بھائیوں کے جور و جفا سے نجات دی۔ ۲۔ باپ کی طویل جدائی کا خاتمہ کیا۔ ۳۔ اور قید سے رہائی بخشی فرمایا اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے کہ مجھے قید خانہ سے نکالا، آپ لوگوں کو صحراء سے اٹھا کر یہاں شہر میں لایا بعد اس کے کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان اختلاف اور فساد ڈال دیا تھا جناب یوسف کی شرافت نفسی قابل دید و داد ہے کہ بھائیوں کو شرمسار ہونے سے بچانے کی خاطر یہاں کنویں سے نکالنے کا ذکر نہیں کیا اور بھائیوں کی روش و رفتار کو شیطان کی طرف منسوب کیا اور بھائیوں کو اس کا ذمہ دار قرار نہیں دیا۔

۴۴۔ رب قد اٰتیتنی۔ الآیۃ۔

جناب یوسفؑ اپنے تمام مصائب کے خاتمہ والدین اور بھائیوں کی ملاقات اور ہر لحظہ خدا کی نعمتوں کی بھرمار سے خدا کے تشکر و امتنان کے صالح جذبات سے سرشار ہو جاتے ہیں اور اس طرح اسکی حمد و ثنا کے شکرانہ نعمت اور دعا و پکار میں یوں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اے میرے پروردگار! ایک طرح کی سلطنت بھی تو نے مجھے دی ہے، خوابوں کی تعبیر کا علم بھی تو نے مجھے عطا کیا ہے۔ اے آسمانوں اور زمین کے خالق میرا سرپرست اور کارساز بھی تو ہے۔ میرا خاتمہ بخیر فرما یعنی میرا خاتمہ حقیقی اسلام پر کر اور مجھے اپنے صالح اور نیکوکار بندوں کے زمرہ میں شامل فرما۔ جناب یوسفؑ کی اس دعا و استدعا سے جہاں یہ مستفاد ہوتا ہے کہ آدمی دنیا و دین کے جس قدر بلند درجات پر فائز ہو اسے اپنے خاتمہ سے غافل نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہمیشہ حسن خاتمہ کی دعا کرنی چاہئے کیونکہ انما الاعمال بالخواتیم۔ یعنی کام وہ اچھا ہے جس کا انجام اچھا ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی اسلام کا مقام اس قدر بلند و بالا ہے کہ ایک نبی بن نبی بن نبی بھی حقیقی اسلام پر مرنے کی دعا مانگ رہا ہے اور اللہ کے صالح بندوں میں محسوب ہونے کی تمنا کر رہا ہے۔

احب الصالحین ولست منھم
لعل اللہ یرزقنی الصلاحا۔

وانا اقول کما قال یوسف علی نبینا والہ وعلیہ السلام۔ "رب توفنی مسلما و الحقنی بالصالحین" بجاہ النبی والہ الطاھرین علیہ السلام۔

۴۵۔ ذلك من انباء الغيب۔ الآية۔

جناب یوسفؑ کی داستان سرائی پیغمبر اسلام کی صداقت کی دلیل ہے

خداوندعالم جناب یوسف کی یہ تمام داستان راستان بیان کرکے اسے جناب پیغمبر اسلامؐ کے منکروں پر حجت قرار دے رہا ہے کہ اگر ان کی طرف وحی ربانی نہیں ہوتی تو انہیں یہ داستان اس تفصیل کے ساتھ کس طرح معلوم ہوگئی؟ جب کہ آپ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے جب یہ واقعات رونما ہوئے تا کہ ان کا مشاہدہ کرتے اور نہ ہی کسی کتاب میں یہ تفصیل مذکور ہے کہ اس میں پڑھتے اور نہ ہی یہاں کوئی ایسا شخص موجود تھا جس سے آپ یہ داستان سنتے تو پھر وحی الٰہی کے سوا ان واقعات کے معلوم کرنے کا اور کیا ذریعہ باقی رہ جاتا ہے؟ مخفی نہ رہے کہ اس آیت مبارکہ سے جہاں آپکی وحی نبوت کا اثبات ہوتا ہے وہاں آپکے ہر وقت اور ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کی نفی بھی ہوجاتی ہے کما لا یخفی گویا یہ آیت سورہ ہود کی اس آیت کی مانند ہے جس میں خدا فرماتا ہے۔ تلك من انباء الغيب نوحيها اليك ما كنت تعلمها ولا قومك من قبل هذا فاصبر ان العاقبة للمتقين (ہود ۴۹)۔ کہ قرآنی وحی سے پہلے نہ آپ یہ واقعات جانتے تھے اور نہ ہی آپکی قوم جانتی تھی بلکہ اس سورہ کے آغاز میں بھی یہ بات مذکور ہے کہ نحن نقص عليك احسن القصص بما اوحينا اليك هذا القرآن وان كنت من قبله لمن الغافلين۔

ایضاح

وہ لوگ جن کو علم غیب کی حقیقت کا علم نہیں ہے وہ اس قسم کی آیات پڑھ سن کر کہہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت رسول خداؐ عالم الغیب تھے حالانکہ خدا کے بتانے سے نبی اور وصی غیبی خبروں پر مطلع تو ہوجاتے ہیں مگر یہ علم الغیب نہیں ہے اور نہ ہی اسکے عالم کو عالم الغیب کہا جاسکتا ہے ہاں عالم الغیب شرعی اصطلاح میں اس ذات کو کہا جاتا ہے جس کا علم کلی واحاطی اور ذاتی ہو اور وہ صرف ذات پروردگار ہے۔ وبس۔ چنانچہ فرماتا ہے لايعلم من فى السموات والارض الغيب الا الله یعنی زمین وآسمان میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے۔ فتدبر۔

۴۶۔ وما اكثر الناس۔ الآية۔

قرآن مجید میں بہت جگہ یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے اکثر لوگ ناشکرے ہیں اکثر لوگ بے ہدایت ہیں اور اکثر لوگ عقل وفکر سے کام نہیں لیتے ومن اصدق من الله

قیلاً۔ اللہ سے بڑھ کر سچا کون ہے زبردستی مومن بنانا خدا کی حکمت بالغہ کے خلاف ہے ورنہ سب لوگ ایمان لے آتے۔ولو شاء اللہ لآمن من فی الارض کلھم جمعیاً۔پیغمبر اسلام کو جبر کر کے مسلمان بنانے کی اجازت نہیں۔افانت تکرہ الناس حتی یکونو ا مومنین۔

یہی تھے دوحساب سویوں پاک ہو گئے۔

اور اپنے عزم و ارادہ سے اکثر لوگوں نے ایمان لانا نہیں اس لئے پیغمبر اسلامؐ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ کا کام خدا کا وہ پیغام جو اسکے بندوں کے نام ہے وہ ان تک پہنچانا ہے وبس۔ اس کا منوانا آپ کے ذمہ نہیں کیونکہ

بر رسولاں بلاغ باشد وبس۔

لہٰذا اگر باوجود آپ کے جدوجہد اور سعی وکوشش کے وہ ایمان نہیں لاتے تو آپ کو اس سے پریشان ہونے کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں ہے۔سورہ یوسفؑ میں جس قدر جناب یوسفؑ کی داستان اپنی تفصیلات وہدایات کے ساتھ درج ہے وہ یہاں اپنے اختتام کو پہنچتی ہے۔ والحمدللہ۔

جناب یعقوبؑ کے اس ابتلاء وآزمائش کے ظاہری سبب کا بیان

خدائے علیم وحکیم کے ہر ہر قول اور ہر ہر فعل ہر ہر امر اور ہر ہر نہی، ابتلاء وآزمائش کے اندر اس قدر حکم ومصالح پوشیدہ ہوتے ہیں جن کا انسانی عقل وخرد احاطہ نہیں کرسکتی مگر اس قدر جس قدر وہ خود بتائے یا عالمان علم لدنی بتائیں چنانچہ جناب یعقوبؑ کی ابتلاء وآزمائش کی وجہ کے سلسلہ میں ایک حدیث قدسی جواہر سنیّہ میں موجود ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ کلام کو آگے بڑھانے سے پہلے وہ حدیث یہاں درج کر دی جائے تاکہ دیدہ عبرت بین رکھنے والوں کے لئے درس عبرت اور کحل البصیرت ثابت ہو حضرت شیخ حر عاملی قدس سرہ اپنی کتاب جواہر سنیہ در احادیث قدسیہ میں حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی کتاب علل الشرائع سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے باسناد خود ابوحمزہ ثمالی سے اور انہوں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امامؑ نے جمعہ کے دن اپنی ''سکینہ'' نامی کنیز کو حکم دیا کہ میرے دروازہ سے جو بھی سائل گذرے اسے کھانا ضرور کھلانا کیونکہ آج جمعہ کا دن ہے۔راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا میرے آقا! ہر آنے والا سائل اہل حق تو نہیں ہوتا؟ لہٰذا ہر سائل کے لئے اس قدر تاکید کیوں؟ فرمایا ہوسکتا ہے کہ کوئی سائل اہل حق ہو اور ہم اسے کھانا نہ کھلا کر اس بلاء وابتلا کے مستوجب بن جائیں جس میں جناب یعقوبؑ اور انکی اولاد مبتلا ہوئی تھی پھر (وضاحت کرتے ہوئے) فرمایا جناب یعقوبؑ ہر روز ایک گوسفند ذبح کرتے تھے جس میں سے کچھ صدقہ

دے دیتے تھے اور باقی خود کھاتے تھے اور اپنے اہل وعیال کو کھلاتے تھے ایک دن بروز جمعہ افطاری کے وقت ایک راہ گذر سائل جو کہ بڑا روزہ دار، اہل حق اور خدا کی نگاہ میں قدر ومنزلت رکھنے والا تھا ان کے در دولت پر حاضر ہوا اور برابر کئی بار آواز دی کہ ایک راہ گذر اور بھوکے سائل کو اپنے بچے کھچے طعام میں سے کھانا کھلاؤ۔ وہ لوگ اس کی آواز سنتے تو رہے مگر نا قدری سے اسکی بات کی تصدیق نہ کرتے ہوئے ادھر کوئی توجہ نہ دی پس جب رات کی تاریکی چھاگئی اور وہ شخص بالکل مایوس ہوگیا تو باچشم گریاں اور بادل بریاں واپس چلا گیا اور بارگاہ خداوندی میں اپنی گرسنگی کی شکایت کی اور رات کچھ کھائے بغیر گذاردی (مگر واہ رے ہمت کہ) صبح کچھ کھائے بغیر صبر وشکر کر کے خالی پیٹ روزہ رکھ لیا اور جناب یعقوب اور ان کے خانوادہ نے شکم سیری کی حالت میں رات بسر کی امامؑ فرماتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو خدا نے جناب یعقوبؑ کو وحی فرمائی کہ اے یعقوب! تم نے میرے بندہ خاص کی تذلیل کر کے میرے غضب کو دعوت دی ہے اور اس طرح تم میری تادیب اور اپنے اور اپنی اولاد پر میری عقوبت کے نزول کے مستوجب بن گئے ہو۔

اے یعقوبؑ مجھے اپنے نبیوں (یا فرمایا ولیوں) میں سے سب سے زیادہ پیارا اور سب سے زیادہ مکرم ومحترم وہ ہے جو میرے مسکین بندوں پر رحم کرے، انہیں اپنا مقرب بنائے، انہیں کھانا کھلائے اور ان کے لئے جائے پناہ بن جائے اے یعقوب کل شام افطاری کے وقت میرا ایک خاص بندہ تمہارے دروازہ پر آیا جو بڑا عبادت گذار اور تھوڑی مگر پاکیزہ دنیا پر قناعت کرنے والا تھا۔ وہ برابر صدا کرتا رہا کہ ایک بے نوا قانع مسافر کو کھانا کھلاؤ مگر تم نے اسے کھانا نہ کھلایا حتیٰ کہ وہ روتا ہوا واپس چلا گیا اور میری بارگاہ میں شکایت کی مگر بھوکا رہ کر بھی صبر وشکر سے رات گذاردی اور تم اور تمہاری اولاد نے شکم سیری کی حالت میں رات گذاری حتیٰ کہ صبح کے وقت بھی تمہارے پاس کچھ بچا کھچا طعام موجود تھا اے یعقوب! کیا تمہیں اس سائل کی حالت زار پر ترس نہ آیا؟ اور کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میری عقوبت بہ نسبت میرے دشمنوں کے میرے دوستوں پر جلد نازل ہوتی ہے مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم اب میں تمہیں اور تمہاری اولاد کو ضرور مصائب کا نشانہ بناؤں گا لہٰذا میری ابتلاء وآزمائش کے لئے تیار ہو جاؤ میری قضا وقدر پر راضی رہو اور میری نازل کردہ مصیبتوں پر صبر کرو۔

مؤلف غلام فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس واقعہ کے مطابق جناب یعقوبؑ سے جو کچھ صادر ہوا وہ ترک اولیٰ تھا اور ان کے شایان شان نہیں تھا مگر گناہ نہیں تھا کیونکہ گناہ نام ہے کسی واجب کے ترک کرنے یا کسی فعل حرام کے ارتکاب کرنے کا اور ظاہر ہے کہ کسی سائل کو کھانا کھلانا مستحب تو ہے مگر واجب

نہیں ہے بنابریں ہروہ آیت یا روایت جس سے کسی معصوم کے گناہ کا گمان ہوتا ہو اسے ترک اولی پر محمول
کیا جائے گا لہٰذا اس روایت میں وارد شدہ لفظ ''غضب'' اور ''عقوبت'' (جو بظاہر کسی گناہ کے صدور کی غمازی
کرتے ہیں) کوئی مناسب تاویل کی جائے گی جیسے یہ کہ یہاں غضب کی لفظ کو باعتبار غایت وانجام مراد لیا جائے
یعنی خدا نے جناب یعقوب کو اس اجر وثواب سے محروم کر دیا جو سائل کو کھانا کھلانے پر ملنا تھا اور اس بلاء کو نازل
کر دیا جس نے کھانا کھلانے سے ٹلنا تھا اسی طرح عقوبت سے مراد آزمائش وابتلاء ہے (نہ کسی سابقہ گناہ کی سزا)
اور ظاہر ہے کہ یہ آزمائش کسی سابقہ گناہ کے بغیر بھی ہوسکتی ہے۔ جناب شیخ کلینیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک
اور روایت میں وارد ہے کہ اس ابتلاء وآزمائش کے بعد جناب یعقوبؑ کا طریقہ کار یہ ہو گیا تھا کہ ان کا ایک منادی
ایک فرسخ تک صبح وشام یہ اعلان کرتا تھا کہ جس کسی نے کھانا کھانا ہو وہ جناب یعقوبؑ کے دسترخوان پر آئے
اور آکر کھانا کھائے (کواکب مضیئہ ترجمہ وشرح جواہر سنیہ در احادیث قدسیہ مؤلفہ ایں احقر)۔ ان فی ذلك
لآیات لقوم یعقلون۔

آیات القرآن

وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ يَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهَا وَهُمۡ عَنۡهَا
مُعۡرِضُوۡنَ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤۡمِنُ اَكۡثَرُهُمۡ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمۡ مُّشۡرِكُوۡنَ﴿۱۰۶﴾
اَفَاَمِنُوۡۤا اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ غَاشِيَةٌ مِّنۡ عَذَابِ اللّٰهِ اَوۡ تَاۡتِيَهُمُ السَّاعَةُ
بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ﴿۱۰۷﴾ قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى
بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىۡ ؕ وَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴿۱۰۸﴾ وَمَاۤ
اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى ؕ اَفَلَمۡ
يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ
قَبۡلِهِمۡ ؕ وَلَدَارُ الۡاٰخِرَةِ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰۤى
اِذَا اسۡتَيۡـئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ قَدۡ كُذِبُوۡا جَآءَهُمۡ نَصۡرُنَا ۙ

فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ كَانَ
فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰكِنْ
تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ
یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور آسمانوں اور زمین میں (خدا کے وجود اور اسکی قدرت کی) کتنی ہی نشانیاں موجود ہیں مگر یہ لوگ ان سے روگردانی کرتے ہوئے گذر جاتے ہیں (اور کوئی توجہ نہیں کرتے) (۱۰۵) اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان بھی لاتے ہیں تو اس حالت میں کہ (عملی طور پر) برابر شرک بھی کئے جاتے ہیں (۱۰٦) کیا وہ اس بات سے مطمئن ہو گئے ہیں کہ ان پر کوئی عذاب الٰہی آجائے اور چھا جائے یا اچانک ان کے سامنے اس حال میں قیامت آجائے کہ انہیں خبر بھی نہ ہو (۱۰۷) (اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے! کہ میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اور جو میرا (حقیقی) پیروکار ہے ہم اللہ کی طرف بلاتے ہیں اس حال میں کہ ہم واضح دلیل پر ہیں اور اللہ ہر نقص وعیب سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں نہیں ہوں (۱۰۸) (اے رسولؐ) ہم نے آپ سے پہلے جن کو بھی رسول بنا کر بھیجا وہ مرد تھے اور آبادیوں کے باشندے تھے جنکی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے یقیناً آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ (۱۰۹) یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہونے لگے اور خیال کرنے لگے کہ (شاید) ان سے جھوٹ بولا گیا ہے۔ تو (اچانک) ان کے پاس ہماری مدد پہنچ گئی پس جسے ہم نے چاہا وہ نجات پا گیا اور مجرموں سے ہمارا عذاب ٹالا نہیں جاسکتا (۱۱۰) یقیناً ان لوگوں کے (عروج وزوال کے) قصہ میں صاحبان عقل کے لئے بڑی عبرت ونصیحت ہے وہ (قرآن) کوئی گھڑی

ہوئی بات نہیں ہے بلکہ یہ تو اسکی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے پہلے موجود ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور ایمان لانے والوں کے لئے (سراسر) ہدایت ورحمت ہے (۱۱۱)۔

تشریح الالفاظ

۱۔ کاین۔ یا کأیّ یہ اسم کاف تشبیہ اور ایّ سے مرکب ہے کم خبریہ کی طرح عام طور پر کثرت اور بہت سے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ۲۔ غاشية کے معنی پردہ، ڈھکنا اور ڈھانکنے والی چیز کے ہیں۔ ۳۔ استیئس۔ اسکے معنی مایوس ہونے کے ہیں۔ ۴۔ بأسنا۔ باس کے معنی ہیں عذاب خوف، قوت اور دلیری اور لا بأس بہ کا مفہوم ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

تفسیر الآیات

۱۰۷۔ وکاین من آیة۔ الآیة۔

پیغمبر اسلامؐ کو تسلی دی جا رہی ہے

چونکہ ابھی اوپر آیت ۱۰۳ میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ اے رسولؐ آپ جس قدر چاہیں حرص کریں اور سعی وکوشش کریں مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے ظاہر ہے کہ جب آنحضرتؐ دیکھتے تھے کہ انکی مخلصانہ تبلیغ اور مجاہدانہ جدوجہد موثر نہیں ہو رہی تو انہیں اس بات پر دکھ ہوتا تھا اور اندر ہی اندر کڑھتے رہتے تھے جیسا کہ مخبر صادق نے خبر دی ہے۔ لعلك باخع نفسك الایکونوا مومنين۔ تو اس آیت میں گویا خداوندا اپنے نبی رحمت کو تسلی دے رہا ہے کہ آسمان وزمین الغرض پوری کائنات میرے وجود اور میری قدرت وحکمت کی نشانیوں سے بھری پڑی ہے۔ اور آیات آفاقیہ وانفسیہ سے جہان چھلک رہا ہے مگر یہ لوگ اندھوں کی طرح گذر جاتے ہیں اور ادھر ادھر کوئی توجہ نہیں کرتے اور میرے وجود وقدرت کا اقرار نہیں کرتے بلکہ انکار ہی کر رہے ہیں تو اگر وہ آپ کے معجزات وکمالات دیکھ کر آپکی نبوت ورسالت پر ایمان نہیں لاتے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

۴۸۔ ومایومن اکثرھم۔ الآیۃ۔

یہ تذکرہ توان لوگوں کا تھا جو خدا کے وجود، اسکے علم وکمال اوراسکی قدرت وحکمت کے ہی قائل نہیں ہیں اب ان لوگوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے جو خدا کے وجود کے تو قائل ہیں مگر وہ اسکے ساتھ ساتھ شرک بھی کرتے ہیں اس آیت کا حقیقی مفہوم متعین کرنے میں مفسرین میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس شرک سے کونسا شرک مراد ہے جس کا وہ ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ ارتکاب کرتے ہیں یعنی بیک وقت وہ مومن بھی ہیں اور مشرک بھی حالانکہ ایمان وشرک ایسی دوضدیں ہیں جو کبھی باہم جمع نہیں ہوسکتیں۔

شرک کی اقسام

آیت کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے پہلے شرک کی بڑی بڑی اقسام کا سمجھنا ضروری ہے۔سو واضح ہو کہ شرک کی بڑی بڑی دوقسمیں ہیں۔ا۔شرک جلی۔ ۲۔شرک خفی۔ پھر شرک جلی کی بڑی بڑی چار قسمیں ہیں۔ا۔ شرک ذاتی۔ ۲۔شرک صفاتی۔ ۳۔شرک افعالی۔ ۴۔شرک عبادتی۔اور شرک خفی کی بڑی بڑی دس قسمیں ہیں۔ ا۔شرک اطاعتی۔ ۲۔شرک توکلی۔ ۳۔شرک اخلاصی وغیرہ تو جو شرک ایمان کی ضد ہے وہ شرک جلی باقسامہ ہے کہ جو مومن ہے وہ مشرک نہیں ہوسکتا اور جو مشرک ہے وہ مومن نہیں ہوسکتا مگر جہاں تک شرک خفی کا تعلق ہے وہ ایمان کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے جیسے شرک اطاعتی ہے کہ ایک مومن کبھی خدا کی اطاعت کرتا ہے اور کبھی شیطان کی یا ایک اہل ایمان ہے جو کبھی خدا پر بھروسہ کرتا ہے اور کبھی ظاہری اسباب وآلات پر یا ایک مومن ہے جو کبھی خالصاً بوجہ اللہ عبادت کرتا ہے اور کبھی ریا وسمعہ کے سفلی جذبہ کے تحت وغیرہ وغیرہ تو یہاں شرک سے مراد یہی شرک خفی ہے کہ ایک شخص اللہ، اسکے رسول اوران کے اوصیاء اور دیگر شعائر اسلام پر ایمان لانے کے باوجود مقام اطاعت میں اطاعت ان کی کرتا ہے جو خلاف شرع حکم دیتے ہیں۔خلاصہ یہ کہ وہ ایمان کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا ہے اور اسکے عقیدہ وعمل میں اختلاف پایا جاتا ہے ایسا شخص بے شک مومن ہے مگر اس کا ایمان کمزور ہے۔ورنہ

ماسوااللہ رامسلمان بندہ نیست
پیش فرعونے سرش افگندہ نیست۔

حقیقی مفسران قرآن یعنی ائمہ اہل بیت کے ارشادات سے ہمارے بیان کی تائید مزید ہوتی ہے چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا: شرک طاعۃ ولیس شرک عبادۃ کہ اس سے شرک اطاعتی مراد ہے نہ کہ شرک عبادتی (تفسیر قمی وعیاشی) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے

مروی ہے فرمایا ”یطیع الشیطان من حیث لایعلم فیشرك“۔ کہ ایک بندہ مومن لاعلمی سے شیطان کی اطاعت کرتا ہے اور اس طرح شرک کا ارتکاب کرتا ہے۔ (اصول کافی) اسی طرح انہی جناب سے مروی ہے فرمایا: ھوالرجل یقول لولافلاں لھلکت ۔ وہ شرک یہ ہے کہ بندہ کہتا ہے کہ اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا (تفسیر عیاشی) بلکہ اسے یوں کہنا چاہئے کہ اگر خدا فلاں آدمی کے ذریعہ سے میری دستگیری نہ کرتا تو میں ہلاک ہو جاتا (ایضاً) بہرنوع شرک کی تمام اقسام اور ان کے احکام معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب اصلاح الرسوم کی طرف رجوع فرمائیں۔ علامہ شیخ جعفر شوستریؒ ان الفاظ کے بارے میں بحث کرتے ہوئے جن سے ایک مسلمان مرتد ہو جاتا ہے فرماتے ہیں ”درزبان بعض عوام متعارف است کہ می گویند امام حسین عمرت راز یاد کند یا حضرت عباس روزی تراز یاد بکند یا فلاں امام زادہ ترا از نگاہ محفوظ بدارد دگر منظور ایں است کہ از برکت اینہا بشود۔ آلخ“۔

یعنی بعض عوام الناس کے درمیان متعارف ہے کہ وہ ایک دوسرے سے یوں کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین تمہاری عمر زیادہ کریں یا حضرت عباسؑ تمہاری روزی زیادہ کریں یا تمہیں اولاد دیں یا فلاں امام زادہ تمہاری حفاظت کرے بس اگر کہنے والے کا مقصد یہ ہے کہ ان کی برکت سے ایسا ہو یا یہ بزرگوار خدا کی بارگاہ میں سفارش کریں تو درست ہے ورنہ اگر اس قائل کا مقصد یہ ہے کہ یہی حضرات یہ کام کریں تو پھر اس قائل کا اسلام مشکل ہے۔ (رسالہ منہج الرشاد طبع بمبئی) اور تفسیر انوار النجف کے فاضل مؤلف لکھتے ہیں ”عوام الناس کی زبان سے عموماً نکلتا ہے کہ اللہ و اہل بیتؑ نے فلاں کام کیا یا اللہ اور پنجتن پاکؑ نے فلاں کام کیا، یا اللہ اور علیؑ نے میرا کام کر دیا ہے وغیرہ اس قسم کے فقرات سے شرک کی بو آتی ہے اور معصوم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اس قسم کے فقرات کے استعمال سے مومنین کو گریز کرنا چاہئے“۔ (انوار النجف ج ۸) خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک بندہ مومن کو اپنے ہر قول و فعل میں اس بات کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ خداوند واحد و یکتا ہے، ذات و صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے یعنی خدا ایک ہے۔ واللہ العالم۔

۴۹۔ افامنوان تاتیھم۔ الآیة۔

منکرین توحید و رسالت کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ جب یہ لوگ نہ خدا کو مانتے ہیں اور نہ رسول کو اور نہ روز جزا و سزا کو اور نہ دوسرے شعائر اسلامی کو تو کیا یہ اللہ کے چھا جانے والے عذاب اور قیامت کے اچانک آ جانے سے محفوظ ہو گئے ہیں؟ جو اس طرح بے تحاشا کفر و شرک اور خدا کے احکام کی خلاف ورزی کا ارتکاب کر رہے ہیں کس نے انہیں یہ اطمینان دلایا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اگر خدا کا عذاب آ گیا اور چھا گیا یا ایک دم

قیامت قائم ہوگئی تو ان کا انجام کیا ہوگا؟ اس پیرایہ میں ان لوگوں کو خوابِ غفلت سے جگانا مقصود ہے۔ وبس۔

۵۰۔ قل ھذہ سبیلی۔ الآیۃ۔

اس آیت کا حقیقی مفہوم سمجھنے میں مفسرین کو بڑی الجھن کا سامنا کرنا پڑا ہے وہ یہ فیصلہ ہی نہیں کر پا رہے کہ قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ پر جملہ ختم ہوجاتا ہے اور علی بصیرۃ انا ومن اتبعی جملہ مستانفہ ہے یا یہ پہلے جملہ سے متعلق ہے اور محذوف سے متعلق ہو کر ادعو کی ضمیر کا حال واقع ہو رہا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ اردو کے جس قدر مترجم قرآن اٹھا کر دیکھیں قریباً ہر مترجم نے اس کا الگ ترجمہ کیا ہے اگر طوالت کا خوف دامنگیر نہ ہوتا تو اختلاف کا ایک نمونہ یہاں پیش کیا جاتا مگر حق یہ ہے کہ ''علی بصیرہ'' محذوف سے متعلق ہے اور وہ ادعو کی ضمیر واحد متکلم کا حال واقع ہو رہا ہے۔ انا کی ضمیر ادعو کی ضمیر کی تاکید ہے۔ ومن اتبعنی کا اس پر عطف ہے بنابریں ترجمہ یوں ہوگا (اے پیغمبرؐ) آپ کہہ دیجئے کہ میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اور جو میرا (حقیقی) پیروکار ہے ہم اللہ کی طرف بلاتے ہیں اس حال میں کہ ہم پوری بصیرت اور واضح دلیل پر ہیں یعنی ہماری دعوت دلیل و برہان پر مبنی ہے اور کفار کی طرح کورانہ تقلید پر مبنی نہیں ہے کہ انا وجدنا آبائنا علی امۃ وانا علی اثارھم لمقتدون۔ کاراگ الاپیں اسلام کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ وہ جو بات کرتا ہے وہ دلیل و برہان کے ساتھ کرتا ہے اور دوسروں سے بھی اسی چیز کا مطالبہ کرتا ہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ اور یہ بات کسی خاص وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کا حقیقی اتباع کرنے والا اور دعوت ذوالعشیر ہ سے لے کر سورہ برات کی تبلیغ تک اور فتح مکہ سے لے کر وفات پیغمبر تک ہر لحظہ اور ہر لحہ دعوت الی اللہ میں شریک رسول رہنے والا حضرت امیر علیہ السلام کے سوا پورے عالم اسلام میں کوئی اور نظر نہیں آتا ہاں البتہ آپ کے بعد آپ کی اولاد میں سے گیارہ امام اپنے اپنے دور میں اس معیار پر پورے اترتے ہیں اور اس سلسلہ جلیلہ کے افراد کاملہ نظر آتے ہیں چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا ''علی اتبعہ'' پیغمبر اسلام کے حقیقی متبع اور پیروکار حضرت علی علیہ السلام ہیں (اصول کافی) نیز انہی حضرت سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے فرمایا: ''ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وامیرالمومنین والاوصیاء علیھم السلام من بعدھما'' (ایضا وصافی) وہ داعی الی اللہ حضرت رسول خدا ہیں اور حضرت علی علیہ السلام ہیں اور ان دونوں بزرگواروں کے بعد دوسرے گیارہ وصی ہیں جو داعی اللہ اور دین الٰہی کی مکمل ذمہ داری سنبھالنے والے ہیں۔

۵۱۔ وما ارسلنا۔ الآیۃ۔

چند حقائق کا بیان

آیت مبارکہ میں خداوند حکیم نے چند حقائق بیان کئے ہیں ایک یہ کہ خدا نے ہمیشہ جو بھی رسول بھیجے ہیں وہ بنی نوع انسان سے بھیجے ہیں کبھی ملائکہ میں سے کوئی نبی یا رسول بنا کر نہیں بھیجا دوسری یہ کہ انسانوں میں سے بھی ہمیشہ مردوں کو ہی یہ منصب عطا فرمایا ہے کبھی کسی عورت کو اس عہدہ پر فائز نہیں کیا۔ تیسری یہ کہ خدا نے ہمیشہ جو رسول بھیجے ہیں وہ شہروں اور قصبوں کے باشندوں میں سے بھیجے ہیں کبھی صحرائی بدوؤں میں سے نہیں بھیجے کیونکہ صحرائی لوگ عموماً اکھڑ مزاج اور ناقص العقل ہوتے ہیں۔ مخفی نہ رہے کہ قرآن میں لفظ ''من اهل القرىٰ'' وارد ہے اور ''قریٰ'' قریہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی عموماً بستی کے لئے جاتے ہیں حالانکہ بدو اور صحراء کے بالمقابل اس کے معنی شہر اور قصبہ کے ہوتے ہیں اسی سورہ کی آیت ۸۲ واسئل القرية التي كنا فيها میں مصر کو قریہ کہا گیا کہ آپ اس قریہ کے رہنے والوں سے دریافت کریں جس میں ہم موجود تھے اس آیت میں گویا ان لوگوں کی رد کرنا مقصود ہے جو یہ کہا کرتے ہیں کہ خدا نے پیغمبر اسلامؐ کو انسانوں میں سے کیوں بھیجا؟ فرشتوں میں سے کیوں نہیں بھیجا؟ تو ان سے کہا جا رہا ہے کہ خدا کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے کہ اس نے بنی نوع انسان سے نبی و رسول بھیجے ہیں جو طعام کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور سودا سلف خریدتے تھے اور انکی دعوت بھی وہی تھی جو پیغمبر اسلامؐ کی ہے تو ان انبیائے ماسلف کی نبوت کا اقرار کرنا اور خاتم الانبیاء کی رسالت کا انکار کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

۵۲۔ حتى اذا استيئس الرسل ۔ الآية ۔

چونکہ کفار قریش اعتراض کرتے تھے کہ پیغمبر اسلامؐ جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہیں وہ آتا کیوں نہیں ہے؟ تو خدا اس آیت میں اس بات کی وضاحت کر رہا ہے کہ وہ عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ اس آیت کا صاف اور سادہ مفہوم یہ ہے کہ انبیاء و مرسلین نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا۔ اور جب قوموں نے انکی دعوت پر لبیک نہ کہی تو انبیاء نے ان کو آخرت کے عذاب سے پہلے دنیوی عذاب کے نازل ہونے سے ڈرایا۔ مگر منکرین نے ان کا مذاق اڑایا اور انبیاء نے عذاب کے نزول کا انتظار فرمایا۔ مگر انتظار کرتے کرتے جب انتظار کی مدت اس قدر طوالت پکڑ گئی جس کے بعد یہ خیال پیدا ہونے لگتا ہے کہ اب عذاب نہیں آتا اور یہ دھمکی کبھی حقیقت کا روپ نہیں دھار سکتی تو اس وقت ہماری مدد و نصرت آ پہنچی مجرمین پر عذاب نازل ہو گیا اور اس سے صرف وہی لوگ بچے جنہیں خدا نے بچانا چاہا یعنی صرف اہل ایمان اور اہل تقویٰ محفوظ رہے

بنابریں یہ مایوسی اور کذب بیانی کا خیال زحمت انتظار کی شدت اور اسکے طول پکڑنے کی حدت سے کنایہ ہے اور فصحاء و بلغاء کے کلام میں اس طرح کے مبالغے ہوا ہی کرتے ہیں۔ مگر چونکہ بعض لوگوں کو یہ مفہوم شانِ انبیاء کے منافی نظر آتا ہے اس لئے اس فقرہ کے اصل مطلب تک رسائی حاصل کرنا مفسرین کے لئے خاصا دشوار ہو گیا ہے چنانچہ انہوں نے ظنوا کا فاعل اور قد کذبوا کا نائب فاعل قوم کے افراد کو قرار دیا ہے کہ انہوں نے گمان کیا کہ ان کو جو دھمکی دی گئی ہے وہ غلط نکلی ہے اور بعض مفسرین نے ظنوا اور کذبوا کا فاعل مضمران انبیاء کی امتوں کو قرار دیا ہے کہ انکی امتوں نے گمان کیا کہ ہم سے ان انبیاء نے فتح و فیروزی کے جو وعدے کئے تھے وہ غلط نکلے عیون الاخبار میں مذکور ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے عصمت انبیاء کے بارے میں مامون عباسی نے جو سوالات کئے تھے۔ ان میں سے ایک یہی تھا کہ اس آیت کا کیا مفہوم ہے؟ امام نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ جب انبیاء اپنی امتوں کے ایمان لانے سے مایوس ہوئے اور قوم نے یہ گمان کیا کہ انبیاء نے ان کو جھوٹی دھمکی دی ہے تب ہماری مدد و نصرت انبیاء کے پاس پہنچ گئی (تبیان) اور مجرموں پر عذاب نازل ہو گیا اور جسے خدا نے بچانا چاہا بچالیا بعض مفسرین نے بڑی طویل و عریض بحث کے بعد اسی مفہوم کو انبیاء کی تعظیم و تکریم کے زیادہ موافق اور تقاضائے احتیاط کے مطابق قرار دیا ہے۔

وللناس فیما یعشقون مذاهب

۵۳۔ لقد کان فی قصصھم۔ الآیۃ۔

سابقہ انبیاء اور انکی قوموں کے قصص و حکایات میں اور ان کے عروج و زوال کی داستانوں میں اور انکی آبادی و بربادی کے واقعات میں عموماً اور جناب یوسفؑ اور انکے بھائیوں کے قصہ میں خصوصاً دانشمندوں کے لئے بڑا سامان عبرت و نصیحت موجود ہے بشرطیکہ وہ ان داستانوں کو صرف دوسروں کی حکایت سمجھ کر نہ سنیں اور پڑھیں بلکہ ان سے درس عبرت حاصل کرنے اور اس سے اپنی زندگی کو سنوارنے کی غرض سے سنیں اور پڑھیں مگر آہ

کاخ جہاں پراست زذکر گذشتگاں
لیکن کسے کہ گوش نہداین صدا کم است

سچ ہے "ما اکثر العبر واقل الاعتبار"؟

۵۴۔ ما کان حدیثاً۔ الآیۃ۔

کان کا اسم بنابر مشہور قرآن ہے کہ یہ قرآن کوئی گھڑا ہوا افسانہ نہیں ہے بلکہ یہ ہر اس کتاب کا مصدق ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہے اس میں ہر اس چیز کی تفصیل موجود ہے جس کا تعلق دین سے ہے اور یہ اہل ایمان کے لئے کتاب ہدایت اور سراپا رحمت ہے کیونکہ وہی لوگ اس کتاب ہدایت ورحمت سے استفادہ کرتے ہیں یہ ایسا ہی ہے جیسے ذلك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين۔ یعنی یہ کتاب ہے تو عالمی کتاب عالمی نبی پر نازل ہوئی ہے اور عالمین کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے مگر اس سے فائدہ وہی خوش قسمت لوگ اٹھائیں گے جن کے دلوں میں مشعل ایمان روشن ہوگی اور جن کے بدنوں پر لباس تقویٰ ہوگا۔ اللهم اجعلنا منهم بجاه سيد المرسلين وآله الطاهرين۔ والحمدلله۔ اولاً آخراً۔

سورۃ الرعد کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:۔

اس سورہ کا نام ’’رعد‘‘ اس لئے مقرر ہوا ہے کہ اس میں رعد کا خصوصی طور پر تذکرہ کیا گیا ہے۔’’یسبح الرعد بحمدہ و الملائکۃ من خیفتہ‘‘۔اس سورہ کی آیتیں تنتالیس اور رکوع چھ ہیں۔

عہد نزول:۔

یہ سورہ مکی ہے یا مدنی؟ اس سورہ کے سرنامہ پر بالعموم ’’سورۃ الرعد مکیۃ‘‘ ہی لکھا ہوا ہوتا ہے مگر علماء فریقین میں اختلاف ہے کہ یہ سورہ مکی ہے یا مدنی۔ چنانچہ شیخ طوسی نے اپنی تفسیر تبیان میں اور فاضل الوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ اس کا مکی ہونا متفق علیہ نہیں بلکہ اس میں اختلاف ہے۔بعض نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اس میں صرف ایک آیت مکی ہے جو یہ ہے ’’ولا یزال الذین کفروا تصیبھم بما صنعوا قارعۃ‘‘ باقی سب مدنی ہے۔(تفسیر تبیان)۔مگر مفسر آلوسی نے یہ کہہ کر اس بحث کا خاتمہ کیا ہے کہ یہ سورہ مکی ہے مگر اس میں کچھ آیتیں مدنی بھی ہیں (روح المعانی)۔

اس سورہ کے مضامین کی اجمالی فہرست

۱۔قرآن کلام خدا ہے مگر اکثر لوگ یہ حقیقت نہیں جانتے۔

۲۔خدا کی قدرت وحکمت کو نا قابل انکار آیات تکوینیہ سے ثابت کیا گیا ہے۔

۳۔مختلف اسالیب سے بار بار توحید و رسالت اور قیامت کی حقانیت واضح کی گئی ہے۔

۴۔ان حقائق پر ایمان لانے کے فوائد وعوائد بیان کئے گئے ہیں اور نہ لانے کے نقصانات۔

۵۔کفر و شرک کو سراسر حماقت و جہالت قرار دیا گیا ہے۔

۶۔پیغمبر اسلامؐ کی دعوت کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں پائے جانے والے شکوک وشبہات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

۷۔ہر شئے کا خالق و مالک خدا ہی ہے۔

۸۔محافظ فرشتوں کا تذکرہ۔

۹۔ ہر چیز خدا کی تسبیح وتقدیس کرتی ہے۔
۱۰۔ خدا کسی قوم کی حالت کو بلاوجہ تبدیل نہیں کرتا۔
۱۱۔ خدا کی یاد اطمینان قلب کا باعث ہے۔
۱۲۔ پیغمبر اسلامؐ کے دو گواہوں کا تذکرہ ایک کتاب اور دوسرا عالم کتاب۔
۱۳۔ برائی کا مقابلہ بھلائی سے کرنے کا حکم۔
۱۴۔ لوح محفوظ اور لوح محو واثبات کا ذکر۔ وغیرہ وغیرہ۔

سورہ رعد کی تلاوت کرنے کا ثواب

۱۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ رعد کی بکثرت تلاوت کرے اس پر کبھی آسمانی بجلی نہیں گرے گی اگرچہ ناصبی ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر مومن ہو تو بلاحساب جنت میں داخل ہوگا اور اپنے خاندان کے تمام لوگوں اور دینی بھائیوں کے حق میں اسکی شفاعت مقبول ہوگی۔ (ثواب الاعمال۔ تفسیر عیاشی)۔

۲۔ نیز انہی حضرت سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص اندھیری رات میں نماز عشاء کے بعد یہ سورہ لکھے اور جابر وظالم بادشاہ کے دروازے پر لٹکا دے تو اسکی رعایا اور فوج اس کے خلاف بغاوت کردے گی اور اسکی عمر کوتاہ ہوجائے گی اور اگر ویسے کسی ظالم کافر یا ملحد وزندیق کے دروازے پر لٹکا دی جائے تو باذن اللہ اسکی ہلاکت وبربادی کا باعث ہوگی (تفسیر البرہان)۔

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ الٓمّٓرٰ‌ ۚ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ‌ ؕ وَالَّذِىۡۤ
اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ الۡحَـقُّ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ‏ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ
الَّذِىۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا‌ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ
وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ‌ ؕ كُلٌّ يَّجۡرِىۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى‌ ؕ يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ
يُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّكُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ‏ ﴿۲﴾ وَهُوَ الَّذِىۡ مَدَّ

الۡاَرۡضَ وَجَعَلَ فِیۡهَا رَوَاسِیَ وَاَنۡهٰرًا ؕ وَمِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیۡهَا
زَوۡجَیۡنِ اثۡنَیۡنِ یُغۡشِی الَّیۡلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ
یَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۳﴾ وَفِی الۡاَرۡضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنۡ اَعۡنَابٍ
وَّزَرۡعٌ وَّنَخِیۡلٌ صِنۡوَانٌ وَّغَیۡرُ صِنۡوَانٍ یُّسۡقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۟ وَنُفَضِّلُ
بَعۡضَهَا عَلٰی بَعۡضٍ فِی الۡاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۴﴾

ترجمۃ الآیات

الف، لام، میم یہ الکتاب (قرآن) کی آیتیں ہیں اور جو کچھ آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ سب بالکل حق ہے لیکن اکثر لوگ (اس پر) ایمان نہیں لاتے (۱) اللہ وہی تو ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا ہے بغیر ایسے ستونوں کے جو تم کو نظر آتے ہوں پھر وہ عرش (اقتدار) پر متمکن ہوا۔ اور سورج و چاند کو (اپنے قانون قدرت کا) پابند بنایا (چنانچہ) ہر ایک معینہ مدت تک رواں دواں ہے وہی اس کارخانہ قدرت (کے) ہر کام کا انتظام کر رہا ہے اور اپنی قدرت کی نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا یقین کرو (۲) اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں مضبوط پہاڑ بنادیے اور نہریں جاری کر دیں اور اس میں ہر ایک پھل کے جوڑے دو قسم کے پیدا کر دیئے وہ رات (کی تاریکی) سے دن (کی روشنی) کو ڈھانپ دیتا ہے بے شک ان سب چیزوں میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں (۳) اور خود زمین میں مختلف ٹکڑے آس پاس واقع ہیں (پھر ان میں) انگوروں کے باغ ہیں (غلہ کی) کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں کچھ ایسے جو ایک ہی جڑ سے کئی درخت نکلے ہیں اور کچھ وہ جو ایسے نہیں ہیں سب ایک ہی پانی سے سیراب کئے جاتے ہیں مگر ہم (ذائقہ میں) بعض کو بعض پر برتری دیتے ہیں۔ یقینا ان امور میں ان لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں (۴)

تشریح الالفاظ

۱۔ رواسی۔ کے معنی ہیں مضبوط پہاڑ۔ ۲۔صنوان۔ جب ایک جڑ سے دو یا اس سے زائد کھجور کے درخت پھوٹیں تو ہر ایک کو صنو یا صنو کہا جاتا ہے۔ ۳۔ الاکل و الاکُل۔ کے معنی ہیں پھل اور خوراک ۔ ۴۔ آیات۔آیت کی جمع ہے جس کے معنی نشانی کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۔ المر۔ الآیة۔

قبل ازیں کئی بار اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ یہ حروف مقطعات جو قرآن مجید کی بعض سورتوں کی ابتداء میں موجود ہیں۔ یہ ان متشابہات میں سے ہیں جنکی حقیقی تاویل خدا جانتا ہے یا اسکے بتانے سے راسخون فی العلم جانتے ہیں اگرچہ بعض روایات میں ان حروف کے بعض مفاہیم بیان کئے گئے ہیں جیسے اسی المر کے بارے میں کتاب معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ معنی مروی ہیں کہ الف سے انا اور لام سے اللہ میم سے محی و ممیت اور را سے رزاق مراد ہے۔یعنی انا اللہ المحی الممیت الرزاق۔ کہ میں اللہ ہی زندہ کرنے اور مارنے والا اور روزی دینے والا ہوں مگر اس قسم کی روایات کی سند یقینی نہیں ہے لہٰذا اولیٰ یہی ہے کہ ان کے حقیقی مفہوم و مطلب کو خدا اور راسخون فی العلم یعنی سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے حوالے کیا جائے۔

۲۔ تلك آيات۔ الآیة۔

بعض نے الکتاب سے تورات و انجیل اور والذی انزل الیک سے قرآن مجید مراد لیا ہے اور بعض نے الکتاب سے قرآن مجید اور والذی انزل الیک سے حدیث قدسی وغیرہ مراد لی ہے کیونکہ آنحضرتؐ کی شان یہ ہے کہ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی وہ اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتے بلکہ ان کی طرف جو وحی کی جاتی ہے وہ اسی کی ترجمانی کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول خدؐا کی حدیث بھی وحی الٰہی ہی ہے ہاں البتہ جیسا کہ تفسیر کے پہلے مقدمہ میں قرآن و حدیث قدسی اور عام حدیث میں فرق واضح کیا گیا ہے کہ ان ہر سہ میں باہمی فرق یہ ہے کہ قرآن کے مطالب و معانی اور الفاظ و حروف منجانب اللہ ہوتے ہیں جو فصاحت و بلاغت میں حد اعجاز تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں اور حدیث قدسی کے بھی مطالب و معانی

اورالفاظ وکلمات گومنجانب اللہ ہوتے ہیں مگر وہ حدِ اعجاز تک پہنچے ہوئے نہیں ہوتے اور عام حدیث کے گومطالب ومعانی منجانب اللہ ہوتے ہیں مگر الفاظ وکلمات نبی کے اپنے ہوتے ہیں اور اس نظریہ کی بنا پر کہ یہاں الکتاب سے مراد قرآن اور والذی انزل الیک سے حدیث قدسی وغیرہ مراد ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی کی گئی ہے کہ یہاں حرف عطف موجود ہے جو معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت کا تقاضا کرتا ہے۔ مگر بایں ہمہ تحقیقی قول یہ ہے جسے فریقین کے عام مفسرین نے اختیار کیا ہے کہ یہاں الکتاب اور والذی انزل الیک ہر دو سے مراد قرآن مجید ہی ہے۔ بنابریں یہ عطف عطف تفسیری ہے جو مغائرت کا تقاضا نہیں کرتا۔ یہ قرآن ہی ہے جس کے بارے میں قرآن ناطق یعنی حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں ان ھذا القران ظاھرہ انیق وباطنہ عمیق لاتفنی عجائبہ ولاتنقضی غرائبہ ولاتنکشف الظلمات الابہ۔ یہ وہ قرآن ہے جس کا ظاہر خوش آئند ہے اور باطن بہت گہرا ہے اسکے عجائب کبھی فنا نہیں ہوتے اور اسکے غرائب کبھی ختم نہیں ہوتے اور کفر وشرک اور گناہ وعصیاں کی تاریکیاں صرف اسی سے دور ہوتی ہیں۔ (نہج البلاغہ)

۳۔ اللہ الذی۔ الآیة۔

یہاں سے خدا کی ہستی، اسکی وحدانیت اور اسکی قدرت وحکمت پر دلائل آفاقیہ شروع ہوتے ہیں اور ان کا آغاز اجرام فلکیہ سے کیا گیا ہے کہ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کے ان بلند وبالا شامیانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر بلند اور کھڑا کیا ہے جو تمہیں نظر نہ آئیں عمد عمود وعماد کی جمع ہے جس کے معنی ستون اور سہارا کے ہیں چونکہ ''ترونہا'' میں ھا کی ضمیر کا مرجع عمد ہے اور یہ جملہ اس کی صفت واقع ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس آسمان کے جذب وکشش کے ستون تو ہیں مگر وہ مادی اور محسوس نہیں ہیں جنہیں تم دیکھ سکو یہی مفہوم حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا'' نعم عمد ولکن لاترونھا'' ہاں ستون تو ہیں مگر وہ تمہیں نظر نہیں آتے (تفسیر قمی وعیاشی) اور یہی بات موجودہ تحقیقات کے مطابق ہے کہ جذب وکشش کے ستون تو ہیں مگر وہ مرئی نہیں ہیں اور ہمیں مادی حواس سے محسوس نہیں ہوتے۔

۴۔ ثم استوی علی العرش۔ الآیة۔

اس فقرہ کی مکمل تفسیر سورہ اعراف کی آیت ۵۴ کی تفسیر میں بیان کی جا چکی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے خلاصۂ کلام یہ ہے کہ پھر خدا اقتدار اعلیٰ پر قابض ہوا اور اس پر متمکن ہوگیا۔ یعنی اسکی بادشاہت کائنات ہستی پر نافذ ہوگئی۔ کیونکہ کائنات کا خالق بھی وہی ہے اور مدبّر بھی وہی۔

۵۔ وسخر الشمس والقمر۔ الآیۃ۔

خدا کے وجود اور اس کی قدرت وحکمت کی بے شمار نشانیوں میں سے یہ دوسیارے یعنی آفتاب و ماہتاب بھی ہیں جو اپنے مقررہ مدار میں اس طرح گردش کرتے ہیں کہ بال برابر ادھر اُدھر نہیں ہوتے سورج اپنے مدار کو سال میں اور چاند ایک ماہ میں پورا کر لیتا ہے اور اپنے مقررہ وقت پر طلوع وغروب ہوتے ہیں کبھی ایک منٹ کا فرق واقع نہیں ہوتا۔ بس خدا نے دونوں کو جس طرح کام پر لگا دیا ہے وہ اپنے معینہ نظام الاوقات کے تحت لگے ہوئے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر چیز ایک حکیم وعلیم خدا کے قبضہ قدرت میں ہے اور سب کچھ اسی کے حکم کے تحت ہو رہا ہے۔ ذلک تقدیر العلیم الحکیم۔

۶۔ یدبر الامر۔ الآیۃ۔

اس جملہ کی تفسیر سورہ یونس کی آیت ۳ کی تفسیر میں گذر چکی ہے کہ خدائے حکیم نے اس کائنات ارضی وسماوی کو پیدا کرنے کے بعد نہ اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے اور نہ کسی نبی وامام یا کسی دیوی دیوتا کے حوالے کیا ہے بلکہ خود ہی اسکی تدبیر اور انتظام فرما رہا ہے اور خود ہی سب نظام ہستی چلا رہا ہے خدا اسی طرح کھول کھول کر نشانیاں بیان کرتا ہے تا کہ لوگوں کو قیامت کے برحق ہونے کا یقین ہو جائے کہ جو خدا یہ سب کائنات پیدا کرنے اور اس کا نظام چلانے پر قادر ہے وہ قیامت کے قائم کرنے اور مردوں کو زندہ کر کے اپنی بارگاہ میں پیش کرنے پر بھی قادر ہے۔

۷۔ وھو الذی مدّ الارض۔ الآیۃ۔

بعض آسمانی نشانیوں کے تذکرہ کے بعد اب بعض زمینی نشانیوں کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے۔ اور بتایا جارہا ہے کہ یہ زمین کا وسیع وعریض فرش کس نے اور کیوں بچھایا ہے؟ آج کل سائنسی تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ زمین کروی (گول) شکل کی ہے اور مسطّح نہیں ہے لہٰذا اسکے مدوامتداد (پھیلائے جانے) سے اسکی کرویت کا انکار لازم نہیں آتا۔ اور نہ ہی قرآن اس سے بحث کرتا ہے اور نہ ہی یہ اس کا موضوع ہے بہرحال جب کوئی جسم بہت بڑا ہو تو اس کا جو ٹکڑا بھی انسانی آنکھ کے سامنے آتا ہے وہ مسطّح اور پھیلا ہوا ہی نظر آتا ہے۔

۲۔ یہ بڑے بڑے پہاڑ کس نے بنائے، ان کو زمین کی میخیں کس نے قرار دیا؟ ان میں مختلف معدنیات کے خزانے کس نے پیدا کئے؟ جن سے لوگ ہزاروں فائدے اٹھا رہے ہیں۔

۳۔ ان سخت وسنگلاخ پتھروں اور چٹانوں سے پانی کے چشمے کس نے جاری کئے؟ اور کس نے ان

سے دریا نکالے اور میدانی علاقوں میں لاکھوں مربع میل زمین کو سیراب کرنے کا انتظام کس نے کیا؟

۴۔ پھر تمام پھلوں کی دو دو قسمیں کہ کوئی چھوٹا ہے کوئی بڑا، کوئی میٹھا ہے کوئی کھٹا، کوئی سرخ ہے اور کوئی سفید اور بعید نہیں ہے کہ جس طرح کھجور اور پپیتہ وغیرہ بعض درختوں میں نر و مادہ ہوتے ہیں اسی طرح دوسرے درختوں اور پھلوں میں بھی نر و مادہ موجود ہوں؟ اور پھر ہواؤں کے ذریعہ سے تلقیح کا عمل انجام پاتا ہو؟

۵۔ دن کے بعد رات کا آنا اور اس کی روشنی کو ڈھانپ لینا اور یہ شب و روز کے سلسلہ کا جاری کرنا جس سے لوگ کاروبار بھی کر سکیں اور آرام و سکون بھی یہ جہاں اللہ کی قدرت و حکمت کی دلیل ہے وہاں شرک اور تعدد الٰہ کی تردید بھی ہے ''دنیا میں ایسی مشرک قومیں بھی گذری ہیں جنہوں نے رات اور دن کو مستقل دیوتا مان کر انکی پوجا کی ہے'' (تفسیر ماجدی)۔ بے شک ان چیزوں میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لئے خدا کی قدرت و حکمت کی نشانیاں ہیں۔

۸۔ وفی الارض قطع۔ الآیۃ۔

خدا کی زمینی نشانیوں میں سے یہ بھی ایک بڑی نشانی ہے کہ اس کے مختلف قطعات بالکل آس پاس ہیں مگر اسکے باوجود خاصیت مختلف ہے مزاج مختلف ہے کوئی زرخیز زمین ہے اور کوئی نہیں ہے کہیں انگور کا باغ ہے، کہیں غلہ کی کھیتیاں ہیں اور کہیں کھجوریں ہیں بعض کے تنے اکہرے ہیں اور بعض کے دوہرے ہیں اور پھر جس پانی سے سیراب ہوتے ہیں وہ پانی بھی ایک ہے مگر پیداوار کی مقدار میں فرق ہے (کہیں زیادہ اور کہیں کم) ذائقہ میں فرق ہے کوئی بہتر ہے اور کوئی کہتر کہیں ایک جڑ سے کئی کئی تنے پھوٹ نکلتے ہیں اور کہیں ایک جڑ سے صرف ایک ہی تنا نکلتا ہے یہی حال بنی آدم کا ہے کہ کچھ اچھے ہیں اور کچھ بُرے ہیں حالانکہ اصل سب کی ایک ہے۔ ؎

ابوہم آدم والام حواء

جب ان کے پاس ہدایت آتی ہے تو کوئی اس سے استفادہ کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا۔ کوئی تھوڑا فائدہ اٹھاتا ہے اور کوئی زیادہ یقیناً ان امور میں صاحبان عقل و خرد کے لئے بڑی نشانیاں ہیں یہ سب کچھ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سب کچھ نہ آپ سے آپ ہو رہا ہے اور نہ طبیعت و نیچر کا اندھا قانون کر رہا ہے۔ بلکہ ایک خدا ہے جو علیم بھی ہے اور حکیم بھی وہ اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے یہ سب نظام ہستی چلا رہا ہے۔

آیات القرآن

وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَإِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَإِنَّا لَفِىْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ۚ
أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَأُولٰٓئِكَ الْأَغْلٰلُ فِىْٓ أَعْنَاقِهِمْ ۚ
وَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝٥ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ
بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۗ وَإِنَّ رَبَّكَ
لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝٦
وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۗ إِنَّمَآ أَنْتَ
مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝٧ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ
الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۗ وَكُلُّ شَىْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝٨ عٰلِمُ الْغَيْبِ
وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝٩ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ
جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝١٠

ترجمة الآیات

(اے مخاطب) اگر تمہیں تعجب کرنا ہے تو تعجب کے قابل ان (کفار) کا یہ قول ہے کہ جب (مرکر) خاک ہو جائیں گے تو کیا ہم از سرِ نو پیدا ہوں گے؟ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا اور یہ ہیں جنکی گردنوں میں طوق پڑے ہوں گے اور یہی جہنمی ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے (۵) اور (اے رسولؐ) یہ لوگ آپ سے نیکی (مغفرت) سے پہلے برائی (عذاب) کے لئے جلدی کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے (ایسے لوگوں پر) خدائی سزاؤں کے نمونے گذر چکے ہیں اور آپ کا پروردگار لوگوں کو ان کے ظلم و زیادتی کے

باوجود بڑا بخشنے والا ہے اوریقینا آپ کا پروردگار سخت سزا دینے والا بھی ہے۔(۶) اور کافرلوگ کہتے ہیں ان (پیغمبر اسلامؐ) پر انکے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی (ہماری مرضی کے مطابق) کیوں نہیں اتاری جاتی ؟ حالانکہ تم تو بس (اللہ کے عذاب سے) ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لئے ایک راہنما ہوتا ہے(۷) اللہ ہی جانتا ہے کہ ہر عورت (اپنے پیٹ میں) کیا اٹھائے پھرتی ہے؟ اور اس کو بھی (جانتا ہے) جو کچھ رحموں میں کمی یا بیشی ہوتی رہتی ہے اور اس کے نزدیک ہر چیز کی ایک مقدار مقرر ہے(۸) وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر سب چیزوں کا جاننے والا ہے وہ بزرگ ہے(اور) عالی شان ہے(۹) تم میں سے کوئی چپکے سے کوئی بات کرے یا اونچی آواز میں کرے اور جو رات کے وقت چھپا رہتا ہے یا دن کے وقت (صاف ظاہر) چلتا ہے اسکے علم میں سب یکساں (برابر) ہیں(۱۰)

تشریح الالفاظ

۱۔الاغلال۔ یہ غل کی جمع ہے جس کے معنی ہتھکڑی اور طوق کے ہیں۔ ۲۔المثل۔ یہ المُثْله اور المَثله کی جمع ہے جس کے معنی آفت، عبرت ناک سزا اور عقوبت کے ہیں۔ ۳۔ تغیض۔غیض کے معنی ہیں تھوڑی مقدار اور نامکمل اسقاط شدہ بچہ۔ ۴۔سارب۔ کے معنی ہیں صاف ظاہر اور واضح۔

تفسیر الآیات

۹۔ وان تعجب۔ الآیة۔

چونکہ کفار و مشرکین حیات بعد الممات، قیام قیامت اور اسکے حساب و کتاب کو خلاف عقل اور ناممکن جانتے تھے اور انہی امور کے خبر دینے پر وہ انبیاء کی تکذیب کرتے تھے جو در اصل خدا کی قدرت اور قدر کے انکار کے مترادف ہے اور دوسری زندگی کے منکرین کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے جس بات کا وہ اقرار کرتے ہیں دوسری بار اسی کا انکار کر دیتے ہیں پہلی زندگی کا انکار تو ان کے لئے ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ ایک زندہ حقیقت ہے تو جب پہلی زندگی کا وجود ممکن ہے جو زیادہ مشکل ہے اور عدم سے وجود میں لانے کا نام ہے تو دوسری زندگی کیوں ناممکن ہے جو سہل ہے اور منتشر اجزاء کو اکٹھا کر کے ان میں جان ڈالنے کا نام ہے جبکہ خدا قادر بھی ہے

اور علیم بھی وہ ہر ایک چیز کے متفرق اور بکھرے ہوئے اجزاء ذرات کو جانتا بھی ہے اور ان کو جمع کرنے پر قادر بھی ہے چونکہ ان لوگوں کا دوسری زندگی کا انکار کرنا دراصل خدا اور اسکی قدرت کے انکار کے مترادف ہے اسی لئے خدا خود فرما رہا ہے اے میرے حبیب! یہ لوگ صرف آپ کی نبوت کا ہی انکار نہیں کرتے بلکہ دراصل اپنے پروردگار کے منکر ہیں اس لئے وہ دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

۱۰۔ یستعجلونك۔ الآیة۔

بجائے اس کے یہ بدبخت لوگ اپنے گناہوں کی مغفرت اور بخشش طلب کرتے وہ الٹا اللہ کے عذاب کے نزول کو کسی نبی کی حقانیت کا معیار قرار دیتے تھے کہ اگر یہ نبی سچا ہے تو پھر وہ عذاب کیوں نہیں آتا جس کی یہ دھمکی دیتا ہے؟ حالانکہ کہ اسی احمقانہ مطالبہ کی وجہ سے کئی قومیں تباہ و برباد ہو چکی ہیں اور خداوندی سزاؤں کے عبرتناک نمونے گذر چکے ہیں تو چاہئے تو یہ تھا کہ یہ ان لوگوں کے واقعات سے عبرت حاصل کرتے مگر وہ خود نہ صرف یہ احمقانہ مطالبہ کر رہے ہیں بلکہ جلدی بھی کر رہے ہیں اگر عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ہی خدا اور رسول کا اقرار کرنا ہے اور ان کو ماننا ہے تو پھر فائدہ کیا ہوگا؟ اس وقت ماننے کی مہلت کب ہوگی؟ اور اگر بالفرض مل بھی گئی تو اس وقت کا ایمان لانا قبول کب ہوگا حالانکہ دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ دوسروں کے حالات سے عبرت حاصل کی جائے اور وقفہ سے فائدہ اٹھایا جائے اور قرآنی دعوت میں غور و فکر کر کے اپنی دنیا و آخرت کو سدھارا جائے خدا کے قانون مہلت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اس سے غلط نتیجہ اخذ کرنا اور الٹا اثر لینا بدترین قسم کی جہالت اور حماقت ہے۔

۱۱۔ ویقول الذین۔ الآیة:

باوجودیکہ وہ پیغمبر کے سینکڑوں معجزے دیکھ چکے تھے جبکہ آپکی پاک و پاکیزہ سیرت اور آپکی بے مثال روش و رفتار آپ کی صداقت کا سب سے بڑا معجزہ تھا وہ بھی آنکھوں کے سامنے تھا مگر اس کے باوجود ان کا یہ کہنا کہ آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری جاتی'' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اپنا مطلوبہ معجزہ دکھانے کا مطالبہ کر رہے ہیں اس لیے ان لوگوں کے اس مطالبہ کے جواب میں خداوند عالم فرما رہا ہے کہ ان سے کہہ دیجئے کہ میرا اصلی کام کافروں اور بدکاروں کو خدا کے عذاب سے ڈرانا ہے جو میں نے پوری طرح انجام دے دیا ہے۔ باقی رہا معجزہ کا دکھانا تو اولاً تو وہ میرا کام نہیں ہے وہ فعل خدا ہے اور وہ اپنی حکمت بالغہ سے جب اور جس قسم کا چاہتا ہے معجزہ ظاہر کر دیتا ہے وہ تمہارے مطالبہ کے مطابق اور تمہاری مرضی کے مطابق ظاہر کرنے کا پابند نہیں ہے اور نہ ہی میرا یہ کام ہے کہ تم فرمائشیں کرتے رہو اور میں انہیں

پورا کرتا رہوں مگر مکہ والوں کے پاس تو کسی نبی کی صداقت کا معیار دولت، اقتدار اور عوامی مقبولیت تھا وہ آپ کی سیرت و کردار اور اخلاق و اطوار اور دوسرے کمالات کو یا آپ کی غیر معمولی دعوت و پیغام کو کب خاطر میں لاتے تھے؟ حالانکہ جو سمجھدار لوگ ہوتے ہیں وہ کسی پیغامبر کے غیر معمولی پیغام کو دیکھتے ہیں اور اس میں غور و فکر کرتے ہیں اور خود اس کے کردار کو دیکھتے ہیں اور پھر اس کی صداقت کا یقین کرتے ہیں اور یہی صحیح طریقہ کار ہے۔

۱۲۔ ولکل قوم۔ الآیة:

اس فقرہ کا مفہوم متعین کرنے میں مفسرین میں قدرے اختلاف ہے بعض نے اسے اس سے قبل منذر سے متعلق قرار دیا ہے کہ آپ تو بس عذاب سے ڈرانے والے اور ہر قوم کے راہنما ہیں اور بعض نے اسے بالکل الگ جملہ قرار دیا ہے کہ ہر قوم کے لیے ایک راہنما ہوتا ہے خواہ نبی کی شکل میں یا وصی کی صورت میں۔ پہلی امتوں میں بھی ہادی ہوتے چلے آئے ہیں اور اس امت میں بھی ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک برقرار رہے گا حقیقی وارثان قرآن یعنی ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی تفسیر سے اسی دوسرے قول کی تائید مزید ہوتی ہے کہ حضرت رسول خداؐ منذر ہیں اور آپ کے بعد راہنمائی خلائق کا منصب آئمہ طاہرین علیھم السلام کے حوالے کیا گیا ہے۔

چنانچہ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسول خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ انا المنذر وعلی الهادی من بعدی علی بك یهتدی المهتدون۔ (مجمع البیان) ”فرمایا میں ڈرانے والا ہوں اور علیؑ میرے بعد ہادی ہیں پھر فرمایا علی تیرے ذریعہ ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے“ حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام سے مروی ہے فرمایا: ان الهادی هو امام کل عصر معصوم یومن علیه الغلط وتعمد الباطل۔ کہ ہادی سے مراد ہر دور کا وہ معصوم امام ہے جس کے متعلق اطمینان ہے کہ وہ کوئی غلط اور باطل کام نہیں کرتا۔ (تفسیر بتیان) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا: المنذر رسول اللهﷺ واله والهادی امیر المومنین وبعده الائمة۔ (تفسیر قمی وعیاشی) منذر (عذاب خدا سے ڈرانے والے) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہادی سے مراد حضرت امیر علیہ السلام اور ان کے بعد والے ائمہ اہلبیت علیہم السلام ہیں کیونکہ زمین کبھی حجت خدا کے وجود سے خالی نہیں ہوتی۔

قبل ازیں آیت مبارکہ وان من قرية الا وقد خلافيها نذير۔ کی تفسیر میں اس موضوع پر گفتگو ہو چکی ہے کہ آیا ہر ملک و ملت میں براہ راست کسی نبی و رسول کا آنا ضروری ہے؟ یا اسکے اوصیاء اور امت کے علماء و فضلاء کے ذریعہ سے بھی یہ فریضہ ادا ہو سکتا ہے؟ اور آیا بنابریں متحدہ ہندوستان میں کوئی نبی آیا ہے

یا نہ؟اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۱۳۔ اللہ یعلم ۔ الآیۃ:

اللہ ہی جانتا ہے ہر مادہ کے حمل کو کہ لڑکا ہے یا لڑکی، خوبصورت ہے یا بدصورت نیک بخت ہے یا بد بخت، اور جو کچھ رحموں میں گھٹتا ہے کہ ناقص الخلقت ہے یا تام الخلقت، بچہ کتنی مدت شکم مادر میں رہے گا حمل سقط ہوگا یا پورے نو ماہ کا ہوگا یا اس سے بھی زیادہ مدت گذرے گی تب پیدا ہوگا۔ یہ تمام صورتیں مراد ہوسکتی ہیں الغرض شکم مادر ایک عجیب وغریب فیکٹری ہے جس سے انسان تیار ہوتے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی جنکی شکلیں ،صورتیں اور صلاحیتیں جدا جدا ہوتی ہیں۔اور یہ سب کچھ مقررہ مقدار کے مطابق ہوتا ہے۔اور ایک قادر مطلق اور علیم وحکیم خدا کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔

۱۴۔ عالم الغیب۔ الآیۃ:

یہ سابقہ مضمون کی تشریح اور تاکید مزید ہے کہ اللہ کا علم سب حاضر وغائب کو محیط ہے اور وہ ہر شخص کے شب وروز کے حرکات وسکنات سے مکمل طور پر آ گاہ ہے وہ مخفی اور ظاہر، پوشیدہ اور ہویدا اور سر وعلانیہ سب امور کو جانتا ہے۔ وہ ہماری سرگوشیوں کو بھی سنتا اور بلند آواز سے بات کرنے کو بھی الغرض کائنات ارضی وسماوی کی کوئی چیز اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔اور نہ ہی کوئی چیز اسکی قدرت اور گرفت سے باہر ہے وہ جب اور جہاں اور جس حال میں چاہے اسے پکڑ وجکڑ سکتا ہے اس نے اس کو جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے وہ بڑا عالی شان اور بزرگ وبالا ہے۔

آیات القرآن

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ
بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾ هُوَ الَّذِیْ
یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَیُسَبِّحُ
الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ

بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ دَعْوَةُ
الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا
كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ
الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ ۩ قُلْ مَنْ رَّبُّ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا
يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى
وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ
شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ
شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

ترجمۃ الآیات

انسان کے آگے اور پیچھے (خدا کے مقرر کردہ) نگہبان ہیں جو اللہ کے حکم سے باری باری اسکی حفاظت کرتے ہیں بے شک اللہ کسی قوم کی اس حالت کو نہیں بدلتا جو اس کی ہے جب تک قوم خود اپنی حالت کو نہ بدلے اور جب خدا کسی قوم کو (اس کے عمل کی پاداش میں) کوئی تکلیف پہنچانا چاہتا ہے تو وہ ٹل نہیں سکتی (پہنچ کر ہی رہتی ہے)۔اور نہ ہی اللہ کے سوا ان کا کوئی حامی ومددگار ہے (۱۱) وہ وہی (خدا) ہے جو ڈرانے اور امید دلانے کے لیے بجلی (کی چمک) دکھاتا ہے اور (دوش ہوا پر) بوجھل بادل پیدا کرتا ہے (۱۲) بادل کی گرج اور فرشتے بھی اس کے خوف سے اسکی حمد وثنا کے ساتھ اسکی تسبیح کرتے ہیں اور وہ آسمانی بجلیاں گراتا ہے اور جسے چاہتا ہے ان کی زد میں لاتا ہے درآنحالیکہ وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں جبکہ وہ بڑا زبردست قوت والا ہے (۱۳) (تکلیف کے وقت) اسی کو پکارنا برحق ہے اور اسے

چھوڑ کر جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ انہیں کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی (پیاسا) اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے کہ وہ (پانی) اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ اس تک پہنچنے والا نہیں ہے اور کافروں کی دعا و پکار گمراہی میں بھٹکتی پھرتی ہے (۱۴) اور جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں وہ سب خوشی یا ناخوشی سے اللہ کو ہی سجدہ کر رہے ہیں اور ان کے سائے بھی صبح و شام (اسی کو سجدہ کناں ہیں) (۱۵) (اے رسول ان سے کہو (پوچھو) آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے؟ (خود ہی) بتائیے کہ اللہ (نیز) ان سے کہو۔ کیا تم نے اس کو چھوڑ کر کچھ کارساز بنا لیے ہیں؟ جو اپنے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے کہہ دیجئے کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہیں اور کیا نور و ظلمت (اندھیرا اور اجالا) یکساں ہیں؟ کیا ان لوگوں نے اللہ کے کچھ ایسے شریک بنائے ہیں جنہوں نے اللہ کی طرح کچھ مخلوق خلق کی ہے؟ جس کی وجہ سے تخلیق کا یہ معاملہ ان پر مشتبہ ہو گیا ہے؟ کہہ دیجئے کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہی ہے وہ یگانہ ہے اور سب پر غالب ہے (۱۶)

تشریح الفاظ

۱۔المعقبات۔ کا مطلب ہے دن رات کے فرشتے۔ ۲۔شدید المحال۔ المحال کے معنی قوت شدت، ہلاکت اور عذاب کے ہیں۔ ۳۔الاصال یہ اصیل کی جمع ہے جس کے معنی ہیں عصر اور مغرب کا درمیانی وقت۔

تفسیر الآیات

۱۵۔ لہ معقبت الآیۃ۔

معقبات معقبہ کی جمع ہے اور من امر اللہ میں من بمعنی باء ہے جس سے فرشتوں کی وہ جماعت مراد ہے جو یکے بعد دیگرے خدا کے حکم سے انسان کی حفاظت پر مامور ہے۔ یہ فرشتے انسان کے آگے پیچھے رہتے ہیں دو دن میں اور دو رات میں یکے بعد دیگرے ان کی ڈیوٹی تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اور علی الصبح چاروں اکٹھے ہوتے ہیں چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا خدا نے ہر انسان کے ساتھ کچھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو ہلاکتوں سے اس کی حفاظت کرتے ہیں ہاں البتہ جب قضا و قدر کا خاص وقت آ جائے تو پھر وہ درمیان سے ہٹ

جاتے ہیں (مجمع البیان) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا اس سے وہ محافظ فرشتے مراد ہیں جو انسان کی کنویں میں گرنے، یا اس پر دیوار کے گرنے یا کسی اور بلا و مصیبت میں گرفتار ہونے سے حفاظت کرتے ہیں ہاں البتہ جب قضاء حتمی کا وقت آ جائے اور خدا اسے کسی مصیبت میں مبتلا کرنے کا فیصلہ کر لے تو وہ سامنے سے ہٹ جاتے ہیں۔ (تفسیر قمی وصافی) کعب سے مروی ہے کہا اگر خدا نے یہ محافظ مقرر نہ کیے ہوتے تو جنات تمہیں اچک کر لے جاتے (مجمع البیان)۔ سچ ہے کہ اذا جاء القدر عمی البصر۔ جب قضا آ جاتی ہے تو بصارت ختم ہو جاتی ہے یعنی۔

تدبیر کے پر جلتے ہیں تقدیر کے آگے

الغرض یہ ملائکہ محافظین انسان کی دنیا و آخرت کی آفتوں، بلاؤں اور ہلاکتوں سے حفاظت کرتے ہیں روزمرہ کا مشاہدہ شاہد ہے کہ انسان ایک پیش آمدہ مصیبت اور ہلاکت سے بال بال بچ جاتا ہے اور دیکھنے والے حیران ہوتے ہیں کہ اس حادثہ سے بچنے کی کوئی امید نہ تھی یہ سب کچھ انہی خدائی پہریداروں کی نگہبانی کا نتیجہ ہے بنابریں ''لہ'' کی ضمیر کا مرجع انسان ہے جو من اسر القول ومن جہر بہ سے سمجھا جاتا ہے اللہ یا رسول کی طرف راجع نہیں ہے۔

۱۲۔ ان اللہ لا یغیر۔ آلآیۃ

قوموں کے عروج و زوال کے اسباب کا تذکرہ

خدائے علیم و حکیم نے اس آیت مبارکہ میں قوموں کے عروج و زوال اور ترقی و تنزل کا فلسفہ اور راز بیان کیا ہے۔ کہ جب بھی کسی قوم میں اچھا یا بُرا انقلاب آتا ہے تو وہ خود قوم کے اپنے داخلی اچھے یا برے حالات و صفات کا نتیجہ ہوتا ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اگر خدا کسی قوم کو عزت و عظمت اور خوشحالی و مرفہ الحالی سے سرفراز کرتا ہے تو اپنے خاص فضل و کرم کے علاوہ اسکی سعی و کوشش اور شکرانہ نعمت کی وجہ سے (لئن شکرتم لازیدنکم) اور پھر وہ اس وقت تک اس نعمت کو باقی رکھتا ہے جب تک وہ اپنے اندر اسکی استعداد باقی رکھتی ہے۔ اور اگر وہ اس سے یہ نعمتیں سلب کرتا ہے تو اس کے برے اعمال، ناشکری، فرض ناشناسی اور سہل انگیزی کے سبب سے (ولئن کفرتم ان عذابی

لشدیدن)۔بنابریں یہ کہنا صحیح ہے کہ انسان کی تقدیر اس کے اپنے ہاتھ میں ہے یعنی سنت اللہ یہ ہے کہ خدا کسی قوم کے ساتھ اس وقت تک اپنا معاملہ اور سلوک تبدیل نہیں کرتا جب تک قوم خود اپنی روش ورفتار میں تبدیلی نہ کرے الغرض دنیا میں جو کوئی قوم کچھ پاتی ہے تو وہ قانون قدرت کے تحت پاتی ہے اور جب کوئی قوم کچھ کھوتی ہے تو بھی قانون قدرت کے تحت کھوتی ہے خدا کے سوا نہ کوئی دینے والا ہے اور نہ کوئی لینے والا ہے۔

مخفی نہ رہے کہ اس موضوع پر ہم تفسیر کی جلد میں سورہ کی آیت کی تفسیر میں بڑی تفصیل کے ساتھ گفتگو کر چکے ہیں۔اور تحقیق کا حق ادا کر چکے ہیں اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

ہاں البتہ جب خدا کسی قوم پر اسکی بدعملی اور اپنی صلاحیت وکارکردگی میں تبدیلی کی پاداش میں کوئی تکلیف یا عذاب نازل کرنا چاہے تو وہ کسی پیر وفقیر، جن وملک اور کسی خودساختہ معبود ومسجود کے ٹالنے یا اسکے نام کی نذر ونیاز دینے سے ٹل نہیں سکتی۔لہٰذا آیت کے اس آخری حصہ سے خدا کے ازلی ارادہ کی حاکمیت ومقدرت اور انسان کی محکومیت ومقدوریت ثابت ہوتی ہے سچ ہے۔**لا جبر ولا تغویض بل الامر بین الامرین۔**

۱۷۔ هو الذی یریکم ۔ آلآیة۔

جب بجلی چمکتی ہے تو کبھی نئے خوشگوار موسم کی آمد کا پیغام لاتی ہے۔اور کبھی صاعقہ آسمانی بن کر گرتی ہے۔اور جس پر گرتی ہے اسے جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔اسی طرح جب بادل اٹھتے ہیں۔تو کبھی باران رحمت برساتے ہیں اور کبھی ہلاکت خیز سیلاب اور طوفان نوح کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں اس طرح نہ صرف ان میں بلکہ دنیا کی ہر چیز میں خوف وامید کے دونوں پہلو پائے جاتے ہیں جن لوگوں کو خدا نے نعمت عقل وخرد سے نوازا ہے وہ گرد وپیش کے واقعات اور روزمرہ کے حالات میں ہر قسم کی نشانی پالیتے ہیں بجلی کی کڑک چمک سے ان کے دلوں کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے۔اور بارش کے قطرے دیکھ کر ان کی آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں۔

۱۸۔ ویسبح الرعد۔ الآیة۔

رعد وبرق جن کی آواز سن کر دل دہل جاتے ہیں یہ بھی زبان حال سے خدا کے خوف سے اس کی حمد وثنا کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں۔اور ملائکہ بھی کہ ان کا خالق ہر صفت کمال سے متصف ہے اور ہر نقص وعیب سے منزہ ومبرہ ہے۔رعد لغت میں اس کڑک کو کہا جاتا ہے۔جو بادلوں کے باہم ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہے۔اور شریعت میں اس فرشتے کو کہتے ہیں جو بادلوں کی تدبیر وانتظام پر موکل ہے۔(تفسیر صافی) مروی ہے کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو جسامت میں مکھی سے بڑا اور بھڑ سے چھوٹا ہے۔(الفقیہ) بجلی کی کڑک سن کر مختلف ادعیہ واذکار کا پڑھنا وارد ہے مروی ہے کہ حضرت رسول خداصلعم جب بجلی کی کڑک سنتے تھے تو پڑھتے تھے

سبحان من یسبح الرعد بحمدہ۔ (مجمع البیان) ابن عباس سے مروی ہے کہ جو شخص بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سن کر یہ کلمات پڑھے تو اگر اس پر بجلی گرے تو میں اسکی دیت کا ضامن ہوں۔ یسبح الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہٖ وھو علی کل شئ قدیر (ایضاً)۔

۱۹۔ ویرسل الصواعق۔ الآیۃ۔

یہ آسمانی بجلیاں بھی خدائی لشکر کا حصہ ہیں وہ بجلیاں بھیجتا ہے اور جسے چاہتا ہے ان کی زد میں لاتا ہے۔ اور اس پر گراتا ہے جبکہ غافل لوگ بڑی آزادی اور بے فکری سے خدا تعالیٰ کی ذات جامع جمیع کمالات کو موضوع سخن بنا کر اور ہر قسم کے آداب واحترام کو بالائے طاق رکھ کر اس کے بارے میں لایعنی بحثیں کرتے ہیں اور آپس میں جھگڑتے ہیں خدائے قہار ان پر اپنے قہر وغضب کی بجلی گرا کر انہیں بھسم کر دیتا ہے۔ کیونکہ خداوند عالم زبردست قوت اور سخت گرفت کرنے والا ہے جیسا کہ فریقین کی تفاسیر میں پیغمبر اسلامؐ کے ایک سرکش کافر کو دعوت اسلام دینے اور اس کے بار بار خدا کی ذات میں گستاخی کرنے اور خدا کے اس پر بجلی گرا کر اسے خاکستر کرنے کا واقعہ درج ہے۔ (مجمع البیان وخزائن العرفان) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا خدا کا ذکر کرنے والے پر کبھی آسمانی بجلی نہیں گرتی (اصول کافی وتفسیر صافی) جیسا کہ استغفار کرنے والے پر عذاب نازل نہیں ہوتا۔ ماکان اللہ معذبھم وھم یستغفرون۔

۲۰۔ لہ دعوۃ الحق۔ آلأیۃ۔

مصائب وشدائد کے وقت خدا کو ہی پکارنا برحق ہے اور وہی نتیجہ خیز کیونکہ وہی ہے جو دعا وپکار کو سنتا ہے اور جواب میں لبیک بھی کہتا ہے۔ کیونکہ ہر قسم کا اقتدار واختیار اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ بنا بریں حق بمعنی سچ اور دعوت کی صفت ہے اور کلمۃ الحق کی طرح موصوف کو صفت کی طرف مضاف کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ خدا کو پکارنا حق ہے اور اسے چھوڑ کر اپنے خودساختہ شریکوں اور معبودوں کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے پکارنا باطل ہے اور صدا بصحرا ہے کیونکہ وہ نہ داعی کی دعا وپکار کو سن سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی جواب دے سکتے ہیں۔ اور نہ ہی کوئی حاجت برآری کر سکتے ہیں۔ خداوند حکیم نے ان لوگوں کی حماقت اور نامرادی کی مثال ایک ایسے پیاسے شخص سے دی ہے۔ جو شدتِ پیاس کے وقت اپنے ہاتھ ایسے پانی کی طرف بڑھائے جو اسکی پہنچ سے باہر ہو وہ پیاس کی شدت سے تڑپتا ہے اور بلکتا ہے مگر پانی اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا اور محرومی اس کا مقدر ہے اسی طرح یہ لوگ بھی خدا کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ بھی ان کی اس سے زیادہ دادرسی نہیں کر سکتے جتنی پانی مذکورہ بالا پیاسے کی کرتا ہے لہٰذا اس کی طرح محرومی اور نامرادی ان لوگوں کا مقدر ہے اور ان کی دعا وپکار سب بے فائدہ اور صد

البصحراء ہے۔حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرتے ہیں اور ان کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دعائیں کرتے ہیں۔(تفسیر صافی) الغرض جس طرح یہ کاروائی شرک ہے اسی طرح کسی زندہ پیر وفقیر کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا بھی صریحی شرک ہے۔ ہاں البتہ کسی نبی وامام سے توسل کرنا یا ان کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کرنا چیزے دیگر است جس کے جواز پر آیت وابتغوا الیه الوسیله کے ذیل میں دلائل پیش کئے جاچکے ہیں۔

۲۱۔ ولله یسجد۔ الأیة۔

سجدہ کی قسموں کا تذکرہ

سجدہ کی دو قسمیں ہیں تکوینی اور تشریعی کائنات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ کے قانون قدرت میں بندھی ہوئی ہے اور جو چیز جس مقصد کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ وہ تکوینی طور پر اسی مقصد کی تکمیل میں لگی ہوئی ہے اور اپنے وجود سے اپنے صانع کے وجود پر دلالت کرتی ہے اور اپنے تکوینی وجود میں خدا کی مطیع ومنقاد ہے اور اسکے سامنے جھکنے پر مجبور ہے اور اس معنی میں کائنات کی ہر چیز اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہے اور جو اس کے سامنے اکڑتے ہیں وہ بھی کسی رنگ میں خدا کو سجدہ کرتے ہیں خواہ خوشی سے کرہاً اور خواہ ناخوشی سے ۔حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا اہل آسمان میں سے جو اپنی خوشی سے خدا کو سجدہ کرتے ہیں وہ فرشتے ہیں۔ اور اہل زمین میں سے اہل اسلام ہیں اور جو کافر ہیں ان کا سایہ صبح وشام خدا کو سجدہ کرتا ہے۔(تفسیر قمی وصافی) اور صبح وشام مشرق ومغرب کی طرف ان کے سایوں کا گرنا ان کے قانون قدرت کے سامنے مسخر ہونے کی دلیل ہے۔ واضح رہے کہ قبل ازیں متعدد مقامات پر واضح کیا جاچکا ہے کہ شریعت مقدسہ اسلامیہ میں ہر قسم کا سجدہ خداوند عالم کی ذات جامع جمیع کمالات کیساتھ مخصوص ہے اور کسی بھی غیر اللہ کو کسی بھی نیت سے سجدہ کرنا صریح شرک جلی ہے اور شرک ظلم عظیم ہے اور جو ظالم ہے وہ ملعون ہے۔ ولعنة الله علی الظالمین۔

۲۲۔ قل من رب السموات۔ الآیة۔

کئی مقامات پر اس حقیقت کی وضاحت کی جاچکی ہے کہ اہل عرب آسمان وزمین کا خالق خدا ہی کو مانتے تھے ولئن سالتهم من خلق السموات والارض لیقولن الله۔ مگر انہوں نے خدا کے کئی ایسے شرکاء واولیاء بنا رکھے تھے جن کو اپنے نفع ونقصان کا مالک جانتے تھے خداوند عالم اس پیرایہ میں اس فاسد عقیدہ کی نفی کی جارہی ہے کہ جب یہ اپنے ذاتی نفع ونقصان کے مالک ومختار نہیں ہیں تو دوسروں کو کس طرح فائدہ

پہنچا ئینگے اور ان سے کس طرح بلاؤں اور مصیبتوں کو دور کریں گے؟ آیا اندھا اور بینا یعنی کافر و مومن برابر ہیں؟ کیا نور وظلمت یعنی ہدایت وگمراہی اور ایمان وکفر یکساں ہیں؟ اگر تم ان کو برابر جانتے ہو تو پھر تو تم نے عدل وانصاف کی وہ دیوار ہی گرادی جس پر زمین وآسمان کا نظام قائم ہے اور جس کے انکار کے بعد سارا نظام ہستی ہی درہم وبرہم ہو جاتا ہے۔

۲۳۔ ام جعلو اللہ شرکاء۔ الآیۃ۔

اس پیرایہ میں کفر وشرک کی جڑ کاٹی جارہی ہے۔ کہ تم نے ان خود ساختہ اولیاء وشرکاء کو کس طرح خدا کا شریک بنا رکھا ہے؟ کیا ان مزعومہ شرکاء نے بھی خدا کی طرح کچھ مخلوق خلق کی ہے؟ جس کی وجہ سے یہ تخلیق کا معاملہ تم پر مشتبہ ہو گیا ہے کہ اللہ کی مخلوق کونسی ہے اور ان مزعومہ شرکاء کی مخلوق کونسی ہے۔ لیکن جب یہ خود مانتے ہیں کہ ہر چیز کا خالق صرف خدا ہے اور ان کے خود ساختہ شرکاء نے کوئی بھی چیز پیدا نہیں کی تو پھر کس بنا پر انہیں خدا کا شریک قرار دیا گیا ہے۔

تفویض کی تردید

مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ عبداللہ بن سبا کی نسل سے ایک شخص ہے جو تفویض کا قائل ہے امام نے فرمایا تفویض کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ وہ کہتا ہے کہ خدا نے صرف محمدؐ وعلی (علیہم السلام) کو پیدا کیا اور آگے اس نے کائنات پیدا کرنے اور اسکا نظام چلانے کا کام ان حضرات کے حوالے کر دیا امام نے فرمایا کہ جب تم لوٹ کر اسکے پاس جاؤ تو اسے سورہ رعد کی یہ آیت پڑھکر سنانا **ام جعلو اللہ شرکاہ خلقو ا کخلقہ۔ الآیہ**۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں لوٹ کر کوفہ گیا تو اس شخص سے ملا اور امام کے فرمان کے مطابق اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی تو وہ اسے سنکر یوں دم بخود ہو گیا کہ گو یا اسکے منہ مین پتھر ڈال دیا گیا (**احسن الفوائد فی شرح العقائد**۔ بحوالہ عقائد وامالی شیخ صدوق بحار الانوار وغیرہ) **وھو الواحد القھار**۔ وہ واحد و یکتا بھی ہے اور غالب وقہار بھی ہے کہ سارے جہاں کا کنٹرول اسی کے اختیار میں ہے۔

آیات القرآن

اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِیَۃٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحۡتَمَلَ السَّیۡلُ زَبَدًا رَّابِیًا ؕ وَ مِمَّا یُوۡقِدُوۡنَ عَلَیۡهِ فِی النَّارِ ابۡتِغَآءَ حِلۡیَۃٍ اَوۡ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ ؕ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَقَّ وَ الۡبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذۡهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ ؕ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ﴿ؕ۱۷﴾ لِلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمُ الۡحُسۡنٰی ؕ وَ الَّذِیۡنَ لَمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَهٗ لَوۡ اَنَّ لَهُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا وَّ مِثۡلَهٗ مَعَهٗ لَافۡتَدَوۡا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِکَ لَهُمۡ سُوۡٓءُ الۡحِسَابِ ۬ۙ وَ مَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئۡسَ الۡمِهَادُ ﴿۱۸﴾

ترجمۃ الآیات

اسی (اللہ) نے آسمان سے پانی برسایا جس سے ندی نالے اپنی مقدار کے مطابق بہنے لگے اور (میل کچیل جھاگ اٹھا تو) سیلاب کی رو نے اس ابھرے ہوئے جھاگ کو اٹھالیا اور جن چیزوں (دھاتوں) کو لوگ زیور یا کوئی اور چیز (برتن وغیرہ) بنانے کیلئے آگ کے اندر تپاتے ہیں ان سے بھی ایسا ہی جھاگ اٹھتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثال بیان کرتا ہے پس جو جھاگ ہے وہ تو رائیگاں چلا جاتا ہے۔ اور جو چیز (پانی اور دھات) لوگوں کو فائدہ پہنچاتی ہے وہ زمین میں باقی رہ جاتی ہے اسی طرح اللہ سمجھانے کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے۔ (۱۷) جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی دعوت پر لبیک کہا (اسے قبول کیا) ان کے لیے بھلائی (ہی بھلائی) ہے اور جنھوں نے اسے قبول نہیں کیا۔ تو اگر ان کو روئے زمین کی سب دولت مل جائے اور اس کے ساتھ اتنی ہی اور ان کے اختیار میں آجائے تو لوگ اسے اپنے

بدلے (عذاب سے بچنے کے لیے) بطور فدیہ دے دیں۔ یہی لوگ ہیں جن کا سخت حساب ہو
گا اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور (وہ) کیا ہی برا ٹھکانا ہے (۱۸)۔

تشریح الفاظ

زبدارابیاً۔ کے معنی ہیں ابھرا ہوا جھاگ۔ ۲۔ یوقدون۔ وقد، ایقاد اور استیقاد کے معنی ہیں آگ سلگانا اور بھڑکانا۔ جفاء کے معنی ہیں کنارہ پر اس کا پھنکا ہوا۔ خس وخاشاک یعنی رائیگاں جانا۔ ۴۔ المھاد۔ مھاد کے معنی بستر اور پست زمین کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۳۔ انزل من السماء۔ الآیۃ۔

خداوند علیم وحکیم نے سابقہ آیت میں کفر وایمان کی حقیقت کو مختلف مثالیں دے کر واضح کیا ہے کہ کفر اندھا پن ہے اور ایمان بینائی، کفر ظلمت وتاریکی ہے اور ایمان نور وروشنی اور واضح ہے کہ نور وظلمت، نابینائی اور بینائی برابر نہیں ہیں تو کفر وایمان بھی برابر نہیں ہیں۔ اور اس آیت میں حق وباطل کی اصلیت کو ایک اور مثال سے واضح کیا جا رہا ہے۔ ایک پانی ہے اور دوسری اسکی میل کچیل یعنی جھاگ جو سطح آب کے اوپر بلند ہوتی ہے اسی طرح ایک دھات ہے جیسے سونا، چاندی اور پیتل اور لوہا وغیرہ اور دوسری ہے اسکی میل کچیل جو زیور اور برتن وغیرہ بناتے وقت اور دھات کو آگ میں تپاتے وقت جھاگ کی صورت میں اس کے اوپر آ جاتا ہے۔ حق پانی اور دھات کی مانند ہے اور باطل جھاگ کی طرح۔ جب بارش برستی ہے تو ندیاں نالے اپنی وسعت وپہنائی کے مطابق بہنے لگتے ہیں۔ تو پانی کے اوپر اس کی میل کچیل اور خس وخاشاک جھاگ کی شکل میں پھیل جاتی ہے۔ پھر پانی تو سطح زمین کے اندر باقی رہتا ہے مگر جھاگ بہت جلد فضا میں اڑ جاتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب دھات سے زیور یا برتن وغیرہ بنانے کے لیے کٹھالی میں ڈال کر پگھلایا جاتا ہے تو اس کا میل کچیل جھاگ کی صورت میں اوپر آ جاتا ہے۔ پھر اصل دھات تو باقی رہ جاتی ہے مگر جھاگ ختم ہو جاتا ہے۔ ان مثالوں سے نظام قدرت اور آئین فطرت واضح ہو جاتا ہے کہ جو چیز مفید اور نفع بخش ہو خدا اسے باقی رکھتا ہے اور وہ باقی رہ جاتی ہے۔ اور جو غیر مفید ہوتی ہے خدا اسے نیست ونابود کر دیتا ہے۔ اور فنا ہو جاتی ہے۔ اسی کا نام قانون بقاء اصلح ہے

اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ قرآن اور علم نبوت کے ذریعہ سے حق صداقت کی بارش برسائی گئی ہے اس سے بھی ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق فائدہ اٹھاتا ہے یعنی جو صاحب ایمان اور اہل حق میں وہ اس باران رحمت سے بھر پور فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے حق کا یہ فیضان جاری وساری رہتا ہے اور جو کافر اور اہل باطل ہیں وہ جہاں اس باران رحمت سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ الٹا وہ حق کی مخالفت کرتے ہیں وہ باطل اور جاگ کی طرح ختم ہوجاتا ہے۔ قل جاء الحق وزھق لباطل ان الباطل کان زھوقاً۔ تفسیر اہلبیتؑ اسی مفہوم کی تائید مزید ہوتی ہے (ملاحظہ ہو تفسیر قمی، صافی اور احتجاج طبرسی وغیرہ)۔

۲۵۔ للذین استجابوا۔ الآیۃ۔

جن لوگوں نے خدا کی دعوت پر لبیک کہی اور اسے قبول کرلیا یعنی ایمان لائے اور مقام عمل میں اطاعت وفرمانبرداری کا راستہ اختیار کیا۔ ان کے لیے بھلائی ہی بھلائی ہے۔ اور ان کا انجام بخیر ہے یعنی آخرت کا اجر وثواب ہے اور جنہوں نے دعوتِ ربانی پر لبیک نہ کہی اور اسے قبول نہ کیا اور بدستور کفر وعصیان کی روش پر باقی رہے ان کو سخت حساب کتاب کا سامنا ہے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا ان کی کوئی نیکی قبول نہ ہوگی اور نہ کوئی گناہ معاف ہوگا۔ اور جس کا خدا سخت حساب لے گا۔ اور ہر چھوٹی بڑی چیز پر گرفت کرے گا اسے ضرور سزا دی جائے گی (مجمع البیان) اور اگر ساری دنیا اور اسکے برابر ایک اور دنیا بھی ان کے ہاتھ لگ جائے تو وہ عذاب خداوندی سے اپنی جان بچانے کی خاطر سب بطور فدیہ دینے پر تیار ہوجائیں۔ مگر ان کا یہ فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ بات سورہ آل عمران کی آیت ۱۹۱ اور سورہ یونس کی آیت ۵۴ میں گذر چکی ہے۔ ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔

آیات القرآن

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝١٩ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝٢٠ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝٢١ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ

رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً
وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٢﴾ جَنّٰتُ
عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿٢٣﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا
صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ
مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي
الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ
الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿٢٦﴾

ترجمۃ الآیات

اے (رسولؐ) کیا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے وہ اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو بالکل اندھا ہے؟ نصیحت تو بس وہی قبول کرتے ہیں جو دانشمند ہوتے ہیں (اور وہی اس بات کو سمجھ سکتے ہیں) (١٩) وہ جو اللہ سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں اور عہد شکنی نہیں کرتے (٢٠) اور جوان رشتوں کو جوڑے رکھتے ہیں جن کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا ہے (صلہ رحمی کرتے ہیں) اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور سخت حساب سے خائف و ترساں رہتے ہیں (٢١) اور جو اپنے پروردگار کی خوشنودی کی طلب میں صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے اعلانیہ اور پوشیدہ طور پر (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور جو برائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں عاقبت کا گھر انہی کے لیے ہے (٢٦) یعنی ہمیشگی کے باغ ہیں۔ جن میں وہ خود بھی داخل ہوں گے) اور فرشتے ہر دروازہ سے ان کے پاس آئیں گے (اور کہیں

گے) سلام علیکم اس دار آخرت کا انجام کیسا اچھا ہے؟ (۲۴) اور جو لوگ اللہ کے عہد و پیمان کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑتے ہیں اور جن رشتوں کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا ہے ان کو توڑتے ہیں اور جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یہ وہ ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر (جہنم) ہے (۲۵) اللہ جس کے رزق کو چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔ اور یہ (کافر) لوگ دنیوی زندگی سے خوش ہیں حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں صرف ناپائیدار فائدہ ہے (۲۶)

تشریح الفاظ

یدرؤن بالجنۃ۔ درأ کے معنی ہیں دفع کرنے اور ہٹانے کے ہیں۔ ۲۔ عقبی الدار کے معنی ہیں اخرت کا گھر۔ ۳۔ یبسط۔ بسط کے معنی کشادہ کرنے کے ہیں۔ ۴۔ یقدر کے معنی تنگ کرنے کے ہیں۔ ۴۔ فرحوا بالحیوۃ۔ فرح بالشی کے معنی ہیں خوش ہونا اور اکڑنا۔

تفسیر الآیات

۲۶۔ افمن یعلم۔ الآیۃ۔

ابھی اوپر آیت ۱۶ میں خدائے حکیم نے کافر کو اندھے سے اور مومن کو بینا سے اور آیت ۱۷ میں حق کو پانی سے اور باطل کو جھاگ سے تشبیہ دی ہے۔ اور یہاں یہ حقیقت بیان کی ہے کہ جو شخص پیغمبر اسلامؐ کی رسالت اور ان کے اسلام و قرآن کو برحق جانتا اور مانتا ہے وہ بینا ہے جو ان چیزوں کو حق نہیں جانتا اور نہ ہی مانتا ہے وہ اندھا ہے اور پھر استفہام انکاری کے طور پر فرمایا ہے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں برابر ہو جائیں یعنی ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ مگر اس حقیقت کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو عقلمند اور دانشمند ہیں اور وہی اس سے پند و نصیحت حاصل کرتے ہیں مشاہدہ شاہد ہے کہ ہمیشہ دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک وہ جو خداداد عقل وخرد سے سوچ سمجھ کر حقائق کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو آباؤ اجداد کی اندھی تقلید اور قومی رسم و رواج کے خول سے باہر نہیں نکلتے اس لیے وہ کسی بھی چیز کو حقیقت کی نگاہ سے نہیں بلکہ رواج کی نظر سے دیکھتے ہیں خدا پہلی قسم کو دانا و بینا اقرار دیتا ہے اور دوسری قسم کو اندھا۔ اور یہ برابر نہیں ہو سکتے۔

۲۷۔ الذین یوفون۔ الآیة۔

ان آیتوں میں خدائے تعالیٰ نے عقلمندوں کی چند صفات وعلامات کا تذکرہ فرمایا ہے ان میں سے پہلی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں اور اسے توڑتے نہیں ہیں۔ اگرچہ قبل ازیں کسی مناسب جگہ پر ان صفات وعلامات پر مفصل گفتگو کی جا چکی ہے تاہم یہاں پھر بڑے اختصار کے ساتھ تھوڑا تھوڑا تبصرہ کیا جاتا ہے اس عہد میں ہر قسم کے عقلی وفطری اور شرعی عہد داخل ہیں جو بتقاضائے عقل وفطرت ہر بندہ کے ذمہ واجب الاداء ہیں۔ اور وہ شرعی عہد بھی جو یوم الست میں بندوں سے لیا گیا تھا اور جو انبیاء کے ذریعہ سے ایک انسان سے اس کی انفرادی واجتماعی ذمہ داریوں کے اور بالخصوص حقوق اللہ کے بارے میں لیا گیا ہے۔ اور جس کا ایک مسلمان کلمہ پڑھ کر اقرار کرتا ہے۔

چوں گویم لاالہ ازجاں بستر سم
کہ وانم مشکلات لاالہ را

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت آل محمدؐ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس عہد و پیمان کے بارے میں جو خدا نے عالم ذر میں حضرت علیؑ اور دوسرے ائمہ علیہم السلام کی ولایت کے متعلق لیا تھا (تفسیر قمی) یعنی وہ اس عہد کو توڑتے نہیں ہیں۔

۲۸۔ الذین یصلون۔ الآیة۔

۲۔ یہ صاحبان عقل کی دوسری صفت ہے کہ وہ ان تعلقات کو جوڑتے ہیں جن کے جوڑنے کا خدا نے انہیں حکم دیا ہے جس طرح اس سے پہلی آیت میں حقوق اللہ کی ادائیگی کا تذکرہ تھا اسی طرح اس آیت میں حقوق الناس کی اہمیت اجاگر کی جاری ہے اس سے کیا مراد ہے؟ اس میں مختلف اقوال ہیں مشہور یہی ہے کہ اس سے قرابت داری اور رشتہ داری کے تعلقات جوڑنا مراد ہیں جسے صلہ رحمی اور حسن سلوک کہا جاتا ہے۔ جس کی شریعت مقدسہ میں بڑی تاکید وارد ہوئی ہے جس طرح قطع رحمی کی مذمت سے قرآن وحدیث لبریز ہیں نیز اس سے آل محمد علیہم السلام کے حقوق کی رعایت کرنا بھی مروی ہے (تفسیر عیاشی) اسی طرح ہر مومن کے حقوق کیا دائیگی کا خیال رکھنا بھی مروی ہے (ایضاً) نیز زکوۃ فریضہ کے علاوہ مستحق افراد کی مالی اعانت کرنا بھی مروی ہے۔ (الکافی، الصافی وغیرہ) الغرض اس میں ایک مسلمان بھائی سے ہر قسم کی بھلائی کرنا اس سے ہر قسم کی تکلیف کا ازالہ کرنا اسے ہر قسم کا فائدہ پہنچانا شامل ہے (الکاشف)۔

خلاصہ کلام یہ کہ انسان کئی قسم کے رشتوں میں جکڑا ہوا ہے خدا سے رشتہ عبودیت ہے نبی وامام سے رشتہ

غلامی ہے اور معاشرہ سے رشتہ آدمیت ہے لہٰذا ایک عقلمند بندہ مومن کا فرض ہے کہ خوف خدا کے جذبہ کے تحت ہر رشتہ کا احترام بھی کرے اور اس کا حق بھی ادا کرے۔

۲۹۔ ویخشون ربهم ۔ الآیة۔

۳۔ یہ اہل عقل ودانش کی تیسری صفت ہے کہ وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔ اور نہ صرف قولی طور پر بلکہ مقام عمل میں بھی اس کی عصیان کاری سے اجتناب کرتے ہیں۔ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ بالایمان یستدل علی الصالحات وبالصالحات یستدل علی الایمان۔ ایمان سے نیک کاموں اور نیک کاموں سے ایمان پر استدلال کیا جاتا ہے۔ (نہج البلاغہ)

۳۰ ویخافون ۔ الآیة۔

۴۔ یہ دانشمندوں کی چوتھی صفت ہے کہ وہ سخت حساب سے خائف وترسان رہتے ہیں سوء الحساب سے حساب وکتاب کی سختی اور ذرہ ذرہ کی باز پرس مراد ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ جس بندہ سے خدا حساب میں سختی کرے گا وہ اس کے عذاب سے نہیں بچ سکے گا۔ (تفسیر صافی) نجات وہی خوش قسمت پائے گا۔ جس سے خدائے مہربان مقام حساب میں عفو ودرگذر فرمائے گا۔

۳۱۔ والذین صبروا ۔ الآیة۔

۵۔ یہ اہل دانش کی پانچویں صفت ہے کہ وہ خدا کی خوشنودی کی خاطر صبر سے کام لیتے ہیں صبر وضبط سے کام لینا تین طرح متصور ہوسکتا ہے۔ ۱۔ مصیبت پر اور جہاد کی تکلیف پر صبر کرنا۔ ۲۔ فرائض شرعیہ کی ادائیگی پر صبر کرنا۔ ۳۔ محرمات الٰہیہ سے اجتناب پر صبر کرنا۔ بنا بریں عقلمند وہ ہیں جو ہر قسم کے صبر وضبط سے کام لیتے ہیں اور اپنی خواہشات اور اپنے جذبات کو شرعی حدود وقیود کا پابند بناتے ہیں۔ لہٰذا ایک عقلمند اور بندہ مومن آدمی کی ساری زندگی صبر وضبط کی زندگی ہوتی ہے اور وہ ہر طرح ضبط نفس سے کام لیتا ہے۔ اور خواہشات نفسانیہ کو بے قابو نہیں ہونے دیتا۔ بلکہ وہ ہر غلط رجحان ومیلان کا صبر کے ہتھیار سے مقابلہ کرتا ہے۔

۳۲۔ واقاموا الصلوة ۔ الآیة۔

۶۔ یہ عقلمندوں کی چھٹی صفت ہے کہ وہ پورے شرعی آداب وشرائط کے ساتھ نماز کی پابندی کرتے ہیں۔ اقامہ صلوۃ کی اہمیت وافادیت اور ترک صلوۃ کے نقصانات پر کئی بار تبصرہ کیا جاچکا ہے۔

۳۳۔ وانفقوا مما ۔ الآیة۔

یہ اہل عقل کی ساتویں صفت ہے کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے مال سے کچھ خدا کی راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر خرچ بھی کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ ہر جگہ اعلانیہ دینا ممدوح ہے اور نہ ہی ہر جگہ اخفا ہی مسنون ہے۔ احادیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ واجبی زکوۃ وغیرہ کا اعلانیہ خرچ کرنا اور مستحبی صدقات کا پوشیدہ طور پر دینا افضل ہے۔ ان امور کی بھی سابقہ جلدوں میں کئی جگہ وضاحت کی جا چکی ہے۔

۳۴۔ ویدرؤون بالحسنة۔ الآية۔

یہ ارباب عقل کی آٹھویں صفت ہے کہ وہ برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں اور وہ برائی کے بدلے میں برائی نہیں کرتے بلکہ اچھائی کرتے ہیں وہ ظلم کے مقابلے میں ظلم نہیں بلکہ انصاف کرتے ہیں خیانت کے بدلے خیانت نہیں بلکہ امانت سے اور جھوٹ کے مقابلہ میں جھوٹ نہیں سچ سے کام لیتے ہیں۔ اور عفو ودرگزر کو اپنا شیوہ وشعار بناتے ہیں ارشاد قدرت ہے ادفع بالتی ھی احسن فاذاً الذی بینك وبینه عداوة كانه ولی حمیم۔ تم دشمن کا احسن طریقہ سے دفاع کرو۔ اس کے نتیجہ میں تمہارا جانی دشمن مخلص دوست بن جائے گا۔ مخفی نہ رہے کہ اس آیت کی ایک تفسیر اس طرح بھی کی گئی ہے کہ اگر ان سے کسی وقت کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کے بعد نیکی اور اطاعت کرکے اس گناہ کے اثر کو زائل کر دیتے تھے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے معاذ بن جبل سے فرمایا تھا۔ اذا عملت سیئةً فاعمل بجبها حسنةً۔

۳۵۔ عقبی الدار۔ الآية۔

دار سے دار آخرت اور عقبی سے اچھا انجام اور جزائے خیر مراد ہے یعنی ایسے ہی لوگوں کے لیے دار آخرت یعنی جنت ہے جو اچھا انجام ہے اور اسکی جزا اور راحت و آرام ہے بنابریں جنت عدن۔ عقبی کا بدل ہے یعنی جاودانی زندگی والی جنتیں ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے اور بعض مفسرین نے یہاں دار سے دار دنیا مراد لیا ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ان کا انجام اچھا ہے اور اس کی کامرانی ان کا مقدر ہے۔

۳۶۔ ومن صلح الآية۔

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ خوشی کی کسی تقریب میں اس کے خویش واقارب بزرگ وخورد بھی اس کے ساتھ ہوں اس سے اس تقریب کی مسرت وشادمانی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور خوشی کی تکمیل ہو جاتی ہے چنانچہ اسی فطری تقاضے کو پورا کرنے کے لیے خداوند عالم مذکورہ صفات کے حامل جنتی لوگوں کی مسرت اور خواہش کی تکمیل کے لیے ان کے باپ دادوں، ازواج اور ان کی اولاد میں سے سب کو

ان کے ساتھ ان کے درجات عالیہ میں جمع کر دے گا بشرطیکہ ان میں ایمان وعمل صالح کی بنا پر جنت کے کسی بھی درجہ میں جانے کی صلاحیت ہو۔ اگر چہ درجہ کے اعتبار سے ان کا درجہ ان کے درجات سے فروتر ہی کیوں نہ ہو۔ تب بھی ان کے احترام میں انہیں ان کے درجات میں جگہ دی جائے گی جیسا کہ دوسرے مقام پر مذکور ہے۔ الحقنا بھم ذریتھم۔ کہ ہم نیکوکار بندوں کی اولاد کو ان کیساتھ ملحق کر دیں گے جناب ام سلمہ نے حضرت رسول خداؐ سے دریافت کیا کہ اگر کسی عورت نے دار دنیا میں دو خاوند کئے ہوں گے اور مرنے کے بعد جنت میں داخل ہو گئے تو وہ کس کے حبالہ عقد میں دی جائے گی؟ فرمایا جس کا اخلاق اور جس کا سلوک اہل خانہ سے زیادہ اچھا تھا (کتاب الخصال) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ کہ اگر خاوند اور بیوی مرنے کے بعد جنت میں پہنچ گئے مگر ایک کا درجہ بلند اور دوسرے کا پست ہوا تو وہ آپس میں کس طرح شادی کریں گے؟ فرمایا اللہ حاکم عادل ہے اس لیے ان میں سے جس کا درجہ بلند ہوا اس کو اختیار دے گا کہ اگر وہ چاہے تو پست درجہ والے سے شادی کر سکتا ہے۔ (اس طرح پست درجہ والا بلند درجہ میں پہنچ جائے گا)۔ (تفسیر عیاشی وصافی)

۳۷۔ والملائکہ یدخلون۔ الآیۃ۔

ان جاودانی جنت والوں کی عزت وعظمت کا یہ عالم ہوگا کہ جنت کے بہت سے دروازوں میں سے ہر دروازہ سے فرشتے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کریں گے اور صبر واستقامت اور ثابت قدمی کی وجہ سے ان کے داخل جنت ہونے پر مبارک باد پیش کریں گے تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت ائمہ اہلبیتؑ اور ان کے مخلص شیعوں کے حق پر نازل ہوئی ہے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا۔ نحن صبر وشیعتنا اصبر منا لانا صبرنا بعلم وشیعتنا صبروا علی مالا یعلمون۔ ہم بھی صابر ہیں مگر ہمارے شیعہ ہم سے بھی زیادہ صابر ہیں کیونکہ ہم تو علم رکھتے ہوئے صبر کرتے ہیں مگر وہ نہ جاننے کے باوجود صبر کرتے ہیں۔ (تفسیر صافی) واضح رہے کہ جیسا کہ ہم واذا حییتم بتحیتہ۔ الآیہ کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں کہ اگرچہ السلام علیکم اور سلام علیکم دونوں طرح سے سلام کرنا درست ہے مگر اہل بہشت اور ملائکہ کا سلام سلام علیکم ہی ہے اور یہ افضل ہے۔

۳۸۔ والذین ینفقون۔ الآیۃ۔

صاحبان عقل وخرد کا گروہ جن کے اوصاف جلیلہ وجمیلہ کا ایک شمہ اوپر بیان کیا گیا ہے ان کے ذکر خیر کے بعد اب ان کے بالمقابل دوسرے گروہ کا ذکر کیا جا رہا ہے جو پہلے گروہ کے متضاد صفات کا حامل ہے۔ چنانچہ وہ خدا سے کئے ہوئے عہد وپیمان کو توڑتے ہیں اور جن تعلقات کے جوڑنے کا خدا نے انہیں حکم دیا تھا وہ انہیں قطع

کرتے ہیں۔اور مزید برآں فساد فی الارض برپا کرتے ہیں جو خدا سے عہد فطرت اور انسانوں سے عہد آدمیت توڑنے کا دوسرا نام ہے کیونکہ جب خالق ومخلوق کے حقوق کی پروانہ کی جائے بلکہ انہیں پائمال کیا جائے تو اس سے لڑائی جھگڑا اور فتنہ وفساد ہی برپا ہوتا ہے۔

لہٰذا ان کا انجام بھی پہلے گروہ سے مختلف ہے۔ان کی قیام گاہ جنت ہے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ان پر خدا کی رحمت ہے ان کے لیے خدا کی لعنت ان کو فرشتے سلام کرتے ہیں اور ان پر لعنت کرتے ہیں اور مزید برآں اس جہان کی خرابی اور اسی کے چند خزف ریزوں کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔حالانکہ عالم آخرت کی وسعتوں اور پہنائیوں اور اس کی نعمتوں کی فراوانیوں کے معاملہ میں دنیا ایک حقیر سی چیز اور ناپائیدار فائدہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

آیات القرآن

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ
يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿٢٧﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ
قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿٢٨﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿٢٩﴾ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ
اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ
وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿٣٠﴾ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ
الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ
دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿٣١﴾

ترجمۃ الآیات

اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ (اگر یہ نبی برحق ہیں) تو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر (ہماری پسند کی) کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی۔ کہہ دیجئے! اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑتا ہے۔ اور جو اسکی طرف رجوع کرتا ہے اسے ہدایت کرتا ہے۔ (۲۷) یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور جن کے دل یادِ خدا سے مطمئن ہوتے ہیں۔ یاد رکھو ذکرِ الٰہی سے ہی دل کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ (۲۸) جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کے لیے خوش حالی اور خوش انجامی ہے (۲۹) اسی طرح ہم نے آپکو ایک ایسی قوم میں رسول بنا کر بھیجا جس سے پہلے بہت سی قومیں گذر چکی ہیں تاکہ آپ انہیں وہ (کلام و پیغام) پڑھ کر سنائیں جو ہم نے بطورِ وحی آپ پر اتارا ہے حالانکہ وہ لوگ اپنے مہربان خدا کا انکار کر رہے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے! وہی میرا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی آلہ نہیں ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف بازگشت ہے (۳۰) اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعہ سے پہاڑ چلنے لگتے، یا زمین (کی مسافتیں) جلدی طے ہو جاتیں یا مردوں سے کلام کیا جا سکتا (تو وہ یہی قرآن ہوتا مگر وہ پھر بھی ایمان نہ لاتے) بلکہ یہ سب کام اللہ کے اختیار میں ہیں۔ کیا ایمان لانے والے اس بات سے مایوس نہیں ہوگئے کہ اگر خدا (زبردستی) چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت کر دیتا! اور کافروں پر ان کے کرتوتوں کی پاداش میں کوئی نہ کوئی آفت آتی ہی رہے گی۔ یا ان کے گھروں کے آس پاس آتی رہے گی۔ یہاں تک کہ اللہ کے وعدہ کے (ظہور) کا وقت آجائے بے شک اللہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا (۳۱)

تفسیر الالفاظ

ا۔طوبیٰ۔اس کے معنی ہیں سعادت، خیر اور بہتری۔ ۲۔قارعۃ کے معنی ہیں قیامت، مصیبت، حادثہ اور ہلاک کرنے والی آفت۔ ۳۔متاب۔توبہ، اور توبہ کے معنی گناہ سے روگردانی کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہونے کے ہیں اور نادم و پشیمان ہونے کے بنا بریں متاب ظرف کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔ اور مصدر بھی۔

تفسیر الآیات

۴۱۔ ویقول الذین۔ الآیۃ۔

اس جیسی آیات سورہ بقرہ آیت ۱۸ سورہ انعام (آیت ۳۷) سورہ یونس آیت ۲۰ میں گذر چکی ہیں اور اسی رعد کی آیت ۷ میں بعینہ یہی آیت اپنی تفسیر سمیت گذر چکی ہے وہاں رجوع کیا جائے خلاصہ کلام یہ ہے کہ باوجود معجزات کے ظہور کے کفار اپنی پسند کے معجزات دکھانے پر اصرار کرتے تھے اور مطالبہ منظور نہ ہونے پر اپنی گمراہی پر برقرار رہتے تھے اور اپنی ضد کا مظاہرہ کرتے تھے۔

۴۲۔ قل ان اللہ یضل۔ الآیۃ۔

قبل ازیں سورہ بقرہ کی آیت ۲۶ یضل بہ کثیراً۔ اور سورہ نساء کی آیت ۸۸ تریدون ان تھدو امن اضل اللہ۔ اور دیگر اس قسم کی بعض آیات کی تفسیر میں اس بات کی مکمل وضاحت کی جا چکی ہے کہ جب اضلال واہداء کی نسبت خدا کی طرف دی جائے تو اس کا حقیقی مفہوم کیا ہوتا ہے؟ ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں کو راہ راست کی ہدایت کرتا ہے جو خداداد فہم و فراست اور اس کی عطا کردہ صلاحیت سے کام لیتے ہوئے ہدایت حاصل کرنے کی سعی و کوشش کرتے ہیں اور جو ان صلاحیتوں سے کام نہیں لیتے اور نہ ہی ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خدا ان کو گمراہیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ فھم لا یھتدون۔

۴۳۔ الذین آمنوا و تطمئن۔ الآیۃ۔

اوپر آیت ۲۶ رضوا بالحیوۃ الدنیا میں خداوند عالم نے دنیاداروں اور سرمایہ داروں کا تذکرہ کیا ہے کہ دنیا کی زندگی اور اس کی عیش و عشرت اور اس کے مال و منال پر خوش و خرم اور مطمئن ہوتے ہیں تو ان کے بالمقابل اہل ایمان کا تذکرہ کیا جا رہا ہے اور یہ من اناب کی تفصیل ہے کہ جو اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں وہ یہ اہل ایمان ہیں ذکر خدا اور یاد الٰہی کرنے پر مطمئن ہوتے ہیں مخفی نہ رہے کہ اطمینان قلب ایمان کی اعلیٰ ترین کیفیت اور دل میں ثبات و استقرار کا نام ہے جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۴۰۔ ولکن لیطمئن قلبی۔ کی تفسیر میں اس کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ نیز واضح رہے کہ ذکر خدا سے صرف لفظی ذکر اذکار مراد نہیں ہیں بلکہ اس کے علاوہ اس میں اللہ اور اس کے کمال اور اس کی صفات جلال و جمال میں غور و فکر کرنا بھی داخل ہے اس ذکر الٰہی کے کئی خواص

وآثار ہیں جن میں سے ایک اثر یہ ہے کہ یہ آدمی کو شرک وغیرہ کی وجہ سے پیدا شدہ انتشار ذہنی سے محفوظ کر کے اطمینان قلب اور یکسوئی کی دولت سے مالا مال کرتا ہے اور دوسرا اثر یہ ہے کہ اس سے خوف وخشیہ الٰہی پیدا ہوتا ہے۔واذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم ۔

ذکر خدا کے اقسام

قبل ازیں سورہ بقرہ کی آیت ۱۵۶ فاذکرونی اذکرکم۔کی تفسیر میں یہ حقیقت بیان کی جاچکی ہے کہ ذکر خدا کی تین قسمیں ہیں۔۱۔لسانی جس میں تسبیح وتقدیس ثناء وتعریف، ذکرواذکار اور درود واستغفار وغیرہ داخل ہیں۔۲۔قلبی جس میں خدا کی عظمت وکبریائی اور اس کی حکمت وقدرت میں غور وفکر کرنا نیز اس کی نعمتوں کو یاد کرنا داخل ہے۔۳۔جوارحی۔جس میں تمام اعضاء وجوارح کو اللہ کی عبادت واطاعت میں مشغول رکھنا داخل ہے الغرض۔

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

۴۴۔الذین آمنوا۔الآیۃ۔

اس آیت کا وہی مفہوم ہے جو سورہ بقرہ کی آیت ۲۵ وبشر الذین آمنوا وعملوا الصالحات ان لھم۔جنات تجری من تحتھا الانھار۔کا ہے طوبیٰ بشریٰ اور زلفیٰ کے وزن پر مصدر ہے جس کے معنی خوشحالی اور مژدہ کے ہیں یعنی مژدہ اور خوشحالی ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں انہی کا انجام اچھا ہے۔

اور کام وہ اچھا ہے جس کا کہ انجام اچھا ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے جس کی جڑ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں ہے اور جنت میں کسی مومن کا گھر ایسا نہیں ہے جس میں اس کی ایک شاخ نہ ہو مومن جس چیز کی خواہش کرتا ہے وہی چیز درخت دے دیتا ہے (الکافی) ایک اور روایت میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے اس میں وارد ہے کہ آپ نے فرمایا اس کی جڑ رسول خداؐ کے گھر میں ہے ایک بار جب پوچھا گیا تو فرمایا اس کی اصل علیؑ کے گھر میں ہے عرض کیا گیا کہ پہلے آپ نے فرمایا کہ اس کی جڑ رسولؐ کے گھر میں ہے اب فرما رہے ہیں کہ حضرت علیؑ کے گھر میں تو فرمایا جنت میں آنحضرت کا اور علیؑ کا گھر ایک ہی

مقام پر ہیں۔(مجمع البیان،تفسیر صافی)

۴۵۔ کذلک ارسلنا۔ الآیة۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ نہ آپ پہلے رسول ہیں جو کسی قوم کی طرف بھیجے گئے اور نہ عرب پہلی قوم ہیں جن کی طرف کوئی رسول بھیجا گیا ہے تا کہ انہیں اللہ کا کلام و پیغام پڑھ کر سنائیں بلکہ آپ سے پہلے بھی بہت سارے رسولوں کو مبشر و منذر بنا کر مختلف قوموں کی طرف بھیجا جاتا رہا ہے۔ اور وہ اللہ کی وحی پڑھ کر لوگوں کو سناتے رہے ہیں مگر یہ بدنصیب برابر خدائے رحمن و مہربان کا انکار کررہے ہیں۔

شان نزول

اس آیت کی شان نزول میں دو روایتیں ملتی ہیں ایک یہ کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صلح نامہ لکھا جانے لگا حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا۔ لکھیں بسم اللہ الرحمن الرحیم اس پر سہیل بن عمر اور دوسرے مشرکین بول اٹھے کہ ہم کسی رحمن کو نہیں جانتے بلکہ آپ یوں لکھیں۔ باسمك اللهم (مجمع البیان) دوسری روایت میں یوں وارد ہے کہ ایک بار آنحضرتؐ نے کفار قریش کو حکم دیا اسجدوا للرحمن۔ خدائے رحمن کو سجدہ کرو انہوں نے کہا وما الرحمن انسجد لما تامرنا۔ رحمن کون ہے؟ آیا ہم اس کو سجدہ کریں جسے آپ کہتے ہیں (ایضاً) بہرحال ارشاد قدرت ہے کہ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی میرا پروردگار ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی پر میرا اعتماد اور بھروسہ ہے اور وہی میرا مرجع ہے اسی کی طرف واپس جانا ہے۔

۴۶۔ ولو ان قرانا سیرت به الجبال الآیة۔

اس آیت کا شانِ نزول

ایک بار چند مشرکین مکہ جن میں ابوجہل بن ہشام اور عبداللہ بن امیہ مخزومی بھی شامل تھے۔ بیت اللہ کے عقب میں جا کر بیٹھے اور عبداللہ بن امیہ کو بھیج کر حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلوایا اور ان سے کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو رسول تسلیم کرکے آپ کی پیروی کریں تو ہماری چند مطالبات ہیں۔ انہیں پورا کردیں تو ہم ایسا کرینگے۔

۱۔ مکہ کی زمین تنگ ہے پہاڑوں کو یہاں سے ہٹا دیں تا کہ وہ کشادہ ہو جائے آخر جناب داوؑد کے لیے بھی تو پہاڑ مسخر کئے گئے تھے۔ ۲۔ پانی نہ ہونے کی وجہ سے یہ زمین قابل کاشت نہیں ہے اس لیے زمین سے چشمے جاری کریں تا کہ ہم زراعت کرسکیں۔

۳۔ ہوا کو ہمارے لیے مسخر کردیں تا کہ ہم ملک شام جا کر اور اپنے کام کر کے اسی دن واپس آجائیں آخر سلیمان کے لیے بھی تو ہوا مسخر کی گئی تھی۔ ۴۔ ہمارے لیے مردوں کو زندہ کردیں اور نہیں تو کم ازکم اپنے دادا قصی کو ہی زندہ کردیں تا کہ ہم ان سے پوچھیں کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ حق ہے یا باطل؟ آخر عیسیٰؑ بھی تو مردے زندہ کرتے تھے۔ (مجمع البیان۔ بغوی، مظہری) اس آیت میں انہی بے ہودہ مطالبات کا جواب دیا گیا ہے کہ ایک صاف باطن اور نیک شخص تو یہ خیال کرے گا کہ یہ لوگ نیک نیتی سے یہ مطالبات پیش کر رہے ہیں تو کیا عجب کہ جب ان کے مطالبات پورے کردے جائیں تو یہ ایمان لے آئیں مگر جو لوگ ان لوگوں کی افتاد طبع سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا قرآن بھی اتارا جاتا جس سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے یا زمین کی طویل مسافتیں جلدی جلدی طے ہوجاتیں یا زمین شق ہوجاتی اور اس سے چشمے پھوٹ پڑتے یا مردے زندہ ہوجاتے اور کلام کرنے لگتے تو جب بھی لوگ ایمان نہ لاتے اور نہ یہ کہتے کہ یہ شخص بڑا شعبدہ باز اور زبردست جادوگر ہے یہ حرف لو کا جواب محذوف ہے (لما آمنوا) اور بعض نے لو کا جواب ''لکان ھذا القرآن'' قرار دیا ہے (تفسیر قمی) یعنی اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعہ سے یہ کام کئے جاسکتے تو وہ یہی قرآن ہوتا الغرض اس آیت کا مفاد اور ماحصل وہی ہے جو سورہ انعام کی آیت ''ولو اننا نزلنا الیھم الملائکۃ وکلھم الموتیٰ وحشرنا علیھم کل شئی قبلاً ما کانو الیومنوا''

الآیۃ کہ اگر ہم ان کی طرف ملائکہ بھی نازل کردیں اور ان سے مردے بھی کلام کرنے لگیں اور ان کے سامنے چیزوں کو اکھٹا بھی کردیں تو جب بھی یہ ایمان نہیں لائینگے۔ مگر یہ کہ خدا زبردستی چاہے اور اسی طرح کی ایک آیت اسراء میں ۹۰ نمبر پر آئے گی وقالو الن نومن لك حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا۔ الآیہ۔

یعنی ایسا نہیں ہے کہ یہ مطالبات خدا کی قدرت سے باہر ہیں یہ سب امور اللہ کے اختیار میں ہیں مگر ان کا پورا کرنا یا نہ کرنا اسکی حکمت و مصلحت پر موقوف ہے اور توفیق ہدایت بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور سنت اللہ یہ ہے کہ وہ طالب ہدایت کو توفیق عنایت کردیتا ہے اور معاند کو اس سے محروم رکھتا ہے۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ کہ وہ طالب ہدایت کو توفیق عنایت کردیتا ہے اور معاند کو اس سے محروم رکھتا ہے۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

۴۸۔ افلم ییئس۔ الآیۃ۔

اس آیت کا شان نزول

کچھ خوش فہم اور سادہ دل مسلمان اب بھی یہ امید کئے ہوئے تھے کہ اگر ان لوگوں کے یہ خارق عادت مطالبات پورے کر دیئے جاتے تو شاید لوگ یہ ایمان لے آتے ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ان لوگوں کا تعصب عناد اور کٹ حجتی اور کج بحثی کا بچشم خود مشاہدہ کرنے کے بعد بھی تم ان لوگوں کے ایمان لانے سے مایوس نہیں ہوئے کہ ایمان نہ لانے والے کبھی ایمان لانے والے نہیں ہاں البتہ اگر خالق فطرت کی یہ مشیت ہوتی کہ کسی کی طلب اور صلاحیت دیکھے بغیر از خود زبردستی ہدایت کر دے تو پھر ان کو بھی اضطراری ہدایت حاصل ہو جاتی مگر خدائے علیم ایسا کرتا نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنا اسکی حکمت کے خلاف ہے بلکہ وہ صرف طالب ہدایت کو توفیق ہدایت دیتا ہے اور معاند کو اس سے محروم رکھتا ہے لہٰذا ان لوگوں کے ایمان کی توقع رکھنا عبث اور بے فائدہ ہے (تفسیر بغوی و ماجدی)۔

ایضاح

مخفی نہ رہے کہ یہ تفسیر ییئس کا ترجمہ مایوس ہونے کی بنا پر ہے جو عام علماء نے کیا ہے مگر مفسر قرطبی نے بعض صحابہ کو تابعین سے افلم ییئس کا ترجمہ افلم یعلموا کیا ہے کہ کیا اہل ایمان کو معلوم نہیں ہے؟ کہ اگر خدا مشیت قاہرہ سے چاہتا تو سب کو جبراً ہدایت کر دیتا مگر اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ لوگوں کا اختیار باقی رہے اور وہ اپنے ارادہ عزم سے ایمان یا کفر اختیار کریں بنی ہوازن کی لغت میں ییئس یعلم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔(تفسیر کاشف)

مفسر طبرسی نے بیان کیا ہے کہ اہل عربیت نے افلم ییئس کے معنی میں اختلاف کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ درست یہ ہے کہ اس کا مفہوم افلم یتبین ہے یعنی کیا ان لوگوں پر واضح نہیں ہوا؟ اور پھر یہ تفسیر ایک جماعت سے نقل کی ہے جن میں سے ایک حضرت امیرا علیہ السلام بھی ہیں (تفسیر طبرسی) واھل البیت ادری بمافی البیت اور علامہ طبرسی طبرسی نے اسے حضرت علیؑ، امام زین العابدینؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ کی قرات قرار دیا ہے (مجمع البیان) اور علامہ سیوطی نے تفسیر منشور میں ابن عباس کی یہی قرات نقل کی ہے (ج ۴ ص ۶۳ طبع مصر)

۴۹۔ولا یزال۔الآیۃ۔

یہ لوگ ایمان نہ لانے اور معاندانہ روش و رفتار اپنانے کی وجہ سے اس بات کے مستحق ہیں کہ براہ راست ان پر یا ان کے قرب و جوار کے لوگوں پر مصیبتیں اور آفتیں نازل ہوتی رہیں تا کہ شاید عبرت حاصل

کریں کبھی قحط کبھی قید اور کبھی قتل جیسا کہ اسلامی غزوات میں ان پر آفتیں نازل ہوئیں حتی یاتی وعد اللہ۔ یہاں تک کہ اللہ کے وعدے کے ظہور کا وقت آ جائے یعنی اگر وہ باز نہ آئے تو پھر اللہ کا وعدہ پورا ہوگا۔ اس وعدہ سے کیا مراد ہے؟ بعض مفسرین نے فتح مکہ کا وعدہ مراد لیا ہے اور بعض نے عذاب آخرت کا جس کی خبر رسول نے اپنی قوم کے منکروں اور نافرمانوں کو دی ہے اور اللہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (مجمع البیان)۔

آیات القرآن

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ
اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا
كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا
يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾
لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ
مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ
وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ
اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ
اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ
حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَمَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ
مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسولؐ) آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں کا مذاق اڑایا گیا ہے مگر میں نے کافروں کو (کچھ مدت تک) ڈھیل دی پھر میں نے انہیں پکڑ لیا۔تو (دیکھو) میرا عذاب کیسا تھا؟ (۳۲) کیا وہ ذات جو ہر نفس کے (نیک وبد) اعمال پر نگران ہے کہ اس نے کیا کمایا ہے؟ (وہ ان کے خود ساختہ معبودوں جیسا ہے؟ ان لوگوں نے اللہ کے کچھ شریک بنا لیے ہیں۔ اے رسول ان سے کہو کہ آخر ان کے نام تو بتاؤ یا تم اس (اللہ) کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ (ہمہ دان ہو کر بھی) زمین میں نہیں جانتا کہ کہاں ہے؟ یا یونہی یہ ظاہری الفاظ ہیں (جن کا کوئی مصداق نہیں ہے) بلکہ کافروں کے لیے ان کا مکروفریب خوشنما بنا دیا گیا ہے اور وہ راہ (راست) سے روک دیئے گئے ہیں اور جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے (اور اسے ہدایت نہ دے) تو اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ہے (۳۳) ان کے لیے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو اور بھی زیادہ سخت ہے اور کوئی نہیں ہے جو انہیں اللہ (کی گرفت) سے بچائے۔ (۳۴) جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں جاری ہیں اس کے پھل دائمی ہیں اور اس کا سایہ بھی (لازوال) ہے یہ پرہیزگاروں کا انجام ہے اور کافروں کا انجام آتش ہم نے آپ پر نازل کی ہے اور ان جماعتوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس کتاب کے بعض حصوں کا انکار کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں میں اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اسی کی طرف میری بازگشت ہے (۳۶) اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کی شکل میں نازل کیا ہے اور اگر آپ اپنے پاس علم (قرآن) کے آجانے کے بعد بھی ان کی خواہشات کی پیروی کریں گے تو اللہ کے مقابلہ میں آپ کا نہ کوئی سرپرست وکارساز ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا (۳۷)۔

تشریح الفاظ

املیت املاء کے معنی مہلت اور ڈھیل دینے کے ہیں۔ ۲۔من الاحزاب یہ حزب کی جمع ہے جس کے معنی گروہ کے ہیں۔ ۳۔اھواء ھویٰ کی جمع ہے جس کے معنی خواہش کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۵۰۔ ولقد استھزء۔ الآیۃ۔

چونکہ کفار و مشرکین کے جاہلانا سوالات اور ان کے مطالبہ عذاب اور اس کے وقوع میں تاخیر ہوجانے کی وجہ سے وہ تمسخر اڑاتے تھے جس سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت ہوتی تھی اس لیے خدائے رؤف ورحیم آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمارہا ہے کہ یہ سلوک صرف آپ سے ہی نہیں کیا جارہا ہے بلکہ آپ سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء کے ساتھ بھی ایسا سلوک ہوتا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جاتا رہا ہے مگر خدا نے ان سرکشوں کو اپنے قانون امہال کے تحت فوراً نہیں پکڑا بلکہ ایک مدت تک برابر ان کو مہلت دی ہے ہاں البتہ جب وہ مدت گذر گئی اور وہ اپنے تمرد وعصیان کاری سے باز نہ آئے بلکہ ان کی سرکشی وعصیان کاری برابر بڑھتی ہی گئی تو پھر عذاب الٰہی نے انہیں اپنی مضبوط گرفت میں لے لیا اور عبرتناک تباہی ان کا مقدر بن گئی تو موجودہ معاندین کی بھی جب مہلت کی مدت ختم ہوجائے گی تو ان کا انجام بھی ان گذشتہ سرکش و نافرمان قوموں سے مختلف نہ ہوگا۔

۵۱۔ افمن کان۔ الآیۃ۔

اس آیت میں خداوند عالم مشرکین کی ضلالت وجہالت کے ساتھ ساتھ انکی حماقت بھی بیان فرمارہا ہے کہ وہ ایسے احمق ہیں کہ انہوں نے اپنے ان خود ساختہ شریکوں کو جو ایسے اندھے اور بہرے ہیں کہ نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں بلکہ بے جان مجسمے ہیں۔ کو اس خدا کا شریک اور اس جیسا سمجھ رکھا ہے جو ہر نفس کا ناظر ونگران ہے اور اس کے ہر اچھے برے عمل کو دیکھ رہا ہے اور پھر اس کے مطابق اسے جزاء وسزا بھی دیتا ہے اور اس کی حفاظت ونگہبانی بھی کرتا ہے کیا یہ برابر ہوسکتے ہیں؟ سوال کا یہ حصہ بتقاضائے بلاغت محذوف ہے جواب واضح ہے کہ ہرگز نہیں!!!

۵۲۔قل سموھم ۔ الآیة۔

آپ کہہ دیجئے کہ آخران مزعومہ شریکوں کے نام تو بتاؤ اوران کا کوئی ایسا کام بھی بتاؤ جس کی بنا پر وہ پرستش کے مستحق قرار پاتے ہیں؟ یہ آیت ویسی ہی ہے جیسی سورہ اعراف کی آیت ۷۰ ہے۔ اتجالوننی فی اسماء سمیتموھا انتم وآباء کم انزل اللہ بھا من سلطان ۔ یا جیسے سورہ یوسف کی آیت ۴۰ سے ماتعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموھا انتم وآباء کم ما انزل اللہ بھا من سلطان۔ یا جیسے سورہ نجم کی آیت ۱۲۳ ان ھی الاسماء سمیتوھا انتم وآباء کم ما انزل اللہ بھا من سلطان۔ الغرض اس لب ولہجہ سے مشرکین کی تحقیر مقصود ہے کہ جن کو تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو ان کا کوئی کمال کوئی کارنامہ اورکوئی ایسی صفت تو بیان کرو جس سے ان کا استحقاق ظاہر ہو۔؟ جیسے جب کوئی بزدل یہ دعویٰ کرے کہ وہ بڑا بہادر ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی شجاعت کا کوئی ثبوت پیش کرو۔ یہ مقصد نہیں ہے کہ صرف نام گنانا شروع کردو۔کیا تم اللہ کو ایسی چیز (شریک) کی خبر دینا چاہتے ہو جسے وہ اپنی ساری زمین میں نہیں جانتا۔حالانکہ وہ ہمہ دان ہے ہمہ بین ہے اور بکل شئ علیم ہے۔ یہ آیت بالکل اس آیت جیسی ہے جو سورہ یوسف کی آیت ۱۸ ہے۔قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السموات ولافی الارض۔اوراسکی وہیں تفسیر بھی گذرچکی ہے۔تو اگر خدا کا کوئی شریک ہوتا تو وہ ضرور اسے جانتا ہوتا جب وہ نہیں جانتا تو اسکا صاف اورسادہ مطلب یہی ہے کہ اللہ کے کسی شریک کا کوئی وجود نہیں ہے ورنہ خدا کا جہل لازم آئے گا۔ تعالیٰ اللہ عما یصفون ۔ اسی چیز کو نفی الشئی بنفیِ لازمہ۔کہا جاتا ہے۔یعنی کسی چیز کی نفی اس کے لازم کی نفی سے کرنا جیسے سورج کا طلوع اوردن کا وجود لازم وملزوم ہیں۔لہذا اگرسورج طلوع ہوا ہے تو ضروردن موجود ہوگا اور جب دن موجود نہیں تو پھر سورج طلوع نہیں ہوا اسی طرح کسی چیز کا وجود پھر خدا کا اسے جاننا لازم وملزوم ہیں یعنی جو چیز بھی کائنات میں موجود ہے اس کا لازم یہ ہے کہ خالق کائنات کو اس کا علم ہو اورجس چیز کو وہ نہیں جانتا اسکا مطلب واضح ہے کہ اس چیز کا کوئی وجود نہیں ہے یا یہ یونہی تمہارے ظاہری اور کھوکھلے الفاظ ہیں جن کا خارج میں کوئی مصداق نہیں ہے؟ اورحقیقت الامر بھی یہی ہے کہ شریک کہ لفظ وہ اسم ہے جس کا کوئی مسمی نہیں ہے۔مخفی نہ رہے کہ باوجود یکہ خدا کا شریک نہ زمین میں ہے اورنہ آسمان میں مگر اس نفی کی زمین کے ساتھ اس لیے تخصیص ہے کہ بتوں کو خدا کا شریک زمین میں بنایا گیا تھا نہ کہ آسمان میں۔ کمالا یخفی۔

۵۳۔بل زین للذین۔الآیة۔

جب کوئی منکر حق کا انکار کرتا ہے تو وہ اپنے انکار کو جائز ثابت کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی حیلہ بہانہ ضرور کرتا ہے۔ اگرچہ اس کا استدلال الفاظ کے گورکھ دھندا کے سوا کچھ نہیں ہوتا وہ مغالطہ پرور تقریریں کرتا ہے اور اپنے شرک اور شرکیہ کاموں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا تا ہے کیونکہ شیطان اور نفسِ امارہ نے اس کے لیے اس کے مکروفریب اور غلط نظریات کو خوشنما بنادیا ہے اس لیے وہ سمجھتا ہے کہ اس طرح بنی نوع انسان کی خدمت کر رہا ہے ایسے خود فریبوں اور ابلہ فریبوں کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا ان کے لیے دنیا میں بھی عذاب ہے جو قتل، قید اور دیگر مختلف مصائب کی شکل میں ان پر نازل ہوتا رہتا ہے اور آخرت کا عذاب اپنی شدت اور دوام کی وجہ سے زیادہ سخت ہے اور جن کو یہ لوگ خدا کا شریک گمان کرتے ہیں ان میں کوئی بھی ان کو خدا کے اس عذاب سے بچا نہیں سکتا۔

مخفی نہ رہے کہ سورہ نساء کی آیت ۸۸ تریدون ان تھدوا من اضل اللہ۔ اور سورہ اعراف کی آیت ۸۶ ومن یضلل اللہ فلا ھادی لہ۔ اور خود اس سورہ رعد کی آیت ۲۷۔ ان اللہ یضل من یشاء۔ کی تفسیر اور دیگر مختلف مقامات پر اضلال واہداء کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ جب اضلال کی نسبت خدا کی طرف دی جائے تو اس سے اپنی توفیق کا سلب کرنا مراد ہوتا ہے اور وہ انہی بدنصیبوں سے اپنی توفیق سلب کرتا ہے جو خدا داد صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور ہدایت کو طلب نہیں کرتے۔ اور وہ ہدایت انہی کو کرتا ہے جو خداداد صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ صدق نیت سے ہدایت کے طلبگار ہوتے ہیں۔

۵۴۔ والذین آتیناھم الکتاب۔ الآیۃ۔

مفسرین میں فی الجملہ اختلاف ہے کہ یہاں الکتاب سے کونسی کتاب اور الذین اتیناھم الکتاب کے مصداق کون لوگ ہیں؟ چنانچہ بعض مفسرین نے الکتاب سے قرآن مجید اور والذین اتیناھم سے صحابہ رسول مراد لیے ہیں (مجمع البیان) اکثر مفسرین نے الکتاب سے انجیل مراد لی ہے اور والذین اتیناھم الکتاب۔ سے نصاریٰ کے وہ لوگ مراد لیے ہیں جو حضرت رسول خداؐ پر ایمان لائے جن کا تفصیلی تذکرہ پارہ ۷ کی پہلی آیت کی تفسیر میں کیا جا چکا ہے۔ کہ وہ کل ستر ۷۰ افراد تھے۔ جن میں سے باسٹھ آدمیوں کا تعلق حبشہ سے تھا اور آٹھ کا تعلق شام سے تھا۔ (مجمع البیان وقرطبی وغیرہ) تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے جو روایت مروی ہے اس سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے اور بقولے ان کی تعداد اسی تھی جس میں سے چالیس نجران، آٹھ یمن اور بتیس حبشہ کے رہنے والے تھے (تفسیر لوامع التنزیل) یہ لوگ جب تک عیسائی تھے تو جناب عیسیٰؑ کے دین اور اس کی تعلیمات پر کاربند تھے اور جب پیغمبر اسلام مبعوث ہوئے اور ان کی حقانیت اور

ان پر نازل شدہ کتاب ہدایت قرآن کی صداقت دیکھی تو ربنا امنافاکتبنا مع الشاھدین۔ کہتے ہوئے ان پر ایمان لائے اس موضوع کی دوسری تفصیلات پارہ ۷ میں گذر چکی ہیں۔ وہاں رجوع کیا جائے۔

۵۵۔ومن الاحزاب۔۔الآیۃ۔

ان جماعتوں اور مختلف گروہوں میں سے یہود ونصاریٰ اور دیگر ادیان باطلہ والے لوگ مراد ہیں۔ جو قرآن کے ان حقائق اور احکام کا انکار کر دیتے تھے جو انکی خواہشات کے خلاف اور ان کے اغراض سے متصادم ہوتے تھے یا انکی شریعت کے خلاف تھے مگر ان کے اقرار وانکار سے قرآن کی صداقت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۵۶۔قل انما امرت۔الآیۃ۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرتؐ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ صاف کہہ دو کہ تمہارے اقرار وانکار سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم میں سے کچھ نزول قرآن پر خوش ہو رہے ہیں اور اس کا اقرار کر رہے ہیں اور بعض ناراض ہو رہے ہیں اور انکار کر رہے ہیں تو منجانب اللہ مامور ہوں کہ صرف اس کی عبادت کروں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں اور اسی طرح لوگوں کو دعوت دوں اور اس کی طرف بلاؤں جس کی طرف میری بازگشت ہے۔

۵۷۔وکذلك انزلنا۔الآیۃ۔

خدا نے ہمیشہ ہر نبی کی زبان میں کتاب نازل کی

ہمیشہ سے دستور الٰہی یہ رہا ہے کہ اس نے ہمیشہ ہر نبی پر اس کی زبان میں کتاب نازل کی ہے۔ جناب موسیٰ کی زبان عبرانی تھی تو توراۃ عبرانی زبان میں نازل ہوئی۔ جناب داؤد کی زبان سریانی تھی تو زبور سریانی زبان میں اتاری گئی اور جناب عیسیٰ کی زبان چونکہ یونانی تھی اس لیے انجیل یونانی زبان میں نازل کی گئی۔ اور چونکہ حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قومی زبان عربی تھی تو جس طرح ان انبیاء پر ان کی قومی زبان میں کتابیں نازل کی گئی تھیں۔ اسی طرح اسی سنت اللہ کے مطابق قرآن عربی مبین میں نازل کیا گیا۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔ وماارسلنا من رسول الابلسان قومہ۔ (ابراہیم۔۴) بنابریں مرزائے قادیانی کی نبوت کے خانہ زاد ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ چونکہ ان کی قومی زبان پنجابی تھی تو چاہیے تھا کہ وہ پنجابی میں کوئی کتاب لاتے نہ کہ عربی وفارسی وغیرہ میں بہرحال قرآن کو حکماً اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ احکام واوامر اور تکالیف الٰہیہ کا مجموعہ ہے اور حکمنامہ ہے جو عربی زبان میں ہے (تفسیر لباب التنزیل) یا اس لیے کہ یہ حکم اللہ ہے اور جو اس کے خلاف ہے

وہ حکم جاہلیت ہے ۔افحکم الجاهلية يبغون ومن احسن من الله حكماً لقوم يوقنون ۔ (المائدہ۔۵۱) (تفسیر الکاشف) یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کے مطابق لوگوں کے فیصلہ کرتے تھے۔

۵۸۔ولئن اتبعت۔ الآیۃ۔

یہ بات تو واضح ہے کہ مشرکین یہ چاہتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے آباؤاجداد کی ملت کی پیروی کریں اوراس کی مخالفت نہ کریں مگر ظاہر ہے کہ بوجہ عصمت آنحضرتؐ کے بارے میں اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ایسا کریں اس لیے بعض مفسرین نے تو یہ کہا کہ گو خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے مگر اس سے مراد آپ کی امت ہے کہ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے (مجمع البیان وغیرہ) اور بعض نے اسے فرض محال نباشد پر اورحق کے مقابلہ میں باطل کی پیروی کرنے کے جرم کی سختی وسنگینی اجاگر کرنے پر محمول کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر صحیح علم آجانے کے بعد آپؐ نے ان لوگوں کی نفسانی خواہشات کی پیروی کی تو پھر اللہ کے مقابلہ میں آپ کا کوئی سرپرست وحمایت کار نہ ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا اللہ اکبر! جب سرور کائنات جیسی جلیل القدر ہستی کو عبدیت اور شریعت کے دائرہ سے باہر قدم نکالنے کی اجازت نہیں ہے تو بادیگراں چہ رسد؟

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

آیات القرآن

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا
كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا
اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ
الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا
مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ

وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے ہیں اور ان کے لیے بیوی بچے قرار دیئے اور کسی رسول کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ پیش کرے ہر وقت کے لیے ایک کتاب (نوشتہ) ہے (۳۸) اللہ جو چاہتا ہے وہ (لکھا ہوا) مٹا دیتا ہے اور (جو چاہتا ہے) برقرار رکھتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب (اصل کتاب یعنی لوح محفوظ) ہے۔ (۳۹) اور اگر ہم آپ کو کچھ وہ باتیں آنکھوں سے دکھا دیں جن کا ہم ان (کفار) سے وعدہ وعید کر رہے ہیں یا ہم (ان کے ظاہر ہونے سے پہلے) آپ کو اٹھا لیں بہر حال (ہمارا پیغام) پہنچانا آپ کا کام ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے (۴۰) کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے اطراف و جوانب سے برابر گھٹاتے چلے آتے ہیں اللہ ہی حکم دینے والا (اور فیصلہ کرنے والا) ہے اس کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے (۴۱) جو لوگ ان سے پہلے گذر چکے ہیں انہوں نے بڑی مخفی تدبیریں کیں سو ہر قسم کی تدبیریں اور ترکیبیں اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں وہی جانتا کہ ہر شخص کیا کمائی کر رہا ہے اور بہت جلد کافروں کو معلوم ہو جائے گا کہ اس گھر کا انجام (بخیر) کس کا ہے (۴۲) اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں کہہ دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان بطور گواہ اللہ کافی ہے اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے (۴۳)۔

تشریح الالفاظ

۱۔اذن اللہ سے مراد حکم اللہ ہے۔ ۲۔یمحو کے معنی ہیں مٹانا اور یثبت کے معنی میں لکھنا۔ ۴۔ البلاغ۔ کے معنی ہیں پہنچانا۔ ۵۔شہید کے معنی گواہ کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۵۹۔ولقد ارسلنا۔ الآیۃ۔

اس آیت کی شان نزول اور انبیاء کے فوق بشر ہونے کی تردید

نبی کے بارے میں چونکہ احمق عوام کا جاہلی خیال یہ تھا کہ اس کا تعلق فوق البشر فرشتوں کی طرح کسی ایسی مخلوق سے ہونا چاہیے جسے نہ بھوک لگے نہ پیاس اور نہ اس میں کوئی جنسی خواہش ہو۔اور مروّجہ مسیحیت اور اس کے خود ساختہ عقیدہ رہبانیت نے بھی اس نظریہ کو تقویت پہنچائی جس میں خانہ داری اور عیالداری اور زن وشوہر کے تعلقات کو تقرب الٰہی کے منافی تصور کیا جاتا ہے اور تجرد اور ترک دنیا کو قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے خدائے علیم وحکیم نے متعدد آیات میں اس عوامی نظریہ کی ردکی ہے۔اور واضح کیا ہے کہ نبی ورسول ہوں یا ان کے وصی ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ نوع بشر کے ہی افضل افراد ہوں ورنہ اس کے بغیر بعثت انبیاء کا مقصد پورا نہیں ہوسکتا۔بہرحال ان منکرین کے منجملہ دیگر لایعنی اور بے ہودہ اعتراضات کے جو وہ پیغمبر اسلامؐ پر کرتے تھے ایک یہ تھا کہ یہ شادیاں کیوں کرتے ہیں اور ان کے اہل وعیال کیوں ہیں؟ (مجمع البیان تفسیر الجوامع وغیرہ)

اس آیت مبارکہ میں خدائے حکیم نے ان لوگوں کے اسی جاہلانہ ایراد کا جواب دیا ہے کہ آپ سے پہلے بہت سے انبیاء ہوگزرے ہیں جیسے نوحؑ، ابراہیمؑ، اسحاقؑ، واسماعیلؑ، یعقوبؑ اور موسیٰؑ اور داؤدؑ وسلیمان وامثالھیم جن کو یہ لوگ بھی نبی تسلیم کرتے ہیں اور وہ سب عیالدار تھے تو پیغمبر اسلامؐ کی عیالداری پر اعتراض کیوں؟ اور ان کی نبوت کا انکار کیوں؟ اس آیت میں ان نام نہاد پیروں وفقیروں اور خانقاہی نظام کے صوفیوں کے لیے درس عبرت اور لمحۂ فکریہ ہے جو شادی بیاہ اور بیوی کو روحانیت اور کمال ولایت کے منافی سمجھتے ہیں؟

۶۰۔ وما کان لرسول۔ الآیۃ۔

قبل ازیں کئی مقامات پر یہ حقیقت بیان کی جاچکی ہے کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خدا ہے جسے وہ حسب مصلحت نبی وامام کے ہاتھوں پران کی صداقت ظاہر کرنے کے لیے ظاہر کرتا ہے اور اس دعویٰ کی حقانیت پر متعدد آیات وروایات اور بہت سے عقلی دلائل وبراهین موجود ہیں اور تفصیل کے لیے ہماری کتاب اصول شریعہ پانچواں باب قابل دید ہے بہرنوع اس دعویٰ کی صداقت کی دوسری آیات کے علاوہ ایک یہ آیت بھی دلیل ہے جس میں خدائے قدیر نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ کسی بھی رسول کے لیے یہ ممکن نہیں ہے اور نہ ہی اس کی مجال ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی (معجزہ) پیش کر سکے چنانچہ فاصل کاشانی اپنی تفسیر صافی میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ وماصح له ولمہ یکن فی وسعه ان یاتی بایة یقترح علیه وحکم یلتمس منه الاباذن الله فانه القادر له علی ذلك۔ یعنی نہ ہی کسی رسول کے لیے یہ روا ہے اور نہ ہی اس کی طاقت ہے کہ وہ کوئی ایسا معجزہ دکھا سکے جس کا اس سے مطالبہ کیا جائے مگر اللہ کے حکم سے کیونکہ اللہ ہی اس کے ظاہر کرنے کی قدرت وطاقت رکھتا ہے۔ (تفسیر صافی)

۶۱۔ لکل اجل کتاب الآیة۔

ہر چیز کی خواہ وہ معجزہ کا دکھانا ہو یا عذاب الٰہی کا آنا، زندگی ہو یا موت اس کا ایک وقت مقرر ہے اور اس کا نوشتہ بھی معین ہے جس میں تقدیم وتاخیر نہیں ہوسکتی اور اس کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ ہر کتاب پر عمل کرنے کا بھی وقت مقرر ہے توراۃ کا اپنا وقت ہے انجیل کا اپنا (جو ختم ہو چکا ہے) اور قرآن کا اپنا وقت ہے (جو قیامت تک قائم رہے گا) اور یہ بھی تحریر شدہ ہے کہ کسی دور میں کون رسول آئے گا؟ کونسی شریعت لائے گا؟ اور کونسا معجزہ دکھائے گا لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قسم کے مطالبے کرنا کہ اس قرآن میں کچھ تغیر وتبدل کریں اور فلاں فلاں معجزہ دکھائیں سراسر غلط اور ناروا ہیں اور نہ ہی آپ اس بات کے پابند ہیں (مجمع البیان)

۲۶۔ یمحوا الله مایشاء۔ الآیة۔

عقیدہ بداء کا اثبات

اس آیت مبارکہ سے بعبارۃ النص عقیدہ بدا کی صحت ثابت ہوتی ہے جو مذہب شیعہ خیر البریہ کا ایک بنیادی عقیدہ ہے جس کی بقدر ضرورت یہاں وضاحت کی جاتی ہے۔ ارباب عقل وعلم جانتے ہیں کہ خداوند کریم کے دو نظام ہیں۔ ۱۔ ایک نظام تشریع۔ ۲۔ دوسرا نظام تکوین۔ تو جس چیز کا نام نظام تشریع میں نسخ ہے

یعنی حالات کے بدل جانے سے ایک حکم شرعی کو ختم کرکے اس کی جگہ دوسرا حکم نافذ کرنا اسی چیز کا نام نظام تکوین میں بدا ہے کہ حالات وظروف کے بدل جانے کی وجہ سے انسان کی کسی حالت کو دوسری حالت کے ساتھ بدل دینا علمی الفاظ میں یوں سمجھیں کہ النسخ کانہ بداء تشریعی والبدء کانہ نسخ تکوینی یعنی نسخ گویا کہ تشریعی بدا اور بدا گویا تکوینی نسخ ہے نسخ میں کیا ہوتا ہے؟ زمان مکان، اور افراد اور ان کے حالات وکوائف کے بدلنے سے وقتاً فوقتاً شرعی احکام کے بدلنے پر تو تمام اسلامی فرق ومسالک کا اتفاق ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔ ماننسخ من آیة اوننسھانأت بخیر منھا اومثلھا الم تعلم ان اللہ علی کل شئی قدیر۔(البقرہ۔۱۰۶) ہم جس چیز کو منسوخ کردیتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لاتے ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر بڑی قدرت رکھتا ہے اسی بنا پر مختلف اوقات میں شریعتیں بدلتی رہی ہیں اور خود قرآن مجید میں ناسخ ومنسوخ کا سلسلہ موجود ہے۔ بالکل اسی طرح بدا میں بھی مختلف علل واسباب اور شرائط کے تحت خدائے قدیر لوگوں کے حالات وکوائف کو بدلتا رہتا ہے شاہ گدا اور گدا شاہ بن رہا ہے امیر فقیر اور فقیر امیر بندھا ہے اور کوئی دانشمند اور بابصیرت انسان اس کا انکار نہیں کرسکتا نہ اس سے خدا کی معاذ اللہ جہالت لازم آتی ہے۔ اور نہ کوئی اور نقص وعیب بلکہ اس کی قدرت کاملہ اور اختیارات وسیعہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اور یہود کے اس باطل نظریہ کی تردید ہوتی ہے۔ کہ یداللہ مغلولة کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اسی بنا پر معصومین علیہم السلام کی روایات میں وارد ہے کہ ماعبداللہ بشئی مثل البداء۔ عقیدہ بدا کی طرح کسی چیز سے خدا کی عبادت نہیں کی گی یا ماعظم اللہ بمثل البداء بدا۔ کی طرح کسی چیز سے خدا کی عظمت ظاہر نہیں کی گئی (اصول کافی) تعجب ہے کہ برادران اسلامی نسخ کو توصحیح تسلیم کرتے ہیں مگر بدا کو غلط قرار دیتے ہیں اور اس کی وجہ سے

مذہب اہلبیت۔ پر زبان اعتراض دراز کرتے ہیں حالانکہ دونوں کی حقیقت ایک ہے اور وہ جو ایراد بدا پر کرتے ہیں وہی نسخ پر بھی ہوسکتا ہے تو جو جواب وہ نسخ پر وارد شدہ اعتراض کا دیں گے وہی جواب بداء کے بارے میں ہمارا سمجھ لیں حذوالنعل بالنعل۔

لوح محو واثبات اور لوح محفوظ کا بیان

یہ بات سابقہ عقیدہ بداء کی فرع ہے اور اسی سے متعلق ہے جو مختلف آیات سے ثابت شدہ ہے کہ خداوند عالم کے پاس دو قسم کی لوحین ہیں۔ ایک لوح محفوظ ہے جس میں کائنات میں جو کچھ ہورہا ہے وہ سب تفصیل کے ساتھ لکھا ہوا ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔ ۲۔ دوسری لوح محو واثبات ہے اس کے نوشتہ جات اور مندرجات میں مختلف علل واسباب اور مصالح وحکم کے تحت محو واثبات اور تغیر وتبدل کا سلسلہ جاری رہتا

ہے خدا کسی لکھی ہوئی چیز کو مٹا دیتا ہے اور اس کی جگہ اور چیز لکھ دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ کی تقدیریں مشروط ہوتی ہیں لہٰذا اگر وہ شرائط پوری ہو جائیں تو تقدیر الٰہی برقرار رہتی ہے۔ اور اگر شرائط میں ردوبدل ہو جائے تو اس سے تقدیر الٰہی بھی بدل جاتی ہے اور اس محو و اثبات اور تغیر و تبدل کا جو آخری نتیجہ ہے وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی مثلاً لوح محو و ثبات میں لکھا ہے کہ فلاں شخص کی طبعی عمر پچاس سال ہوگی بشرطیکہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اس کی عمر کی درازی یا کوتاہی پر کوئی اثر پڑتا ہو۔ لہٰذا اگر اس نے صلہ رحمی کی یا صدقہ دے دیا تو پچاس کی جگہ ساٹھ لکھ دیا جائے گا اور اگر قطع رحمی کی تو پچاس سال برقرار رہے گی؟ یا لوح محو و اثبات میں لکھا ہوا ہے کہ فلاں شخص پر فلاں وقت فلاں مصیبت آئے گی بشرطیکہ اس نے دعا نہ کی یا صدقہ نہ دیا چنانچہ جب وہ شخص اس وقت دعا کرتا ہے یا صدقہ دیتا ہے تو لوح سے وہ مصیبت محو کر دی جاتی ہے۔

اور سلامتی لکھ دی جاتی ہے مگر لوح محفوظ میں آخری نتیجہ مثلاً سلامتی درج ہے اسی طرح تقدیرات و اجال الٰہیہ بھی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ۱۔ محتوم۔ (نہ ٹلنے والی) ۲۔ غیر محتوم (ٹلنے والی) ارشاد قدرت ہے ثم قضی اجلاً واجل مسمیٌ عندہ۔ (سورہ انعام) اسی آیت کی تفسیر میں ان دو اجلوں کی بقدر ضرورت وضاحت کی جا چکی ہے یہاں اس سے زیادہ اس نازک مسئلہ کی تفصیلات و جزئیات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد کی طرف رجوع کریں۔

۶۳۔ وان مانرینك ۔ الآیة۔

یہ اسی آیت کی طرح ہے جو سورہ یونس آیت ۴۶ وان مانرینک بعض الذی۔ الآیۃ۔ میں مع تفسیر گذر چکی ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اے رسول! ہم نے آپ سے اسلام کی فتح و فیروزی کے جو وعدے اور کفار کی ذلت و رسوائی کی جو وعیدیں کر رکھی ہیں وہ ضرور پورے ہو کر رہینگے۔ آپ یہ فکر نہ کریں کہ وہ آپ کی زندگی میں پورے ہوں یا آپ کی وفات کے بعد آپ کا کام میرا پیغام پہنچانا ہے اور بس عذاب نازل کرنا اور کب؟ یہ ہم سے متعلق ہے اس طرح اس آیت کا اس سورہ کی آیت ۳۱ سے بھی تعلق ہے جس میں مذکور ہے کہ لایزال الذین کفرو اتصیبھم بما صنعوا قارعۃ او تحل قریباً من دارھم حتی یاتی وعد اللہ۔ کافروں پر ان کے کرتوتوں کی پاداش میں کوئی نہ کوئی آفت آتی رہے گی یا ان کے گھروں کے آس پاس یہاں تک کہ اللہ کے وعدے کے ظہور کا وقت آ جائے جو فتح مکہ کا وعدہ بھی ہو سکتا ہے اور عذاب آخرت کی وعید و تہدید بھی۔

۶۴۔ اولم یرو ۔ الآیۃ۔

اس آیت کا حقیقی مفہوم متعین کرنے میں مفسرین کو خاصی دشواری پیش آئی ہے۔ کہ خدا کے زمین کی

طرف متوجہ ہونے اور اسے اس کے اطراف و جوانب سے گھٹانے کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں اس کے یہ معنی بیان کئے ہیں اور بظاہر یہ مفہوم زیادہ قریب الی الذہن ہے کہ اس سے اسلامی فتوحات مراد ہیں کہ ان کی وجہ سے روز بروز کفار کی زمینیں فتح ہو رہی ہیں اور مسلمانوں کے قبضہ میں آ رہی ہیں اس طرح کافروں کی مفتوحہ زمین گھٹتی جا رہی ہے اور ان کا حلقہ برابر تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ اور مسلمانوں کا کشادہ ہو رہا ہے اور وہ دن دور نہیں ہے کہ فتح مکہ کے بعد یہ ساری زمین مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائے گی اس معنی کی بنا پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ اگر سورہ رعد پورا مدنی نہیں تو کم از کم اس کی یہ آیتیں تو ضرور مدنی ہیں کیونکہ اسلامی فتوحات کا سلسلہ حضرت رسول خداؐ کی ہجرت کے بعد مدینہ میں شروع ہوا ہے اور اس کا ایک مفہوم بعض اخبار و آثار میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ زمین کی اطراف کو گھٹانے سے مراد علماء و فقہا اور صلحاء کی دنیا سے رحلت ہے چنانچہ اصول کافی میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے اس کا مفہوم موت العلماء بیان کیا گیا ہے اور جناب شیخ صدوق الرحمہ فقیہ میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق السلام سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا فرمایا اس سے مراد فقد العلماء ہے۔ واضح رہے کہ اس قسم کی بہت سی روایات تفسیر درمنثور ج ۴ میں بھی مذکور ہیں اللہ ہی حکم دینے اور فیصلہ کرنے والا ہے اس کے فیصلہ کو کوئی نہ ٹال سکتا ہے اور نہ ہی اس پر نظر ثانی کر کے اس کے فیصلہ میں کوئی تبدیلی کر سکتا ہے۔

۶۵۔ وقد مکر الذین ۔ الآیۃ۔

اس آیت میں یہ حقیقت بیان کی جا رہی ہے کہ اگر آج دشمنان اسلام، اسلام اور بانی اسلام کے خلاف مخفی تدبیریں کر رہے ہیں اور چالیں چل رہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ان سے پہلے گزرے ہوئے کفار بھی حق اور اہل حق کے خلاف ترکیبیں کرتے رہے ہیں اور چالیں چلتے رہے ہیں۔ تو جس طرح خدا نے ان کی سازشوں کو ناکام کیا اسی طرح ان کی چالوں اور مخفی تدبیروں کو بھی ناکام بنائے گا۔ کیونکہ سب تدبیریں اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ کیونکہ وہ قادر مطلق ہے وہ انہیں ناکام بھی بنا سکتا ہے۔ اور ان لوگوں کو سزا بھی دے سکتا ہے۔ اور کوئی تدبیر و ترکیب جس قدر مخفی کیوں نہ ہو وہ اسے جانتا بھی ہے کیونکہ اس ہمہ دان کو معلوم ہے کہ کوئی شخص کیا کام کر رہا ہے اور کیا کمائی کر رہا ہے؟ اور عنقریب کافروں کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ انجام کس کا بخیر ہے؟ مخفی نہ رہے کہ قبل ازیں اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ مکر اور اس قسم کے دوسرے الفاظ جب خدا کی طرف منسوب ہوں تو از باب صنعت مشاکلہ ہوتے ہیں اور یہ کہ اردو کے محاورہ میں مکر کی لفظ برے معنوں میں استعمال ہوتی ہے مگر عربی زبان میں اچھے اور برے معنی میں اس کا استعمال عام ہے اور اس مطلب کی پوری وضاحت

آیت ومکرو اومکر اللہ واللہ خیر الما کرین۔کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔فراجع۔

٦٦۔ویقول الذین۔الآیۃ۔

پیغمبر اسلامؐ کی نبوت کے دو گوہواں کا تذکرہ

کافر کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں خدائے عزوجل فرمارہا ہے کہ آپ کی نبوت کے دو گواہ ہیں اور وہ کافی ہیں ایک اللہ جس نے آپ کو نبی بنایا ہے اور معجزات وبینات سے آپ کی تصدیق کی ہے دوسرا وہ شخص جس کے پاس کتاب کا پورا علم ہے وہ کون ہے؟ برادران اسلامی نے اس سے یہود ونصاریٰ کے علماء مراد لئے ہیں بنابریں الکتاب سے جنس کتاب مراد ہوگی جو توارۃ وانجیل وغیرہ تمام آسمانی کتابوں کو شامل ہے۔ یہ علماء گواہی دینگے کہ وہ پیغمبر آخرالزمان جس کا ان آسمانی کتابوں میں ذکر خیر کیا گیا ہے وہ آپ ہی ہیں۔مگر حقیقی وارثان علم قرآن یعنی ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ اس سے مراد آئمہ اہلبیتؑ ہیں اور الکتاب سے مراد قران ہے اور یہ اس کے حقیقی عالم ہیں اور اس سلسلہ جلیلہ کے گل سر سبد اور فرد اکمل حضرت امیر علیہ السلام ہیں چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا ایانا عنی وعلی اولنا وافضلنا وخیرنا بعد النبی۔کہ خدا نے اس سے ہم کو مراد لیا ہے اور حضرت علیؑ ہمارے پہلے اور پیغمبر اسلامؐ کے بعد ہم سب سے افضل وبرتر ہیں۔(الکافی ،تفسیر عیاشی وصافی) کتاب امالی میں حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے فرمایا ذاک اخی علی ابن ابی طالب اس سے مراد میرے بھائی علی ابن ابی طالبؑ مراد ہیں کتاب احتجاج طبرسی میں خود حضرت علیؑ سے مروی ہے فرمایا ایای عنی بمن عندہ علم الکتاب۔کہ خدا نے اس آیت میں من عندہ علم الکتاب سے مجھے مراد لیا ہے اور تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا ہوا میر المومنین کہ اس سے مراد حضرت امیر علیہ السلام ہیں مخفی نہ رہے کہ برادران اسلامی کے کئی مفسرین نے اس سے عبداللہ بن سلام کو مراد لیا ہے حالانکہ عبداللہ مذکور مدینہ میں اسلام لایا جبکہ یہ سورہ مکی ہے۔(تفسیر درمنثور ج ۴)لہٰذا وہ کسی طرح بھی اس کا مصداق نہیں ہوسکتا۔

سورہ ابراہیم کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورہ کی آیت ۳۵ میں جناب ابراہیمؑ کا نام نامی واسم گرامی مذکور ہے۔ **واذقال ابراھیم رب اجعل ھذاالبلد**۔اس وجہ سے اس سورہ کا نام ابراہیمؑ مقرر ہوا جیسے سورہ ہود کا نام اس لیے ہود رکھا گیا کہ اس میں جناب ہودؑ کا ذکر مبارک ہے جو اکثر سورتوں کے ناموں کی طرح علامتی نام ہے ویسے کوئی اختصاصی پہلو نمایاں نہیں ہے اس سورہ کی آیتیں باون، رکوع سات، ۸۶۱ کلمات اور ۳۴۳۴ حروف ہیں۔

عہد نزول:۔

یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی انداز بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مکی دور کے آخری سالوں میں نازل ہوئی ہے جبکہ اہل مکہ آنحضرتؐ اور مسلمانوں سے ہر قسم کے سماجی تعلقات توڑ رہے تھے اور ان پر ظلم وجور کے کوہ گہراں گرا رہے تھے اور برملا دیس نکالا دینے کی دھمکیاں دے رہے تھے۔

اس سورہ کے مضامین کی اجمالی فہرست

۱۔کتاب رشد وہدایت قرآن کے نازل کرنے کا مقصد اجاگر کیا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو ظلمت کفر سے نکال کر نور ایمان میں داخل کریں۔

۲۔کفار کی پرانی بیماری یعنی دنیا سے غیر معمولی محبت اور حق سے دوری اور لوگوں کو راہ حق سے روکنے کا تذکرہ۔

۳۔ہر رسول کو قوم کی زبان بولنے والا بنا کر بھیجا گیا۔

۴۔ایام اللہ کی یاد قائم رکھنے کا حکم۔

۵۔جناب موسیٰ کی بعثت کا تذکرہ اور توراۃ نازل کرنے کی غرض وغایت اور قوم کو اللہ کے احسانات یاد دلا کر اس کے شکر ادا کرنے پر آمادہ کرنا۔

۶۔وجود خدا پر ایک اقناعی دلیل۔

۷۔بشریت انبیاء کا تذکرہ۔

۸۔مختلف قوموں کا اپنے انبیاء کے ساتھ ناروا سلوک کا تذکرہ اور اس کے جواب میں خدا کا سخت لب ولہجہ۔
۹۔شیطان کا اپنے پیروکاروں کو حوصلہ شکن جواب دینا اور انہیں اپنی ملامت کرنے کو کہنا۔
۱۰۔اچھے اور برے کلمات کی مثال۔
۱۱۔خدا کے شریک بنانے اور خدائی نعمتوں کو تبدیل کرنے والوں کا انجام۔
۱۲۔خدا کی نعمتوں کا بے شمار ہونا۔
۱۳۔جناب ابراہیمؑ کے مختصر حالات اور ان کی دعا و مناجات کا تذکرہ۔
۱۴۔ذریت ابراھیمی میں سے ہر دور میں سچے اور پکے مسلمانوں کے موجود رہنے کا تذکرہ۔
۱۵۔قیام قیامت کا ہولناک منظر۔
۱۶۔قیامت کے دن مجرمین کی عبرت ناک حالت زار کی تصویر کشی۔
۱۷۔توحید پروردگار کا مبارک تذکرہ وغیرہ وغیرہ۔

سورہ ابراہیم کے پڑھنے کی فضیلت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جو ہر جمعہ کے دن دو رکعت نماز میں سورہ ابراہیم اور سورہ حجر کی تلاوت کرے گا وہ کبھی فقر و فاقہ، جنون و دیوانگی اور کسی بلاؤ مصیبت میں مبتلا نہیں ہوگا انشاء اللہ (ثواب الاعمال، تفسیر، عیاشی و صافی) اور تفسیر البرہان میں بحوالہ خواص القرآن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ اگر اس سورہ کو سفید رنگ کے کپڑے پر لکھ کر چھوٹے بچے کے بازو پر باندھ دیا جائے تو وہ گریہ و بکاہ، جزع و فزع اور بچوں کی تکلیفوں سے محفوظ رہے گا (البرہان)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ الٓرٰ كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ۙ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اِلٰى صِرَاطِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِۙ ① اللّٰهِ الَّذِىۡ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِؕ وَوَيۡلٌ

لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ۝۲ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ
ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝۳ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ
لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ۝۴ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڏ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ
صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۵ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ
اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
عَظِيْمٌ ۝۶ۧ

ترجمۃ الآیات

الف، لام را (اے رسولؐ) یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے آپ پر اس لیے نازل کی ہے کہ آپ لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی کی طرف لائیں (یعنی) اس خدا کے راستہ کی طرف جو غالب (اور) قابل تعریف ہے (۱) وہ اللہ کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور تباہی و بربادی ہے سخت عذاب کی وجہ سے ان کافروں کے لیے جو دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور جو اللہ کی راہ سے (لوگوں کو) روکتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسے ٹیڑھا بنادیں یہ لوگ بڑی دور کی گمراہی دیتے ہیں اور جو اللہ کی راہ سے (لوگوں کو) روکتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسے ٹیڑھا بنادیں یہ لوگ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں (۳) اور ہم نے (دنیا میں) جب بھی کوئی رسول بھیجا ہے تو اس کی قوم کی زبان میں تاکہ وہ ان کے لیے (پیغام خداوندی)

کھول کر بیان کرے پس اللہ جسے چاہتا ہے (توفیق سلب کر کے) گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے وہ (سب پر) غالب ہے، بڑا حکمت والا ہے۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا تھا (اور حکم دیا) کہ اپنی قوم کو (کفر کے) اندھیروں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لائے اور انہیں اللہ کے مخصوص دن یاد دلاؤ یقیناً اس (یاددہانی) میں ہر بڑے صبر و شکر کرنے والے کے لیے بڑی نشانیاں ہیں (۵) اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا یعنی اس نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی جو تمہیں سخت عذاب پہنچاتے تھے اور وہ تمہارے لڑکوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری بڑی آزمائش تھی (۶)۔

تشریح الالفاظ

۱۔ویل۔ اس کے معنی ہیں شر، برائی کا نزول، ہلاکت اور دوزخ میں ایک وادی کا نام ہے۔ ۲۔ ذکر ہم تذکیر کے معنی ہیں یاد دلانا۔ ۳۔ یسومونکم۔ سوم کے معنی ہیں کسی کو کسی کام کی تکلیف دینا۔ ۴۔ بلاء کے معنی ہیں آزمائش و امتحان۔

تفسیر الآیات

۱۔ الر۔ کتاب۔ الآیۃ۔

کئی بار یہ حقیقت واضح و آشکار کی جا چکی ہے کہ یہ حروف مقطعات جو بعض قرآنی سوروں کے اوائل میں موجود ہیں یہ ان متشابہات میں سے ہیں۔ جن کی حقیقی تاویل خدا اور راسخون فی العلم۔ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا لہٰذا ان پر اجمالی ایمان رکھنا چاہیے اور ان کی حقیقت کا علم انہی ذوات مقدسہ کے سپرد کرنا چاہیے ویسے اس کی ایک تاویل یہ کی گئی ہے۔ انا اللہ ارٰی۔ میں اللہ ہوں جو دیکھ رہا ہوں (واللہ العلم)

کتاب جو (کہ ھذا مبتدا کی خبر ہے) اس سے مراد قرآن مجید ہے اور اس آیت مبارکہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور ان پر قرآن مجید کے نازل کرنے کی غرض و غایت بیان کی جاری ہے کہ خدا کے حکم

سے تمام عالم بشریت کو کفر وشرک اور فسق وفجور کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام وایمان کی روشنی کی طرف لائیں منجملہ دوسری بہت سی دلیلوں کے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ تمام بنی نوع انسان کے نبی ہیں۔اور کسی خاص قوم یا ملک کے نبی نہیں ہیں۔ بلکہ للناس مبعوث ہوئے ہیں کفر وشرک وغیرہ کے لیے ظلمات جمع کی لفظ اور ایمان کے لیے نور مفرد کا صیغہ لاکر کفر وشرک کے مختلف انواع واقسام کی کثرت و پراگندگی اور ایمان کی وحدت واجتماعیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

باذن ربھم۔ کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ کوئی بھی مبلغ حق نبی ہو یا اس کا وصی یا کوئی اور صرف راہ حق دکھانا اس کا کام ہے۔اور بس اب اس راہ پر لے آنا اور اس پر چلانا توفیق الٰہی پر منحصر ہے اور اس خوش نصیب ہوتی ہے۔جو ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور خلوص نیت سے اسے طلب کرتا ہے۔ انك لا تهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء۔ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

الی صراط۔ یہ النور سے بدل ہے کہ یعنی وہ نور جس کی طرف آپ لوگوں کو بلاتے ہیں وہ خدائے غالب ومحمود کا سیدھا راستہ ہے۔انك تهدی الی صراط مستقیم۔چونکہ ہدایت کے موضوع پر سورہ فاتحہ کی تفسیر میں مفصل بحث کی جا چکی ہے لہٰذا یہاں اس سے زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات اس مقام کی طرف رجوع کریں۔

۲۔ الله الذی۔ الآیة۔

قرآن مجید میں بیسیوں بار اس حقیقت کی تکرار کی گئی ہے۔کہ آسمان ہو یا زمین یا جو کچھ ان میں ہے سب کا حقیقی مالک وہی خدا ہے جو ان کا خالق ہے حتیٰ کہ حضرت انسان جو خدا کی تملیک سے بظاہر بہت ساری چیزوں کا مالک ہے وہ بھی مالک الملک کی ملکیت ہے جس کا اقرار انا لله وانا الیه راجعون۔ میں کرایا گیا ہے۔

درحقیقت مالک ہر شئی خداست
ایں امانت چند روزه پیش ما است

یہ سارا اہتمام اس لیے ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ حقیقت جاگزیں ہو جائے تاکہ وہ اس مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنے سے احتراز کریں اور حقیقی مالک کی منشاء کے مطابق تصرف کریں۔

۳۔ وویل للذین کفووا۔ الآیة۔

ویل کے لغوی معنی ہلاکت و بربادی اور برائی کے ہیں نیز ویل نامی جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنمی لوگ بھی پناہ مانگتے ہیں چونکہ خدائے مہربان نے پیغمبر آخر الزمان کو قرآن دے کر اس لیے بھیجا تھا کہ وہ اللہ

کے بندوں کو کفر وشرک اور بداعمالیوں کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت وایمان کی روشن راہ پر لائیں تو جن خوش قسمت لوگوں نے آپ کی دعوت حق پر لبیک کہی وہ تو دنیا وآخرت میں کامیاب وکامران اور فائز المرام ہوگئے مگر جن بدبختوں نے اس کا انکار کیا جو دنیائے دوں کی چندروزہ حیات مستعار اور اس کی آسائشوں پر اس طرح فریفتہ ہوگئے کہ اسے ہی مقصد حیات سمجھ لیا اور آخرت کی ابدی زندگی اور اسے خوشگوار بنانے سے سراسر غافل ہوگئے الغرض دنیوی عارضی اور فانی زندگی کو اخروی ابدی سرمدی زندگی پر ترجیح دی اور نہ صرف یہ کہ خود اللہ کی راہ پر نہیں چلے بلکہ دوسروں کو بھی اس راہ پر چلنے سے روکا اور سب سے بڑھ کر اللہ کے راستہ کو بھی ٹیڑھا کرنا چاہا اور دین اور اس کے حقائق کو اپنی مرضی کے سانچے میں ڈھالنا چاہا اور اپنے آپ کو تبدیل کرنے کی بجائے دین کو بدلنا چاہا تا کہ رند بھی رہ جائیں اور ہاتھ سے جنت بھی نہ جائے تو ان کے لیے سخت ترین عذاب کی وجہ سے ویل ہے یعنی تباہی وبربادی ہے وہ اس عذاب کو دیکھ کر بڑا واویلا کریں گے مگر سب بے سود ہوگا مخفی نہ رہے کہ **یبغونھا عوجاً** ۔ کا ایک مفہوم تو یہی ہے جو ہم نے بیان کردیا ہے اور دوسرا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دین میں شبہات نکال کر دوسروں کو گمراہ کرتے رہے۔ اس بیان نیر البرہان سے واضح ہوگیا کہ جس شخص میں مذکورہ بالا تین خصلتیں پائی جائیں گی جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دے گا۔ ۲۔ جو لوگوں کو راہ راست سے روکے گا۔ ۳۔ اور جو دینی حقائق کو توڑ موڑ کر اپنی خواہش کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے گا اس کا انجام بھی وہی ہوگا جو ان کفار کا ہوا اور وہ اس وعید وتہدید کا مستوجب قرار پائے گا۔

۴۔ وما ارسلنا ۔ الآیۃ۔

ہم سورہ رعد کی آیت ۳۷ **وکذلك انزلناہ حکماً عربیاً ۔ الآیہ** کی تفسیر میں تفصیل سے واضح کرچکے ہیں کہ ہمیشہ سے سنت الٰہی یہ رہی ہے کہ اس نے جب بھی کسی قوم میں کوئی رسول بھیجا ہے تو اپنی قوم کی زبان میں اور اس پر جب بھی کوئی کتاب نازل کی ہے تو اسی قوم کی زبان میں تا کہ سمجھنے سمجھانے میں آسانی ہو اور حجت تمام ہونے میں کوئی کمی نہ رہ جائے اور کوئی یہ عذر پیش نہ کرسکے کہ ہماری زبان اور ہے اور نبی کی اور اس کی کتاب کی زبان اور؟

ایضاح

اس دستور الٰہی سے کوئی کوتاہ اندیش یہ خیال نہ کرے کہ چونکہ پیغمبر اسلام اور قرآن کی زبان عربی ہے لہٰذا وہ صرف عربوں کی طرف ہی بھیجے گئے ہیں جس طرح سابقہ انبیاء اپنی اپنی قوموں کی طرف بھیجے گئے تھے

ایسے لوگوں پر واضح رہنا چاہیے کہ کسی قوم کی زبان میں بھیجنا اور ہے اور صرف اسی زبان والوں کی طرف بھیجنا اور؟ ہمارے رسول رحمۃ للعالمین اور نذیراً للعالمین ہیں۔ان کی رسالت زمان ومکان کی کسی حد کیساتھ محدود نہیں ہے۔ان کو صرف عربوں کی طرف نہیں بھیجا گیا ہاں البتہ چونکہ عربی زبان سے زیادہ وسیع کوئی زبان نہ تھی اور اسی لیے اسے ام الالسنہ کہا جاتا ہے۔لہٰذا خدائے حکیم نے آپ کو عربی زبان اور عربی قرآن کے ساتھ بھیجا ہے۔

۵۔ ولقد ارسلنا موسیٰ۔الآیۃ۔

اس آیت شریفہ میں جناب موسیٰ کو معجزات دے کر بھیجنے اور ان پر توراۃ نازل کرنے کی غرض وغایت بیان کی گئی ہے جو وہی ہے جو اوپر پیغمبر اسلام کی بعثت کی بیان کی گئی ہے یعنی یہ کہ لوگوں کو کفر وشرک اور بدعملیوں کے اندھیروں سے نکال کر رشد وہدایت اور ایمان کے اجالوں کی طرف لائیں اور ان کو ایام اللہ (اللہ کے تاریخی دن) یاددلائیں۔اب قابل غور بات یہ ہے کہ ان ایام اللہ سے کون سے دن مراد ہیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان ایام سے اللہ کے خصوصی انعام واحسان والے دن مراد ہیں (مجمع البیان وعیاشی) جیسے فرعون اور فرعونیوں کے ظلم واستبداد سے نجات کا دن من وسلوی کے نزول کا دن،سمندر سے بسلامتی گزرنے کا دن اور پتھر سے چشمہ بہہ نکلنے کا دن وغیرہ وغیرہ تاکہ وہ شکر کریں نیز اس سے سابقہ امتوں پر ان کے کرتوتوں کی پاداش میں عذاب الٰہی کے نازل ہونے کے دن بھی مراد ہو سکتے ہیں جن کی وجہ سے بڑی بڑی قومیں ہلاک وبرباد ہوگئیں تاکہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں۔علامہ سید علی نقی نقوی لکھتے ہیں "اللہ کے دن وہ ہیں جن میں اللہ کے دین کو تقویت پہنچانے والا کوئی اہم کارنامہ ہوا ہو خواہ براہ راست اللہ کی طرف سے جیسے وہ عذاب جو اس کی جانب سے امتوں پر نازل ہوئے ہیں یا اس کے حکم سے اس کے انبیاء واولیاء اور مقرب بندوں نے اس کی راہ میں قربانیاں پیش کی ہیں وہ سب ایام اللہ میں داخل ہیں اور ان کی یاد آوری کا حکم خالق دے رہا ہے ہماری قدیم تفسیر کا مضمون اس کے مطابق ہے" (فصل الخطاب ج ۴)

۶۔ واذقال موسیٰ۔الآیۃ۔

یہاں جو واقعات جناب موسیٰ نے اپنی قوم کو یاددلائے وہ تفصیل کے ساتھ تفسیر کی پہلی جلد میں یعنی سورہ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکے ہیں۔لہٰذا اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ان واقعات سے فائدہ وہی لوگ اٹھاتے ہیں اور انہی کو قدرت کی نشانیاں نظر آتی ہیں جو صابر وشاکر ہوتے ہیں یعنی اہل ایمان ہیں کیونکہ آدھا ایمان صبر اور آدھا شکر ہے۔ کما ورد فی بعض الاثار۔

آیات القرآن

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ
لَشَدِیْدٌ ۝۷ وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ
فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝۸ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ
نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ
جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْۤا اِنَّا
كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝۹
قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْكُمْ
لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْۤا اِنْ
اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا
فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝۱۰ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ
نَّاْتِیَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱
وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ
اٰذَیْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۱۲

ترجمۃ الآیات

اور یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے تمہیں مطلع کر دیا تھا کہ اگر (میرا) شکر ادا کرو گے تو میں

تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر کفران نعمت (ناشکری) کرو گے تو میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے(۷)اور موسیٰ نے کہا کہ اگر تم اور روئے زمین کے سب لوگ کفر اختیار کریں تو اللہ کو اس کی کیا پروا یقیناً اللہ بے نیاز (اور) قابل ستائش ہے(۸) کیا تمہیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے گذر چکے (یعنی) قوم نوحؑ اور عاد و ثمودؔ اور وہ لوگ جو ان کے بعد ہوئے ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ جب ان کے رسول ان کے پاس روشن دلیلیں (معجزے) لے کر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں دبا لئے اور کہا کہ جس پیغام کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں اور تم جس (دین) کی طرف ہمیں دعوت دیتے ہو ہم اس کی طرف سے تردد آمیز شک میں ہیں(۹) ان کے رسولوں نے کہا کیا (تمہیں) اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے؟ وہ تمہیں اس لئے بلا رہا ہے کہ تمہارے گناہ بخش دے اور تمہیں ایک مقررہ وقت تک مہلت دے اس پر ان لوگوں نے کہا تم نہیں ہو مگر ہمارے جیسے بشر (اور انسان) تم چاہتے ہو کہ جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے آئے ہیں ہمیں ان کی عبادت سے روکو! سو ہمارے پاس کوئی کھلا ہوا (ہمارا مطلوبہ) معجزہ لاؤ(۱۰) ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ بے شک ہم نہیں ہیں مگر تمہارے جیسے بشر (اور انسان) مگر اللہ اپنے بندں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا احسان فرماتا ہے۔اور ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم تمہیں کوئی کھلی ہوئی دلیل (معجزہ) پیش کریں مگر اللہ کے حکم سے اور اللہ پر ہی اہل ایمان کو بھروسہ کرنا چاہیے۔(۱۱) آخر ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ اسی نے ہماری (زندگی کی) راہوں کی راہنمائی کی ہے اور تم ہمیں جو ایذائیں پہنچا رہے ہو ہم ان پر صبر کرینگے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔(۱۲)۔

تشریح الالفاظ

۱۔تَاَذَّنَ۔کے معنی ہیں اطلاع دینا اور آگاہ کرنا۔۲۔فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ۔فطر کے معنی پیدا کرنے کے ہیں۔

۳۔سلطان مبین۔کے معنی ہیں کھلی ہوئی دلیل یعنی معجزہ۔

تفسیر الآیات

۷۔ واذتأذن۔ الآیۃ۔

یہ آیت انہی الفاظ کے ساتھ قبل ازیں سورہ آیت نمبر میں گذر چکی ہے اور وہیں اس کی تفسیر بھی گذر چکی ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ بھی جناب موسیٰؑ کے کلام کا جزء ہے کہ میرے ذریعہ خدا تمہیں اس بات کی اطلاع دے چکا ہے۔ کہ اگر تم میرا شکر ادا کروگے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر کفران نعمت کروگے تو میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے شکر کا شرعی اور عملی مفہوم یہ ہے کہ خدا نے جو نعمت جس مقصد و مصرف کے لیے عطا کی ہے اسے اسی میں صرف کیا جائے حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ جب خدا کسی بندہ کو کسی نعمت سے نوازے اور وہ دل سے اس کا ادراک واعتراف کرے زبان سے اپنے منعم کی حمد و ثنا اور شکر کرے تو اس کا کلام مکمل ہوتے ہی اس نعمت میں اضافہ کا حکم دے دیا جاتا ہے (الکافی) نیز انہی جناب سے مروی ہے فرمایا۔ جب خدا کسی بندہ کو کسی چھوٹی یا بڑی نعمت سے نوازے اور وہ کہے الحمدللہ تو اس نے اس کا شکر ادا کر دیا ہے۔ (تفسیر صافی) واضح رہے کہ نعمت میں یہ اضافہ نعمت کی مقدار میں بھی ہوسکتا ہے اور بقاء ودوام کی صورت میں بھی کفر سے یہاں مراد کفران نعمت ہے یعنی ناشکری جو قول سے بھی ہوسکتی اور فعل سے بھی کفر کی مختلف قسموں میں سے ایک قسم کفران نعمت بھی ہے (ایضاً) اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو غلط مصرف میں صرف کرنا ہی حقیقی ناشکری ہے۔

۸۔ وقال موسیٰ ان تکفروا۔ الآیۃ۔

ادائیگی شکر کا مطالبہ کرنے اور اس کے فوائد بیان کرنے اور ناشکری سے روکنے اور اس کے نقصانات بیان کرنے کے بعد یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ اللہ بے نیاز ہے وہ اس چیز کا محتاج نہیں ہے نہ تمہارے شکر کرنے سے اس کی عظمت بڑھتی ہے اور نہ تمہارے کفران نعمت سے اس کی شان گھٹتی ہے وہ بہر حال بے نیاز بھی ہے اور ستودہ صفات بھی۔ لہٰذا اگر شکر گذاری میں فائدہ ہے تو بھی شکر گذار بندوں کا اور اگر کفران نعمت کرنے میں نقصان ہے تو وہ بھی ناشکرے بندوں کا۔ فان اللہ لغنی حمید۔

۹۔ الم یاتئکم نباء الذین۔ الآیۃ۔

اس میں قدرے اختلاف ہے کہ آیا یہ حضرت پیغمبر اسلام اور مشرکین عرب کو خطاب ہے یا جناب موسیٰ کا بنی اسرائیل کو؟ کلام کا سیاق وسباق اسی بات کا مقتضی ہے کہ یہ جناب موسیٰؑ ہی بنی اسرائیل کو خطاب کر رہے ہیں

اورانہیں گذشتہ قوموں کے عبرت انگیز واقعات کی طرف توجہ دلا کرانہیں عبرت حاصل کرنے کی تلقین کر رہے ہیں کہ قوم نوح،قوم عاد،ثمود اور دیگر ان قوموں کے حالات پر نگاہ کرو جن کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ اللہ نے کس طرح ان کو گوناگوں نعمتوں سے نوازا تھا مگر جب انہوں نے نہ صرف یہ کہ اللہ کے نمایندوں کا انکار کیا اور کفر وشرک پر اصرار کیا بلکہ انہیں مختلف قسم کی اذیتیں پہنچائیں تو کس طرح خدائے جبار وقہار نے انہیں عبرتناک عذابوں میں گرفتار کیا اور صفحۂ ہستی سے ان کا نام ونشان مٹا دیا لہٰذا اگر تم بھی اپنے کفر اور کرتوتوں سے باز نہ آئے تو تمہارا انجام بھی ان سے مختلف نہ ہوگا۔

۱۰۔فردوا ایدیھم۔الآیۃ۔

اس جملہ کا مفہوم متعین کرنے میں مترجمین نے بڑی عجیب قلابازیاں کھائی ہیں۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر لفظ''ید''اور''وجہ''کو اپنے حقیقی معنی پر باقی رکھا جائے تو پھر''ایدیھم''اور پھر''**افواھھم**'' کی جمع مذکر غائب کی ضمیروں کا مرجع کیا ہے؟(۱) دونوں جگہ مرجع کفار ہیں کہ جب رسول روشن دلیلیں لے کر ان کے پاس آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں دبائے یعنی اپنی حیرت اور تعجب کا اظہار کیا یا ایسا کر کے رسولوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

۲۔دونوں جگہ ان ضمیروں کا مرجع رسول ہیں بنابریں مفہوم یہ ہوگا کہ جب رسول تبلیغ شروع کرتے تو یہ گستاخ آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ پکڑ کر ان کے منہ پر رکھ دیتے اور انہیں خاموش کر دیتے

۳۔ایدیھم۔کی ضمیر کا مرجع کفار اور **افواھھم** کی ضمیر کا مرجع رسول ہیں یعنی جب رسول وعظ ونصیحت کرنے لگتے تو یہ بے ادب اپنے ہاتھ ان کے منہ پر رکھ دیتے مگر پہلا ترجمہ انسب ہے اسی لیے ہم نے اسے اختیار کیا ہے اور اگر ان لفظوں کو ان کے حقیقی معنی پر باقی نہ رکھا جائے اور ان سے مجازی معنی مراد لیے جائیں تو پھر مفہوم یہ ہوگا کہ''ان تمام لوگوں کے پاس ان کے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے لیکن انہوں نے ان کی باتیں انہی پر لوٹا دیں اور کان دھرنے سے انکار کر دیا۔(ترجمان القرآن ج ۲)

۱۱۔قالت لھم رسلھم۔الآیۃ۔

خالق کائنات کا اجمالی اقرار بدیہی ہے۔

اپنے مقام (علم کلام) میں یہ بات واضح کی جا چکی ہے کہ جس طرح کل کا جزء سے بڑا ہونا فاقد شئی کا معطی شئی نہ ہونا دو اور دو کا مل کر چار ہونا یا برف کا ٹھنڈا اور آگ کا گرم ہونا بدیہی ہے اور کسی دلیل کا محتاج نہیں

ہے اسی طرح معلول کا بلا علت، اثر کا بلا موثر، فعل کا بلا فاعل بنا کا بلا بانی اور مخلوق کا بلا خالق کے وجود میں آنے کا ناممکن ہونا بھی بدیہی اور ضروری ہے لہٰذا کائنات کے خالق وبانی کی ہستی کا اجمالی ثبوت بدیہی وفطری ہے اور کسی دلیل وبرہان کا محتاج نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء ومرسلین ائمہ طاہرین اور علماء کاملین نے وجود خدا پر دلائل وبراھین قائم کرنے کی بجائے صرف خواب غفلت میں سوئے ہوئے منکرین کو جگانے کے لیے تنبیہات پر اکتفا فرمائی ہے۔ جیسے اسی آیت میں مذکور ہے کہ قالت لهم رسلهم کیا تمہیں اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے؟ اس انسانی فطرت کو جھنجوڑا اور تعجب کے لہجہ میں فرمایا افی الله شك فاطر السموات والارض؟ منقول ہے کہ ایک بار محقق دوانی اثبات صانع کے موضوع پر ایک رسالہ لکھنے بیٹھے ان کی خادمہ نے پوچھا کہ کس موضوع پر خامہ فرمائی کا ارادہ ہے؟ کہا اثبات صانع پر خادمہ نے فوراً یہ آیت پڑھی افی الله شك فاطر السموات والارض؟ دوانی نے ہاتھ سے قلم رکھ دیا اور اس ارادہ سے باز آئے (احسن الفوائد فی شرح العقائد) اس موضوع کی دیگر تفصیلات معلوم کرنے کے طلبگار حضرات ہماری اسی کتاب (احسن الفوائد) کی طرف رجوع کریں۔

۱۲۔ قالوا ان انتم ۔ الآیة۔

بشریت انبیاء علیہم السلام

تاریخ انبیاء شاہد ہے کہ جب بھی انبیاء ورسل نے منجانب اللہ اپنے نبی ورسول ہونے کا اعلان کیا تو ہمیشہ کفار نے ان کے جنبہ بشری کو دیکھ کر ان کی نبوت کا انکار کیا اور کہا ابعث الله بشرا رسولاً۔ (بنی اسرائیل ۹۴) کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ ان کا خیال تھا کہ ایک بشر وانسان خدا کی طرف سے راہنمائی کا فریضہ انجام نہیں دے سکتا ابشر يهدوننا (تغابن ۔ ٦)

کیا بشر ہمیں ہدایت کریں گے؟ الغرض کفار نے ہمیشہ یہ کہہ کر ان کی نبوت کا انکار کیا کہ ان انتم الا بشر مثلنا ۔ تم تو ہماری طرح بشر وانسان ہو یعنی نبی تو کوئی فرشتہ ہونا چاہیے اور اسی وجہ سے عیسائی جناب عیسیٰ کی بشریت وانسانیت کا انکار کر بیٹھے۔

آج تک کفار کی دیکھا دیکھی اکثر نام نہاد مسلمان بھی انبیاء وائمہ کی بشریت کی نفی کر کے ان کو کسی اور نوع کے افراد ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ وہ اپنے خیال خام کے مطابق یہ سمجھتے ہیں کہ فرشتے انسانوں سے افضل ہیں حالانکہ قرآن وسنت پر نگاہ رکھنے والے بابصیرت لوگوں پر یہ حقیقت روز روشن کی

طرح واضح ہے کہ اشرف الکائنات اورافضل الموجودات انسان ہے اور یہ ذوات مقدسہ اسی افضل واعلیٰ نوع کے افضل واعلیٰ افراد کاملہ ہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ

قرآن اور تاریخ انبیاء علیہم السلام گواہ ہے کہ خدا نے یا انبیا نے کبھی اپنی بشریت کی نفی نہیں کی بلکہ ہمیشہ اس کا اقرار کیا ہے البتہ تصویر کے دوسرے رخ کی بھی نشاندہی کی ہے جس کا کافر انکار کرتے تھے یعنی کافران کوصرف اپنے جیسا بشر کہتے تھے اور خدا نے انہیں جس احسان وانعام سے نوازا ہے وہ اس کا انکار کرتے تھے اور انبیا نے اپنے دوسرے جنبہ اور خصوصیات کی طرف ان کی توجہ دلائی ہے کہ ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ۔ بے شک ہم نہیں ہیں مگر تمہارے جیسے بشر اور انسان لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا احسان فرماتا ہے اور اس نے اپنا خصوصی احسان فرما کر ہمیں خلعت نبوت سے سرفراز کیا ہے لہٰذا ہم صرف بشر نہیں بلکہ ایسے بشر ہیں جو نبی ورسول بھی ہیں اس طرح انہوں نے دوسرا رخ پیش کر کے لوگوں کو دعوت فکر دی اسی طرح پیغمبر اسلامؐ نے بھی فرمایا انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی ۔(سورہ کہف ۱۱۰)۔میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں (فرق یہ ہے) کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور ظاہر ہے کہ اس وحی نبوت کے اعلان کے ساتھ ان بہت سارے خصائص ولوازم کا بھی اعلان ہے جو ایک حامل وحی نبوت میں پائے جانے ضروری ہیں اور انبیاء نے ہمیشہ اپنی بشریت کے اقرار کے ساتھ اپنی انہی خصائص کا اظہار کیا ہے جس کا کفار انکار کرتے تھے۔

عقلاً بھی انبیاء کے لیے انسان ہونا ضروری ہے

عقل سلیم کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ جب خدائے حکیم نے ان ذوات مقدسہ کو انسانوں کی طرف ہادی وراہنما بنا کر بھیجا ہے تو انہیں انسان ہونا چاہیے تا کہ ان کے اقوال واعمال انسان کے لیے حجت اور سند ہو سکیں۔ چنانچہ خدا بھی فرماتا ہے۔ قل لو کان فی الارض ملائکۃ یمشون مطمئن لنزلنا علیھم من السماء ملکاً رسولاً ۔(بنی اسرائیل۔۹۵) کہہ دو کہ اگر زمین میں فرشتے رہتے ہوتے اور اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم ان کے پاس آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر نازل کرتے۔لیکن جب رسول بھیجنا انسانوں کی طرف تھا تو ضروری تھا کہ انسان کو رسول بنا کر بھیجتے تا کہ ان پر حجت تمام ہو سکے اور ہر قسم کا عذر قطع ہو جائے اس موضوع پر قبل ازیں بھی گفتگو ہو چکی ہے۔اور بعدازیں بھی ہوگی اور جو حضرات اس موضوع کی جملہ تفصیلات

وجزئیات معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری کتاب اصول الشریعہ کے باب دوم وسوم کا مطالعہ کریں۔

۱۳ وما کان لنا۔ الآیۃ۔

یہ بعینہ اسی آیت کی مانند ہے جو ابھی اوپر سورہ رعد آیت ۳۸۔ وما کان لرسول ان یاتی بآیۃٍ الا باذن اللہ۔ میں مع تفسیر گذر چکی ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ معجزہ خدا کا فعل ہے لہٰذا اس کا دکھانا اور اس کا پیش کرنا اس کی مشیت اور اس کے حکم پر منحصر ہے نبی ہو یا وصی معجزہ دکھانا اس کے اختیار میں نہیں ہے اور نہ ہی اس کے لیے ممکن ہے مزید تسلی کی خاطر مقام مذکور کی طرف رجوع کیا جائے۔

۱۴۔ وما لنا الا نتوکل۔ الآیۃ۔

اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ داعیان حق اور ہادیان برحق کو جاہلوں اور گمراہوں کی ایذا رسانی، ان کے ظلم وجور اور ہر قسم کی بدسلوکی پر صبر وضبط سے کام لینا چاہیے اور ہر قسم کی تکلیفوں کو برداشت کرنا چاہئے کیونکہ جن کا بھروسہ خدائے قادر وقیوم پر ہوتا ہے وہ حوادث روزگار اور گردش لیل ونہار سے گھبرایا نہیں کرتے۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ جو اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں اللہ ان کے لیے کافی ہوتا ہے اور وہ ہر قسم کے موانع اور رکاوٹوں کو دور کرکے اپنے اوپر بھروسہ کرنے والوں کی راہنمائی کرتا ہے اور دنیا وآخرت میں انہیں کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے الغرض اپنے مقصد کی صداقت پر یقین محکم، استقامت وثابت قدمی کے ساتھ جہد مسلسل اور قادر مطلق اور مہربان خدا پر بھروسہ کامیابی کی کلید ہے۔

مشکلے نیست کہ آساں نشود
امامردے باید کہ ہراساں نشود

فائدہ

ابودرداء حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا جب (پسو) تمہیں اذیت پہنچائیں تو پانی کا ایک پیالہ لے کر اس پر سات بار یہ آیت پڑھیں وما لنا الا نتوکل علی اللہ۔ الآیہ اور بعد ازاں کہیں۔ ”فان کنتم آمنتم باللہ فکفوا شرکم واذا کم عنا“۔ پھر وہ پانی اپنی خوابگاہ کے اردگرد چھڑک دیں آرام سے رات گذارو گے۔ (مجمع البیان)۔

آیات القرآن

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ
فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۱۳﴾
وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ
وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ
جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۙ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ
الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾
مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ﹰاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ
يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ
الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ
يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۙ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوْا
لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا
اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَاۤ اَجَزِعْنَاۤ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ
مَّحِيْصٍ ؏ ﴿۲۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا پھر

ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ اور تب ان کے پروردگار نے ان پر وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دینگے۔ ۱۳۔ اور ان کے بعد ہم تمہیں اس سرزمین میں آباد کریں گے۔ یہ (وعدہ) ہر اس شخص کے لیے ہے جو میری بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری تہدید سے خائف ہو (۱۴) اور انہوں (رسولوں) نے (ہم سے) فتح مندی طلب کی (جو قبول ہوئی) اور ہر سرکش ضدی (حق کی مخالفت کرنے والا) نامراد ہوا (۱۵) اس (نامرادی) کے پیچھے جہنم ہے اور اسے کچ لہو قسم کا پانی پلایا جائے گا جسے وہ گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا۔ اور گلے سے اتار نہ سکے گا اور ہر طرف سے اس کے پاس موت آئے گی مگر وہ مرے گا نہیں اور (مزید برآں) اس کے پیچھے ایک اور سخت عذاب ہوگا (۱۷) جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا ان کے اعمال کی حالت اس راکھ جیسی ہے جسے سخت آندھی والے دن ہوا اڑا لے جائے جو کچھ انہوں نے کیا (کمایا) اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہ آئے گا یہی بہت بڑی گمراہی ہے (۱۸) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے آسمانوں اور زمین کو حق (وحکمت) کے ساتھ پیدا کیا ہے وہ چاہے تو تم سب کو لے جائے۔ (فنا کردے) اور نئی مخلوق کو لے آئے (۱۹) اور یہ بات اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے (۲۰) اور (قیامت کے دن) وہ سب ایک ساتھ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ تو جو کمزور (پیروکار) ہوں گے وہ ان سے کہیں گے جو بڑے (سردار) بنے ہوئے تھے کہ ہم تو (زندگی بھر) تمہارے پیروکار تھے تو تم آج ہمیں اللہ کے عذاب سے کچھ بچا سکتے ہو؟ وہ (بڑے) کہیں گے اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم بھی تمہیں ہدایت دیتے اب ہمارے لیے برابر ہے جزع فزع کریں یا صبر کریں آج ہمارے لیے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ (۲۱)۔

تشریح الالفاظ

۱۔ خاب۔ کے معنی ہیں بے نیل مرام ہونا۔ ۲۔ صدید کے معنی ہیں کچلھو خون، پیپ۔ ۳۔ یسیغونه۔ سوغ کے معنی خوشگوار بنانے کے ہیں۔ ۴۔ محیص۔ محیص اور حیصه کے معنی گلوخلاصی کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۵۔ وقال الذین کفروا ۔ الآیة ۔

قبل ازیں سورہ اعراف آیت (۱۸۸) اس آیت سے ملتی جلتی ایک آیت گذر چکی ہے ۔ قال الملاء الذین استکبروا من قومه لنخرجنك یاشعیب والذین آمنوا معك من قریتنا اولتعودن فی ملتنا ۔ الایه ۔

اور وہیں ہم نے تفصیل کے ساتھ یہ حقیقت بیان کی ہے کہ ہادیان برحق ہمیشہ حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ حق کی دعوت دیتے ہیں مگر کسی کو اس کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتے کیونکہ ۔ لا اکراہ فی الدین ۔ مگر گمراہ اور باطل نواز چونکہ علم و عقل اور دلیل و برہان کے ساتھ اہل حق کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیے وہ تشدد کرنے اور اوچھے ہتھیار استعمال کرنے پر اتر آتے ہیں جو ان کی ذہنی شکست خوردگی کی ناقابل انکار دلیل ہوتی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے اسی مقام پر" مگر یہ کہ ہمارے مذہب کی طرف لوٹ آؤ" کی بھی وضاحت کی گئی ہے ۔

۱۶۔ فاوحی الیهم ربهم ۔ الآیة ۔

کفار کی دھمکیوں کے جواب میں خداوند عالم اپنے رسولوں کو اپنی امداد و نصرت اور انجام کار کامیابی کی نوید دے رہا ہے اور بشارت دے رہا ہے کہ وہ ان ظالموں کو ہلاک و برباد کرکے ان کی سرزمین پر ان کو آباد کرے گا ۔ چنانچہ صادق الوعد خدا نے ایسا ہی کیا چنانچہ ارشاد فرماتا ہے ۔ واورثکم ارضهم ودیارهم واموالهم ۔ (احزاب ۔ ۲۷) اور خدا نے تمہیں ان کی زمین، ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث و مالک بنا دیا ۔ ان الله لا یخلف المیعاد ۔ اور اللہ کا یہ وعدہ فتح و فیروزی انبیاء اور ان کے سچے پیروکاروں اور پرہیزگاروں کے لیے بھی ہے جو اللہ کی بارگاہ میں مقام حساب میں کھڑا ہونے اور اس کے شدید عذاب سے ڈرتے ہیں ہمیشہ آخری فتح حق اور اہل حق ہی کی ہوتی ہے اور ناکامی نامرادی دشمنان حق کا مقدر ہے ۔ الا ان حزب الله هم الغالبون ۔ حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے فرمایا ۔ من اذی جاره طمعاً فی مسکنه ورثه الله داره وقرء هذه ۔ الایة ۔ جو شخص اپنے پڑوسی کو اس لیے اذیت پہنچانے کے اس کا مکان اس کے ہاتھ لگ جائے تو خدا اس پڑوسی کو اس کے مکان کا وارث بنائے گا ۔ (تفسیر قمی)

۱۷۔ واستفتحوا ۔الآیۃ۔

استفتحوا کی ضمیر کس طرف راجع ہے؟ مشہور یہ ہے کہ رسولوں کی طرف راجع ہے اور ہم نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے اور بعض مفسرین نے اسے مشرکین کی طرف اور بعض نے ہردو کی طرف راجع کیا ہے اور بہرصورت مطلب صحیح ہے البتہ قابل غور بات یہ ہے کہ اس فقرہ کا مفہوم کیا ہے؟ آیا یہ فتح سے ہے جس کے معنی فتح وفیروزی کے ہیں یا فتاحہ سے ہے جس کے معنی فیصلہ کے ہیں؟ مشہور یہ ہے کہ یہ فتح سے ہے کہ رسولوں نے خدا سے فتح وفیروزی کا مطالبہ کیا۔ اور خدا نے ان کو فتح مندی عطا فرمائی یا مشرکین نے یا ہردو نے یہی مطالبہ کیا اور خدا نے رسولوں کی مظفر ومنصور کرکے مشرکین کو نامراد کیا یہ ایسے ہی ہے جیسے سورہ انفال آیت ۱۹ میں جنگ بدر کے واقعہ میں مذکور ہے ان تستفتحوا فقد جاء کم الفتح وان تنتھوا فھو خیر لکم وان تعودوا نعد۔ یا جیسے جناب لوطؑ کی یہ دعا سورہ عنکبوت میں مذکور ہے۔ رب انصرنی علی القوم المفسدین۔

اور اگر فتاحہ سے ہو تو پھر مفہوم یہ ہوگا کہ خدا نے رسولوں کو فتح مند اور مشرکوں کو نامراد کرکے حق وباطل کے درمیان فیصلہ کردیا اور یہ ایسے ہی ہے جیسے رسولوں کی دعا ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق۔ (اعراف ۸۹) اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ کردے اور اللہ نے سرکشوں اور معاندین حق پر عذاب نازل کرکے فیصلہ صادر کردیا۔

۱۸۔ من ورائہ جھنم ۔الآیۃ۔

عذاب جہنم کی تصویر کشی

لفظ وراء اضداد میں سے ہے جس کے معنی آگے کے بھی ہیں اور پیچھے کے بھی اور یہاں دونوں مفہوم مراد لیے جاسکتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جباروں اور حق کے مخالفوں کے لیے اسی دنیا کی ناکامی ونامرادی پر بس نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اس کے بعد یعنی ان کے لیے آگے جہنم بھی تیار ہے جس میں انہیں جھونکا جائے گا اور پھر اس میں ان کے ساتھ جو سلوک کیا جائے گا اس کی تصویر کشی قرآن مجید نے کردی ہے کہ جب شدت پیاس سے دم نکلنے لگے گا تو پینے کے لیے خون وپیپ ملا پانی (کچ لہو) اور وہ بھی کھولتا ہوا بدبودار اور بدذائقہ پئیں۔ تو کیسے اور حلق سے نیچے سے اتاریں تو کیوں کر۔؟ اتارنے کی کوشش ضرور کرینگے مگر اتار نہیں سکیں گے اور جب شدت گرسنگی سے نڈھال ہوں گے تو کھانے کے لیے تھوہڑ کے درختوں میں سے کھلایا جائے گا (لاکلون من شجر من زقوم ۔الواقعہ۔ ۵۲) ہرطرف سیاہ دھوئیں کے

بادل چھائے ہوں گے (وظل من یحموم ۔الواقعہ۔۴۳) چاروں طرف سے ان پر موت اپنے اسباب کے ساتھ حملہ آور ہوگی کہ اب مرے مگروہ مرینگے نہیں کہ عذاب سے چھٹکارا مل جائے بلکہ اس کے پیچھے سخت عذاب کا سامنا ہوگا کہ کلما نضبحت جلودھم بدلنھا جلوداً غیرھا ۔کہ جب ان کے چمڑے گل سڑ جائینگے تو ہم اور چمڑے بدل دیں گے۔اللھم اعتقنا من النار وارزقنا الجنة بجاہ النبی والہ الاطھار۔

۱۹۔ مثل الذین کفروا ۔الآیۃ۔

مشرکین کے اعمال کی تمثیل

یہ بات ہر قسم کے شک وشبہ سے بلند وبالا ہے کہ ہر قسم کے اعمال کی قبولیت کی شرط اولین ایمان اور خلوص نیت ہے ومن یعمل من الصالحات من ذکرا وانثی و ھو مومن ۔اور جب وہی موجود نہیں ہے تو پھر بموجب اذا فات الشرط فات المشروط ۔جب ایمان مفقود ہے اور کفر وشرک موجود ہے تو پھر ان کے ان اعمال خیر یہ کی جو دنیا میں بخیال خویش انہوں نے کئے تھے ان کی مثل وحالت راکھ کے ایک ڈھیر کی مانند ہے کہ تیز وتند آندھی آئے اور اس کو اڑا کر لے جائے۔اور انہوں نے جو کچھ کمایا تھا اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آئے گا۔جسے وہ میزان میں رکھ سکیں۔یعنی ان کو کچھ بھی اجر وثواب نہیں ملے گا۔کیونکہ انہوں نے جو کچھ کیا تھا یعنی جو خیراتی اور رفاہی کام کئے تھے وہ خدا کی خوشنودی کے لیے نہیں بلکہ نام ونمود اور دنیا کی عزت وشہرت کے لیے کئے تھے۔جو ان کو حاصل ہوگئی۔ وما لھم فی الاخرۃ من نصیب وقدمنا الی ماعملوا من عمل فجعلناہ ھباءً منثوراً ۔بہر حال اعمال کی قبولیت میں ایمان واخلاص ضروری ہے۔ ومن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولایشرك بعبادۃ ربہ احدا ۔

۲۰۔الم تر ان اللہ ۔الآیۃ۔

الم تر کے معنی ہیں الم تعلم ۔کیا تم نہیں جانتے کہ کائنات ارضی وسماوی عبث اور بے مقصد پیدا نہیں کی گئی جیسا کہ ارشاد قدرت ہے وما خلقنا السماء والارض وما بینھما باطلاً ۔کہ ہم نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ اس کے درمیان ہے بے مقصد پیدا نہیں کیا بلکہ کائنات کی ہر چیز اس طرح واقع ہوئی ہے کہ صاف دکھائی دیتا ہے کہ کسی خاص مقصد ومصلحت سے بنائی گئی ہے تو جب ہر چیز کی تخلیق کا کوئی مقصد ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ عالم امکان کی اشرف واعلیٰ مخلوق یعنی انسان کو عبث پیدا کیا گیا ہو؟ افحسبتم انما خلقنا کم عبثا وانکم الینا لا ترجعون ۔الغرض غور وفکر کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے ۔کہ جہاں ہے تیرے لیے تو

نہیں جہاں کے لیے وما خلقت الجن والانس الالیعبدون۔ پھر منکرین حق اور نافرمانوں کو دھمکی دی جارہی ہے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ خدا تمہارا محتاج ہے؟ یا تمہارے بغیر دنیا کی یہ رونق ختم ہو جائے گی وہ قادر چاہیے تو چشم زدن میں تم سب کو ختم کرے اور تمہاری جگہ نئی مخلوق لائے کیونکہ اس کا قانون قدرت اور آئین فطرت یہ ہے کہ وہ غیر نافع کو مٹا دیتا ہے اور نافع کو باقی رکھتا ہے۔ اور یہ چیز قادر و توانا خدا کے لیے کچھ دشوار نہیں ہے۔

۲۱۔ وبرزو اللہ جمیعاً۔ الآیۃ۔

میدان حشر کا منظر۔

جب قیامت کے دن سب لوگ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں گے مومن بھی اور کافر بھی نیکوکار بھی اور بدکار بھی، رعایا بھی اور سردار بھی طاقتور بھی اور کمزور بھی اور پیر بھی اور پیروکار بھی۔ وحشر نا ھم فلم نغادر منھم احدًا۔ اور پھر اپنا کردار بھی سامنے ہوگا اور جہنم کے شعلے بھی تو کمزور طبعیت کے مالک لوگ جنہوں نے اپنی طبعی بزدلی اور کمزوری یا دنیا کے مال یا اس کے جاہ وجلال کے لالچ میں اپنے گمراہ اور ظالم سرداروں کی پیروی یا بے دین پیشواؤں اور دین فروش ملاؤں کی اندھی تقلید و تاسّی کی ہوگی اور اپنی عقل و بصیرت اور دیانت و امانت سے کام نہ لیا ہوگا وہ عوام کالانعام اپنے سرداروں اور مذہبی اجارہ داروں سے کہیں گے کہ ہم نے دار دنیا میں تمہاری پیروی کی تھی آج ہمیں عذاب الٰہی کی گرفت سے بچاؤ۔ وہ کہیں گے ہم جب اپنے کو نہیں بچا سکتے تو تمہیں کس طرح بچائیں اگر ہم اپنے کو اس عذاب کی گرفت سے بچا سکتے تو تمہیں بچاتے بنا بریں یہاں ہدایت سے مراد خدا کے عذاب سے نجات ہے اور حصول ثواب ہے لہذا بموجب۔

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں

آج ہم جزع فزع کریں یا صبر و برداشت سے کام لیں اس عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوئی سبیل نہیں ہے آج اپنے اعمال کا خمیازہ اور نتائج بھگتنے کا وقت ہے اس سے کوئی مفر نہیں ہے خدائے مہربان نے بروز قیامت پیش آنے والے واقعات کو بڑے موثر اور دلنشین انداز میں پیش کر کے خواب غفلت میں گرفتار لوگوں کو بیدار کرنے اور اپنی اس غلط روش و رفتار سے باز آنے کی سعی جمیل کی ہے کہ وہ کورکورانہ تقلید سے باز آئیں اور تحقیق سے کام لیں حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ یا حار الحق لا یعرف بالرجال اعرف الحق تعرف اھلہ۔ اے حارث ہمدانی! حق کو لوگوں کے ذریعہ سے نہیں پہنچانا جاتا (بلکہ لوگوں کو حق کے ذریعہ سے پہنچانا جاتا ہے) حق کو پہچانو۔ اہل حق کا خود بخود پتہ چل جائے گا۔ (مجمع البیان) فھل من مدکر۔ (ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟)

آیات القرآن

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ
وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ
دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا
بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ
قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ
رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً
طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۙ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْۤ اُكُلَهَا
كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ِۨاجْتُثَّتْ مِنْ
فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ
الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙۗ
وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب (ہر قسم کا) فیصلہ ہوجائے گا تو اس وقت شیطان کہے گا کہ بے شک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا مگر میں نے تم سے وعدہ خلافی کی اور مجھے تم پر کوئی تسلط (زور) تو تھا نہیں سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں (کفر اور گناہ کی) دعوت دی اور تم

نے میری دعوت قبول کرلی پس تم مجھے ملامت نہ کرو (بلکہ) خود اپنے آپ کو ملامت کرو (آج) نہ میں تمہاری فریادرسی کرسکتا ہوں۔ اور نہ تم میری فریادرسی کرسکتے ہو اس سے پہلے (دنیا میں) جو تم نے مجھے (خدا کا) شریک بنایا تھا میں اس سے بیزار ہوں بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے (۲۲) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ ان بہشتوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہونگی اور اپنے پروردگار کے حکم سے ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اس میں ان کی باہمی دعا (بوقت ملاقات) سلام ہوگا۔ (سلام علیکم تم پر سلامتی ہو) (۲۳) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح اچھی مثال بیان کی ہے کہ کلمہ طیبہ (پاک کلمہ) شجرہ طیبہ (پاکیزہ) درخت کی مانند ہے جس کی جڑ مضبوط ہے اور اسکی شاخ آسمان تک پہنچی ہوئی ہے (۲۴) جو اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل دے رہا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں پیش کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں (اور سمجھیں) (۲۵) اور کلمہ خبیثہ (ناپاک کلمہ) کی مثال شجرہ خبیثہ (ناپاک درخت) کی سی ہے جسے زمین کے اوپر سے اکھاڑ لیا جائے اور اس کے لیے ثبات و قرار نہ ہو (۲۶) اللہ ایمان والوں کو قول ثابت پر ثابت قدم رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی اور ظالموں کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے (۲۷)۔

تشریح الالفاظ

۱۔ بمصر خکم۔ صرخ کے معنی فریادرسی کرنے کے ہیں۔ ۲۔ اجتثست۔ جث اور اجتث کے معنی ہیں کسی چیز کو جڑ سے اکھیڑنا۔ ۳۔ قرار اسکے معنی ہیں قرار و سکون کا مقام۔

تفسیر الآیات

۲۲۔ وقال الشیطان۔ الآیۃ۔

شیطان اور اس کے پیروکاروں کا باہمی مکالمہ

جب جہنم کے اکابر و اصاغر یا بالفاظِ مناسب کمزور عوام اور مستکبرین کا یا پیروں اور پیروکاروں کا قضیہ

ختم ہو جائے گا۔ (جس کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے) اور ان کی لعنت ملامت ختم ہو جائے گی اور جنتیوں اور جہنمیوں کا فیصلہ ہوگا تو اب سارے جہنمی شیطان کی طرف متوجہ ہوں گے اور اسکی لعنت ملامت شروع کرینگے اور وہ ان کے جواب میں تین باتیں کہے گا۔

ا۔ خدا نے تم لوگوں سے بعث ونشور اور جزا وسزا کا جو وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا اس نے پورا کر دکھایا اور میں نے تمہیں گناہوں کی رغبت دلاتے ہوئے جو سبز باغ دکھائے تھے وہ سب غلط تھے چنانچہ میں نے کوئی وعدہ بھی پورا نہیں کیا۔ ۲۔ میں تم پر اس طرح مسلط نہیں تھا کہ تمہیں گناہ پر مجبور کرتا بلکہ میں نے تو مختلف طریقوں سے دجل سے فریب سے وسوسہ سے اور تزویر وترغیب سے تمہیں گناہ وعصیان کی دعوت دی تھی مجبور تو نہیں کیا تھا میری دعوت پر لبیک تو تم نے اپنے اختیار سے کہی تھی۔ اس لیے میری لعنت ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کی لعنت ملامت کرو۔

۳۔ میں تمہاری کوئی فریادرسی نہیں کر سکتا اور نہ ہی تم میری فریاد درسی کر سکتے ہو تمہیں اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگتنا ہوگا اور مجھے اپنی سرکشی اور گمراہ کرنے کی سزا بھگتنی ہوگی اور ہاں تم نے جو خدا کے مقابلہ میں میری اطاعت کر کے مجھے خدا کا شریک بنایا تھا۔ میں اس سے اپنی بیزاری کا اعلان کرتا ہوں اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ خدا کی دنیا میں غیر خدا سے امید قائم کرنا اور اس کے جھوٹے وعدوں پر بھروسہ کرنا بھی شرک ہے اللہ اللہ وہ وقت شیطان کے پیروکاروں کے لیے جو زندگی بھر اپنے خالق ومالک کا حکم ٹھکرا کر اس مردود کا حکم مانتے رہے اور اس کے سبز باغوں پر کہ نہ کوئی سزا ہے اور نہ جزا بھروسہ کرتے رہے کس قدرت حسرت وندامت اور شرمندگی کا وقت ہوگا جب وہ اس مشکل وقت میں یوں ٹکا سا جواب دے کر ان سے اپنی برأت کا اعلان کر دے گا اور کس قدر روح فرسا ہوگی وہ ساعت ان لوگوں کے لیے جنہوں نے شفیع المذنبین کا دامن شیطان کے بھروسہ پر چھوڑا تھا اور اب وہ قیامت کی گھڑی میں یہ روکھا پھیکا جواب دے کر نہ صرف ان کو مایوس کر دے گا بلکہ ان کو اپنے آپ کو لعنت ملامت کرنے کا حکم دے کر عرق انفعال میں غرق کر دے گا اگر حقیقت بین نگاہوں سے دیکھا جائے تو اس دنیا میں شیطان کا رویہ اپنے پیروکاروں کے ساتھ بالکل یہی ہے۔ جو قیامت کو ہوگا وہ آج مختلف حیلوں بہانوں اور تحریکوں وترغیبوں سے گنہگاروں کو مختلف گناہوں پر آمادہ کرتا ہے اور جب وہ اس کے دام ہمرنگ زمین میں پھنس کر گناہ کر بیٹھتے ہیں اور اس کی پاداش میں جب اس کی سزا بھگتنے کا وقت آتا ہے یعنی ہاتھ کٹوانے کا سنگسار ہونے کا اور تختہ دار پر لٹکنے کا تو شیطان ان سے اپنی آنکھیں پھیر لیتا ہے اور ان کی سزا پر بغلیں بجا کر ان کے زخموں پر نمک پاشی کرتا ہے خدائے مہربان یہ واقعات اس لیے بیان کرتا ہے کہ شاید کوئی خوش قسمت شیطان کے دام تزویر سے نکل کر توحید کے دامن رحمت اور اسلام وقرآن کی آغوش عافیت میں آجائے۔ آہ۔

ما اکثر العبر واقل الاعتبار۔؟

۲۲۔ وادخل الذین آمنوا۔ الآیۃ۔

یہ آیت شریفہ تھوڑے سے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ سورہ یونس ۹، ۱۰ میں گذر چکی ہے۔ ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت یهدیهم ربهم بایمانهم تجری من تحتهم الانهار فی جنت النعیم۹۔ دعویهم فیها سبحانك اللهم وتحیتهم فیها سلام ۔ الآیہ۔ اسی مقام پر اس کی تفسیر ملاحظہ کر لی جائے اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے الغرض عباد الشیطان کے برے انجام کا تذکرہ کرنے کے بعد خدا نے عباد الرحمن کے اچھے انجام کا ذکر خیر فرمایا ہے۔

۲۴۔ الم تر کیف ضرب اللہ۔ الآیۃ۔

اس آیت مبارکہ میں خدائے علیم وحکیم نے بندہ مومن اور اس کے عقائد حقہ اور اس کے اعمال صالحہ کو ایک ایسے شجرہ طیبہ سے تشبیہ دی ہے جس کی جڑیں زمین کی تہوں میں راسخ ہیں اور اسکی شاخیں فضائے بسیط میں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں اور یہ درخت ہر وقت پھلا پھولا ہوا ہے اور پھل دے رہا ہے۔ بنابریں کلمہ طیبہ سے مراد ایمان، کلمہ توحید بھی ہوسکتا ہے عقیدہ اسلامیہ بھی ہوسکتا ہے اور ہر وہ کلمہ خیر بھی جس سے بندگان خدا کو کسی قسم کا فائدہ پہنچے جس کا فرد کامل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ جو عقل وفطرت میں راسخ ہے اور شجرہ طیبہ سے مراد مومن ہیں۔ (مجمع البیان وتفسیر الکاشف) اور ایک بندہ کافر ومشرک اور اس کے کفریہ وشرکیہ عقائد اور اعمال فاسدہ کو جو کہ کلمہ خبیثہ ہیں اس شجرہ خبیثہ سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی جڑ زمین میں زیادہ نہیں ہوتی جب کوئی چاہے سطح زمین کے اوپر سے اسے اکھاڑ لے بنابریں کلمہ خبیثہ سے کفر وشرک اور باطل عقائد، غلط اعمال مراد ہیں اور وہ کلمہ مراد ہے جس سے بندگان خدا کو ضرر وزیاں پہنچے نہ عقل وفطرت میں اسکی کوئی بنیاد ہی راسخ ہے اور نہ عنداللہ اس کی کوئی شاخ بلند ہے اور نہ اسکا کوئی پھل مفید اور کارآمد ہوتا ہے اور یہی کیفیت ایک کافر ومشرک اور مردم آزار اور بے فیض شخص کی ہوتی ہے جو کہ شجرہ خبیثہ ہے۔

مخفی نہ رہے کہ فریقین کی تفاسیر میں شجرہ طیبہ سے کھجور اور شجرہ خبیثہ سے تمہ مراد لیا گیا ہے بعض اخبار وآثار میں اس شجرہ طیبہ کی تاویل سرکار محمد وآل محمد علیہم السلام سے کی گئی ہے چنانچہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اس آیت میں شجرہ طیبہ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اس کی بنیاد (جڑ) حضرت رسول اللہؐ ہیں اس کی فرع (شاخ) حضرت امیر علیہ السلام، اس کی ٹہنیاں دوسرے ائمہ اہلبیت ان کا علم وفضل اس کا پھل اور مخلص محبان اہلبیت اس کے پتے ہیں فرمایا جب کوئی محب پیدا ہوتا ہے تو اس درخت پر ایک پتہ کا اضافہ ہوجاتا

ہے اور جب کسی مومن کا انتقال ہوتا ہے تو اس کا ایک پتہ گر جاتا ہے۔ (کافی وصافی)۔
اور شجرہ خبیثہ کی تاویل بنی امیہ سے کی گئی ہے (مجمع البیان عن الباقر علیہ السلام)۔ خدائے حکیم اس قسم کی مثالیں اس لیے بیان کرتا ہے کہ معقولات کو محسوسات کے ذریعہ سے اور محسوسات کو مشاہدات کے ذریعہ سے واضح واجاگر کردے اور لوگوں کو ذہن نشین کرائے۔

۲۵۔ یثبت اللہ۔ الآیۃ۔

جو حقیقی مومن ہیں یعنی صرف گفتار کے غازی نہیں بلکہ عقیدہ وکردار کے غازی ہیں جب کہ ارشاد وقدرت ہے۔ **انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابو وجاھدو اباموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون۔** (الحجرات۔۱۵) اللہ ان کو قول ثابت یعنی پائیدار ایمان کی برکت سے دنیا وآخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے شیاطین جنی وانسی ہزار زور لگائیں وہ ان کو گمراہ نہیں کرسکتے اور نہ ہی ان کے پائے ایمان میں لغزش آتی ہے اور وہ مرتے وقت عدیلہ سے بھی محفوظ رہتے ہیں اور آخرت میں یعنی نکیرین کے سوال وجواب کے وقت وہ صحیح جواب دیتے ہیں جس سے متاثر ہوکر نکیرین ان سے کہتے ہیں۔ **ثبتك اللہ كما تحب وترضی**۔ اللہ تجھے اسی طرح ثابت قدم رکھے جس طرح تو چاہتا ہے (مجمع البیان) پھر وہیں جزا وسزا کا فی الجملہ سلسلہ شروع ہوجاتا ہے اور قبر ایک بندہ مومن کے لیے آرام گاہ اور بے ایمان کے لیے اذیت گاہ بن جاتی ہے عالم برزخ کی مکمل سرگذشت معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب احسن الفوائد کا مطالعہ کریں۔

۲۴۔ ویضل اللہ۔ الآیۃ۔

ظلم سے مراد عام ظلم ہے خواہ کفر وشرک اور معصیت کرکے اپنی ذات پر کیا جائے یا دوسروں پر ظلم وزیادتی کی جائے خدا ان کو ان کے ظلم کی وجہ سے دنیا وآخرت میں ثابت قدم نہیں رکھتا وہ جس طرح دنیا میں گمراہ ہوتے ہیں اسی طرح قبر میں نکیرین کے سوالات کے صحیح جوابات بھول جاتے ہیں اس لیے غلط جواب دیتے ہیں اور اس طرح عذاب الٰہی میں گرفتار ہوجاتے ہیں اور اللہ جو چاہتا کرتا ہے وہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی اس لیے اسے اپنی قضاومشیت کے نافذ کرنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔

آیات القرآن

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ
الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ؕ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا
لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ
لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا
وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ
الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ
وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ
لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا
نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

ترجمۃ الآیات

کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی عطا کردہ نعمت کو کفرانِ نعمت سے
بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں یعنی دوزخ میں جا اتارا۔ جس میں وہ داخل ہوں
گے اور وہ (کیسا) برا ٹھکانا ہے(۲۹) اور انہوں نے اللہ کے لیے کچھ ہمسر (شریک) بنا لیے
ہیں تاکہ (لوگوں کو) اس کے راستے سے بھٹکائیں (اے رسول) آپ کہہ دیجئے! کہ
(چندے) عیش کرلو آخر یقیناً تمہاری بازگشت آتش دوزخ کی طرف ہے۔(۳۰) آپ
میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جو ایمان لائے ہیں کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ میں نے

انہیں دیا ہے اس سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کریں اس سے پہلے کہ وہ آئے کہ جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ مخلصانہ دوستی ہوگی۔(۳۱) اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسا کر تمہاری روزی کے لیے پھل پیدا کئے۔اور تمہارے لیے سورج وچاند کو (بھی) مسخر کر دیا جو برابر چلے جا رہے ہیں اور رات اور دن کو بھی تمہارے لیے مسخر کر دیا (۳۳) اور جس نے تمہیں ہر چیز میں سے دیا جو تم نے مانگا اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے بے شک انسان بڑا ظالم اور بڑا ناشکرا ہے۔(۳۴)۔

تشریح الالفاظ

۱۔دارلبوار۔کے معنی ہیں ہلاکت کا گھر۔ ۲۔انداداً۔یہ ند کی جمع ہے جس کے معنی ہیں مثل اور نظیر۔ ۳۔خلال۔یہ خلہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں دوستی اور بھائی بندی۔ ۴۔لاتحصوھا۔احصاء۔کے معنی احاطہ کرنے اور شمار کرنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۷۔الم تر الی الذین۔الآیۃ۔

تفسیر طبری اور تفسیر درمنثور کی روایات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں سے مراد جنہوں نے اللہ کی نعمتوں کو کفران نعمت سے تبدیل کیا قوم قریش کے دو قبیلے ہیں بنی مغیرہ اور بنی امیہ۔بنی مغیرہ کا تو خدا نے بدر کے دن استیصال کر دیا البتہ بنی امیہ کو کچھ وقت تک مہلت دی گئی مگر بعض احادیث اہلبیت سے مستفاد ہوتا ہے کہ اس سے تمام قوم قریش بالخصوص اس کے لیڈر مراد ہیں جنہیں خدا نے دوسرے قبائل پر فضیلت دی ان پر اپنی نعمت تمام کی اور پیغمبر اسلام کو ان میں مبعوث کیا چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرتے مگر انہوں نے آپ کا اور آپ کی وحی برحق کا انکار کر کے اور آپ کے خلاف جنگ کر کے الغرض کفران نعمت کر کے نہ یہ کہ آپ تباہ ہوئے بلکہ اپنی قوم کو بھی واصل جہنم کیا۔(کافی مجمع البیان اور صافی) بعض آثار میں وارد ہے فرمایا وہ اللہ کی نعمت ہم اہلبیت ہیں جن کے ذریعہ سے خدا نے اپنے بندوں پر احسان کیا ہے اور جو کامیاب ہوگا وہ ہمارے ذریعہ سے ہی کامیاب ہوگا۔(تفسیر قمی وعیاشی)۔

۲۸۔ وجعلوا للہ انداداً ۔ الآیۃ۔

انداد، ند کی جمع ہے اور ''ند'' کے معنی، ہمسر اور مدمقابل کے ہیں چونکہ کفار ومشرکین نے اپنے بتوں کو اللہ کا ہمسر قرار دے رکھا تھا وہ ان سے اسی طرح محبت کرتے تھے جس طرح خدا سے کی جاتی ہے اور ان کی اسی طرح پرستش کرتے تھے جس طرح خدا کی جاتی ہے اپنے زعم میں ان کا مقصد تو یہ تھا کہ وہ ہدایت حاصل کریں مگر ان کی اس غلط روش ورفتار کا نتیجہ یہ نکلا اور انجام یہ ہوا کہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی اللہ کے راستے سے بھٹکایا۔ بنابریں لیضلوا میں جو لام ہے وہ عاقبت اور انجام کی لام ہے جیسے۔

لدوا للموت وابنوا للخراب۔ میں لام عاقبت ہے۔ تمتعوا قلیلاً۔ اب اس چند روزہ حیات مستعار میں عیش وعشرت کرلو۔ آخرانجام کار تمہارا انجام آتش دوزخ ہے۔

۲۹۔ قل لعبادی۔ الآیۃ۔

اہل ایمان کو قیامت سے پہلے آداب وشرائط کے ساتھ نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا جارہا ہے کہ دنیا کی چندروزہ حیات مستعار کو غنیمت سمجھیں، نماز پڑھیں، زکوٰۃ ادا کریں۔ اور صدقات وخیرات دے کر آتش دوزخ کو بجھانے کا اہتمام کریں قبل اس کے کہ زندگی کا چراغ گل ہوجائے اور وہ نماز پڑھنے زکوۃ دینے اور دوسری بدنی ومالی عبادات کرنے کے قابل نہ رہیں قیامت کے دن تو نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا کہ سابقہ گناہوں کا کفارہ بن سکے اور نہ ہی وہاں کوئی دنیاوی دوستی اور رشتہ داری کام آئے گی اگر کام آئے گی تو یہی نماز اور یہی انفاق فی سبیل اللہ اور دوسرے اعمال صالحہ۔

۳۰۔ اللہ الذی۔ الآیۃ۔

ان تین آیتوں میں خدائے منان نے جو احسانات گنوائے ہیں قبل ازیں متعدد مقامات پر ان کا تذکرہ مع تفسیر کیا جاچکا ہے مثلاً آسمان وزمین کو پیدا کرنے کا تذکرہ سورہ انعام آیت ۷۳ وھو الذی خلق السموٰات والارض بالحق۔ میں آسمان سے پانی برسانے کا تذکرہ سورہ البقرہ آیت ۲۲ اور سورہ رعد آیت ۸۔ انزل من السماء ماء فا خرج بہ من الثمرات زقاً لکم۔ میں اور کشتی کے چلنے کا سورہ بقرہ آیت ۱۶۴ ھو الذی جعل لکم اللیل لتسکنو افیہ والنہار مبصراً۔ میں کیا جاچکا ہے اسی طرح سورہ رعد کی آیات ۲، ۳ اور ۴ میں سورہ انعام کی آیات ۱۴۲، ۱۴۳ اور ۱۴۴۔ میں بہت سے احسانات وانعامات گنوائے گئے ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر نعمت پر شکر منعم واجب ہوتا ہے اور یہ تو وہ محسن اعظم اور منعم اکبر ہے

جس کی نعمتوں کو کوئی شمار نہیں کرسکتا جیسا کہ اس کا اپنا ارشاد ہے۔

۳۱۔ وان تعدوا نعمة الله۔ الآیة۔

کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کرسکتے کیونکہ مابکم من نعمة فمن الله۔ تمہارے پاس جو بھی کوئی دینی یا دنیوی نعمت ہے ہر نعمت کا عطا کرنے والا خدا ہے اللہ ہر وہ چیز بھی عطا کرتا ہے جو اس سے مانگی جائے اور بے مانگے بھی عطا فرماتا ہے۔ عالم آفاق اور عالم انفس میں اور عالم اصغر اور عالم اکبر میں اس محسن اعظم کی اس قدر نعمتیں موجود ہیں کہ اگر تمام جن وانس متحدہ طور پر شمار کرنا چاہیں تو شمار کرتے کرتے ان کی زندگیوں کے چراغ بجھ جائینگے مگر وہ ان نعمتوں کو شمار نہیں کرسکیں گے بھلا جس محسن اعظم کے احسانات کی کثرت کا یہ عالم ہو کہ ایک ایک سانس میں دو دو نعمتیں ہوں۔ جب اندر جائے تو نئی زندگی کا پیغام لائے اور جب باہر آئے تو تفریح طبع کا باعث بن جائے تو دوسری نعمتوں کو شمار کون کرسکتا ہے اور ان کا شکریہ کون ادا کرسکتا ہے؟۔

مخفی نہ رہے کہ خدائے منان نے قرآن میں جہاں بھی اپنی بعض نعمتیں بیان فرمائی ہیں وہاں اکثر مقامات پر ''لکم'' (تمہارے) لیے کی تکرار فرمائی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تخلیق کائنات سے مقصود بالذات انسان کی خلقت ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے خلق لکم مافی الارض جمعیاً۔ باقی سب کچھ اسی کے واسطے پیدا کیا گیا ہے اسی حقیقت کو شیخ سعدی نے یوں نظم کا جاما پہنایا ہے۔

ایروباد ومہ وخورشید وفلک درکارندآند
کہ تاتو نانے بکف آری وبغفلت نہ خوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ وفرمانبردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

نیز یہ بھی واضح رہے کہ ان چیزوں کو انسان کے لیے مسخر کرنے کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ اللہ نے ان ان چیزوں کو ایسے فطری قوانین کا پابند کردیا ہے کہ انسان ان سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتو انسان نہ بحری سفر کرسکتا اور نہ دریا سے نہریں نکال سکتا اور نہ ہی زندگی گذار سکتا۔

۳۲۔ ان الانسان۔ الآیة۔

جب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں تو اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ انسان شکر بھی بے شمار کرتا ہے جب کوئی نعمت ملتی تو شکر کرتا اور اگر کبھی کوئی مصیبت آتی تو صبر کرتا کیونکہ قاعدہ ہے کہ۔

ہرچہ ازدست دوست برسد خوبست

مگر انسان طبعاً بڑا زیادتی کرنے والا بے انصاف اور ناشکر واقع ہوا ہے نعمت کی یلغار ہو تو سرکش بن جاتا ہے اور خدا کو بھی بھول جاتا ہے اور مصیبت کی یورش ہو تو مایوس ہو جاتا ہے۔

آیات القرآن

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ
نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ
تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ
اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا
لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ
وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا
نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي
السَّمَاۗءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ
اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ
رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ
يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم نے (بارگاہ ایزدی میں) دعا کی تھی اے میرے پروردگار! اس شہر (مکہ) کو امن کی جگہ بنا اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے بچا کہ ہم بتوں کی پرستش کریں۔ (۳۵) اے میرے پروردگار (بتوں) نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا

ہے سو جو میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے یقیناً تو بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔ (۳۶) اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے محترم گھر کے پاس بے زراعت میدان میں آباد کیا ہے اے ہمارے مالک تاکہ (وہ یہاں) نماز قائم کریں اب تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل ہوں اور ان کو پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ وہ (تیرا) شکر ادا کریں (۳۷) اے ہمارے پروردگار! بے شک جو کچھ ہم چھپاتے ہیں تو اسے بھی جانتا ہے اور جو ظاہر کرتے ہیں اسے بھی اور زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے (۳۸) ساری ستائش اللہ کے لیے ہے جس نے باوجود بڑھاپے کے مجھے اسماعیلؑ و اسحاقؑ (دو بیٹے) عطا فرمائے بے شک میرا پروردگار دعا کا بڑا سننے والا ہے (۳۹) اے میرے پروردگار! مجھے نماز کا قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد کو بھی۔ اے ہمارے پروردگار اور میری دعا کو قبول فرما (۴۰) اے ہمارے پروردگار! مجھے اور میرے والدین کو اور سب ایمان لانے والوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا (لیا جائے گا) (۴۱)۔

تشریح الالفاظ

۱۔تھوی الیھم۔ھوی الیہ۔کے معنی ہیں مائل ہونا۔۲۔آمنا۔کے معنی ہیں جائے امن۔۳۔ واجنبی جنب یجنب جنباً کے معنی ہیں دور رکھنا۔ہٹانا اور بچانا۔۴۔الکبر کے معنی کبر سنی اور بڑھاپے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۳۳۔واذقال ابراھیم۔الآیۃ۔

ابراہیم خلیل اللہ کی اس دعا کا کچھ حصہ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۶ میں گذر چکا ہے۔اور وہیں اس کی تفسیر بھی بیان کی جا چکی ہے۔لہٰذا مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔یہ جناب خلیل کی دعا کا اثر ہے کہ اولادِ اسماعیلؑ میں کوئی بت پرست نہیں ہوا۔پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ فانتھت الدعوۃ الی والی اخی علی فلم یسجد منا لصنم قط۔کہ خلیل خدا کی یہ دعا مجھ تک اور میرے بھائی علیؑ تک پہنچی ہے لہٰذا ہم میں سے کسی

نے بھی کبھی کسی بت کی پرستش نہیں کی ہے۔

۳۴۔ رب انھن۔ الآیۃ۔

بتوں کی طرف اضلال (گمراہ کرنے) کی نسبت مجازی ہے یعنی ان کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ مال ودولت نے فلاں شخص کو سرکش بنادیا ہے یعنی وہ مال وزر کی وجہ سے سرکش بن گیا ہے۔

۳۵۔ فمن تبعنی۔ الآیۃ۔

جو میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہے حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے مروی ہے فرمایا: من اتقی اللہ منکم واصلح فھو منا اھل البیت۔ جو شخص تم میں سے پرہیز گار اور نیکوکار ہے وہ ہم اہل بیت میں سے ہے۔ راوی نے ازراہ تعجب عرض کیا کہ وہ آپ اہلبیت میں سے ہے؟ فرمایا: ہاں پھر ثبوت میں یہی آیت پیش فرمائی (تفسیر عیاشی) اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا: من احبنا فھو منا اھل بیت۔ جو شخص ہمارا (حقیقی) محب ہے وہ ہم اہل البیت سے ہے (تفسیر صافی) واضح رہے کہ اہل بیت کی تین قسمیں ہیں۔ نسبی۔ (شریک فی النسب) سکنی (شریک فی السکونت) اشرفی (شریک فی الشرف) یہ ارشادات اہل بیت شرفی کے بارے میں ہیں اور اسی بنا پر پیغمبر اسلامؐ نے جناب سلمان محمدی کے بارے میں فرمایا تھا۔ سلمان منا اھل البیت اور جو میرا نافرمان ہے تو تو غفور ورحیم ہے چاہے تو اسے بخش دے اور اس پر رحم کردے یعنی وہ مجھ سے نہیں ہے اور میں اس سے بیزار ہوں ہاں البتہ اگر تو اسے سزا دے تو یہ تیرا عدل ہے اور اگر بخش دے تو یہ تیرا فضل ہے۔

۳۶۔ ربنا انی اسکنت۔ الآیۃ۔

اس دعا کا تذکرہ تفسیر کی پہلی جلد ص ۲۰۲، ۲۰۳۔ پر آیت ۲۶۔ کی تفسیر کے ضمن میں کیا جا چکا ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے ہاں البتہ یہاں ایک بات کی تھوڑی سی وضاحت فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ جناب خلیل نے دعا میں یہ عرض کیا تھا کہ فاجعل افئدۃ من الناس۔ کہ کچھ لوگوں کے دلوں کو میری اولاد کی طرف مائل فرما حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انہ لم یعن الناس کلھم۔ کہ جناب خلیل نے یہ نہیں کہا تھا کہ سب لوگوں کے دلوں کو میری ذریت کی طرف مائل فرما بلکہ کہا تھا افئدۃ من الناس یعنی کچھ لوگوں کے دلوں کو مائل کر (تفسیر عیاشی) یہی وجہ ہے کہ تھوڑے لوگوں کے دل اس خانوادہ عصمت وطہارت کی طرف مائل

ہوتے ہیں وقلیل من عبادی الشکور فرمایا تمام لوگوں کے بالمقابل تمہاری تعداد اتنی ہے جیسے سیاہ رنگ کے بیل میں ایک سفید بال (ایضاً) امام علیہ السلام فرماتے ہیں فنحن واللہ دعوۃ ابراھیم ۔خدا کی قسم ہم ہی جناب ابراہیمؑ کی دعا کا مدعا ہیں (الکافی)

۳۷۔وما یخفی۔الآیۃ۔

یہ خالق کون ومکان اور مالک دوجہاں کی شان ہے کہ کائنات ارضی وسماوی کا کوئی ذرہ بھی اور کسی وقت بھی اس کے کلی واحاطی علم سے مخفی نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے اس ذاتی علم سے سب کچھ جانتا ہے جس کی نسبت ہر معلوم کی طرف مساوی ہے اور اس علمی صفت میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔اس لیے جناب خلیل نے کہا اے اللہ! تو ہمارے ظاہر وباطن کو اور ہماری ضرورتوں کو جانتا ہے۔اور تو بے مانگے بھی عطا کردیتا ہے۔مگر ہم محض اپنی بندگی اور احتیاج کے اظہار کے لیے سوال کر رہے ہیں وبس۔

۳۸۔الحمدللہ الذی۔الآیۃ۔

قرآن وسنت کے دوسرے بیسیوں دلائل وشواہد کے علاوہ جناب خلیل کے یہ شکریہ کے الفاظ بھی اس بات کی قاطع دلیل ہیں کہ اولاد عطا کرنا جو امور تکوینیہ میں سے ایک امر ہے خداوند عالم سے متعلق ہے اور اس نے یہ کام کسی بھی مخلوق کے سپرد نہیں کیا بیٹا دے یا بیٹی جوانی میں دے یا بڑھاپے میں یہ اسکی مرضی ومشیت پر منحصر ہے وہ طبعیت ونیچر کے کسی قانون کا پابند نہیں ہے کہا جاتا ہے کہ جب جناب اسماعیلؑ پیدا ہوئے تو جناب خلیل کی ننانوے سال عمر تھی اور جب جناب اسحاق متولد ہوئے تو آپ کی عمر ایک سو بارہ سال تھی۔(تفسیر صافی) اس موضوع پر کسی اور مناسب مقام پر مفصل گفتگو کی جاچکی ہے۔

۳۹۔رب اجعلنی۔الآیۃ۔

جناب خلیل کا اپنے اور اپنی اولاد کے لیے بارگاہ خداوندی سے یہ دعا کرنا کہ ہمیں نماز کا قائم کرنے والا بنا نماز کی عظمت اور اس کی اہمیت کی وہ قطعی دلیل ہے کہ جس کا کوئی صحیح الدماغ اور صحیح العقیدہ مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔واضح رہے کہ اس نماز سے وہ عمومی بے اثر نماز مراد نہیں ہے جو عوام بلکہ اکثر خواص پڑھتے ہیں بلکہ وہ خاص نماز مراد ہے جو تمام برے کاموں سے روکے۔فان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔

۴۰۔ربنا اغفرلی۔الآیۃ۔

جناب خلیل خدا کا اپنے اور اہل ایمان کے علاوہ اپنے والدین کی مغفرت کے لیے دعا کا مانگنا

ان کے والدین کے مومن اور موحد ہونے کی نا قابل رد دلیل ہے اور یہ کہ آزر آپ کا چچا تھا حقیقی باپ نہیں تھا۔ اس مقام پر فاضل پانی پتی کی وہ تحقیق جو انہوں نے اپنی تفسیر مظہری میں پیش کی ہے وہ قابل دید و داد ہے اور اس بات کی قبل ازیں کسی مناسب مقام پر وضاحت بھی کی جا چکی ہے۔

آیات القرآن

وَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمۡ لِيَوۡمٍ
تَشۡخَصُ فِيۡهِ الۡاَبۡصَارُ ۙ ﴿۴۲﴾ مُهۡطِعِيۡنَ مُقۡنِعِىۡ رُءُوۡسِهِمۡ لَا يَرۡتَدُّ
اِلَيۡهِمۡ طَرۡفُهُمۡ ۚ وَاَفۡـئِدَتُهُمۡ هَوَآءٌ ؕ ﴿۴۳﴾ وَاَنۡذِرِ النَّاسَ يَوۡمَ يَاۡتِيۡهِمُ
الۡعَذَابُ فَيَـقُوۡلُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا رَبَّنَاۤ اَخِّرۡنَاۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ۙ نُّجِبۡ
دَعۡوَتَكَ وَنَـتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمۡ تَكُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ مَا لَـكُمۡ
مِّنۡ زَوَالٍ ۙ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنۡتُمۡ فِىۡ مَسٰكِنِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَتَبَيَّنَ
لَـكُمۡ كَيۡفَ فَعَلۡنَا بِهِمۡ وَضَرَبۡنَا لَـكُمُ الۡاَمۡثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدۡ مَكَرُوۡا
مَكۡرَهُمۡ وَعِنۡدَ اللّٰهِ مَكۡرُهُمۡ ؕ وَاِنۡ كَانَ مَكۡرُهُمۡ لِتَزُوۡلَ مِنۡهُ
الۡجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ مُخۡلِفَ وَعۡدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ ذُو
انۡتِقَامٍ ؕ ﴿۴۷﴾ يَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَيۡرَ الۡاَرۡضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوۡا لِلّٰهِ
الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الۡمُجۡرِمِيۡنَ يَوۡمَـئِذٍ مُّقَرَّنِيۡنَ فِى الۡاَصۡفَادِ ۚ ﴿۴۹﴾
سَرَابِيۡلُهُمۡ مِّنۡ قَطِرَانٍ وَّتَغۡشٰى وُجُوۡهَهُمُ النَّارُ ۙ ﴿۵۰﴾ لِيَجۡزِىَ اللّٰهُ كُلَّ
نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ
وَلِيُنۡذَرُوۡا بِهٖ وَلِيَعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا
الۡاَلۡبَابِ ﴿۵۲﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسولؐ) جو کچھ (یہ) ظالم لوگ کر رہے ہیں تم اللہ کو اس سے غافل نہ سمجھو۔ وہ تو انہیں اس دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جس میں (شدت خوف وحیرت سے) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائینگی۔ (۴۲) وہ تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے اپنے سر اوپر اٹھاتے ہوئے اس عالم میں کہ ان کی نگاہ خود ان کی طرف نہیں پلٹے گی اور ان کے دل (خوف ودہشت کے سوا ہر خیال سے) خالی ہو رہے ہوں گے (۴۳) (اے رسول) لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم لوگ کہیں گے اے ہمارے رب تھوڑی سی مدت کے لیے ہمیں مہلت دیدے ہم تیری دعوت پر لبیک کہیں گے اور (تیرے) رسولوں کی پیروی کرینگے (انہیں جواب دیا جائے گا) کیا تم نے اس سے پہلے قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ تمہیں کبھی زوال نہ ہوگا (۴۴) حالانکہ تم انہی لوگوں کے مسکنوں میں آباد تھے۔ جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا اور تم پر واضح ہوگیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ اور ہم نے (تمہیں سمجھانے کے لیے) مثالیں بھی بیان کردی تھیں (۴۵) اور انہوں نے اپنی ساری تدبیریں کیں (اور چالیں چلیں) اور اللہ کے پاس ان کی ہر تدبیر اور چال (کا جواب) ہے اگرچہ ان کی تدبیریں وترکیبیں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائیں (۴۶) خبردار! یہ خیال نہ کرنا کہ اللہ نے اپنے رسولوں سے جو وعدہ کیا ہے وہ اس کے خلاف کرے گا بے شک اللہ (سب پر) غالب ہے (اور) انتقام لینے والا ہے (۴۷) (اور یہ اس دن ہوگا) جس دن یہ زمین دوسری قسم کی زمین سے بدل جائے گی اور آسمان بھی (بدل جائینگے) اور سب لوگ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوجائینگے جو ایک ہے اور سب پر غالب ہے (۴۷) اور تم اس دن مجرموں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے (۴۹) ان کے کرتے تارکول کے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ رہی ہوگی (۴۹) یہ اس لیے ہوگا کہ اللہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے (۵۱) یہ سب انسانوں کے لیے ایک پیغام ہے تاکہ انہیں اس کے ذریعہ سے ڈرایا جائے

اور یہ کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ الہٰ بس ایک ہی ہے نیز یہ کہ عقل والے لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔(۵۲)۔

تشریح الالفاظ

ا۔تشخص فیه الابصار۔جس میں آنکھیں کھلی رہ جائینگی کہا جاتا ہے"شخص بصرہ" اس نے ٹکٹکی باندھ کر دیکھا۔ ۲۔مھطعین ھطع ھطعا ھطوعاً کے معنی ہیں ڈر کی وجہ سے آگے آگے جلدی چلنا۔ ۳۔مقنعی رؤسھم۔کہا جاتا ہے واقع رائسہ اس نے اپنے سر کو بلند کیا۔ ۴۔مقرنین فی الاصفاد۔وہ زنجیروں اور ہتھکڑیوں میں بندھے ہوئے اور جکڑے ہوئے ہوں گے۔ ۵۔سر ابیلھم یہ سربال کی جمع ہے جس کے معنی قمیص کے ہیں۔ ۶۔قطران۔کے معنی ہیں تارکول۔

تفسیر الآیات

۴۱۔فلا تحسبن اللہ۔الآیة۔

حسب ظاہر تو یہ خطاب پیغمبر اسلامؐ سے ہے اور درحقیقت کفار مکہ اور دوسرے تمام مشرکین کو یہ دھمکی دی جا رہی ہے اور سابقہ قوموں کی ہلاکت کے واقعات سنا کر انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے۔کہ اب بھی وقت ہے کہ وہ کفر و شرک سے توبہ وانابہ کر کے اصلاح احوال کر لیں۔ورنہ آخرت کے ہیبت ناک عذاب وعقاب کے لیے تیار ہو جائیں نیز آنحضرتؐ اور ہر مظلوم کو تسلی بھی دی جا رہی ہے کہ ایسا نہیں کہ ہمیں مخالفین کی ظالمانہ کاروائیوں کی خبر نہیں ہے یا ہمیں ان کی کارستانیوں کا علم نہیں ہے۔یقینا ہے۔لہٰذا مظلوموں کی دادرسی ضرور کی جائے گی اور ظالموں سے انتقام ضرور لیا جائے گا ہاں البتہ وہ اپنی حکمت بالغہ کے تحت گرفت میں جلدی نہیں کر رہا بلکہ ان کو اس دن کے لیے ڈھیل دی جا رہی ہے جس کی ہولنا کیوں کی وجہ سے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائینگی اور پلک بھی نہیں جھپک سکیں گے اور حیران و پریشان سر اٹھائے دیوانہ وار دوڑ رہے ہوں گے اور ان کے دل خوف ودہشت کی وجہ سے ہر خیال سے خالی ہوں گے اور اڑے جا رہے ہوں گے۔

۴۲۔وانذر الناس۔الآیة۔

خدائے مہربان نے لوگوں کو ہدایت کے لیے انبیاء کو مبشر ومنذر بنا کر بھیجا مگر منکروں نے انکار کیا

انہوں نے حیات بعد الموت کی خبر دی اور جزاوسزا سے آگاہ کیا مگر، کافروں نے مذاق اڑایا ان ھذا الااساطیر الاولین۔اب جب اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے،غفلت کے پردے چاک ہوجائینگے اور حقائق نکھر کر سامنے آجائینگے تو کہیں گے ہمیں کچھ مدت کے لیے مہلت دے یعنی دوبارہ دنیا میں بھیج تاکہ ہم تیری دعوت پر لبیک کہیں اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں یہ مطالبہ ایسے ہی ہے جیسے ایک اور مقام پر وارد ہے رب ارجعون لعلّی اعمل صالحاً۔کہ مجرم کہے گا کہ اے پروردگار ایک بار مجھے دنیا میں دوبارہ بھیج دے تاکہ میں جا کر نیک عمل بجالاؤں۔مگر اس وقت یہ درخواست منظور نہیں ہوگی۔

۴۳۔اولم تکونوا۔الآیۃ۔

ان کے اس مطالبہ کے جواب میں کہا جائے گا کہ کیا تم وہی لوگ نہیں ہو جو قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہماری شان وشوکت کو کبھی زوال نہ ہوگا۔اور ہم یونہی عیش وعشرت کرتے رہیں گے اور حیات بعد الموت اور حشر ونشر سب ایک افسانہ ہے یہ سورہ نحل کی آیت ۳۸ کی طرف اشارہ ہے جس میں وارد ہے کہ ''اقسمو باللہ جھد ایمانھم لا یبعث اللہ من یموت۔'' حالانکہ تم ان لوگوں کے مسکنوں میں رہتے تھے جنہوں نے کفروشرک کرکے اپنے آپ پر ظلم کیا تھا اور یہ بھی تمہیں معلوم تھا کہ اس کی پاداش میں ہم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا مگر تم نے اس سے بھی کوئی نصیحت اور عبرت حاصل نہ کی؟

۴۴۔وقدمکروا۔الآیۃ۔

جناب لوط سے لے کر حضرت خاتم الانبیاء تک خدا نے جب بھی نبی ورسول بھیجے تو ہر دور میں کفار ومشرکین نے حق کو مٹانے اور انبیاء اور ان پر ایمان لانے والوں کو ستانے کے لیے تدبیریں کیں اور چالیں چلیں جن کی چالیں اتنی زبردست تھیں کہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائیں مگر ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اللہ سے وہ چالیں پوشیدہ نہ تھیں اس لیے اس نے اپنی قدرت کاملہ سے ساری تدبیریں اور سب چالیں بے کار کر دیں اور جہاں دین اور اس کے احکام،اور انبیاء کے نام وکام کو دوام بخشا وہاں ان منکرین حق کا نام بھی حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے

۴۵۔فلا تحسبن اللہ۔الآیۃ۔

اس پیرایہ میں بظاہر تو پیغمبر اسلام کو تسلی دی جارہی ہے کہ خدا اپنے وعدہ کے مطابق جو اس نے اپنے

رسولوں سے کر رکھا ہے" کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز (المجادلہ۔۲۱)۔اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہینگے بے شک خدا بڑا طاقتور (اور) غالب ہے آپ کو فتح و فیروزی عطا فرمائے گا اور کبھی اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا اور دراصل کفار و مشرکین کو دھمکی دی جارہی ہے کہ تم خیال نہ کرو کہ اللہ اپنے وعدہ کے خلاف کرے گا ہرگز نہیں بلکہ جس طرح اس نے پہلے اپنے رسولوں کی نصرت کی اور ان کے مخالفین کو ذلیل ورسوا کیا وہ صادق الوعد خدا اب بھی اپنے پیغمبر خاتمؐ کو فتح مبین عطا فرمائے گا اور آپؐ کے مخالفین کو دنیا و آخرت میں ذلیل ورسوا بھی کرے گا اور تباہ و برباد بھی کرے گا۔

۴۶۔یوم تبدل الارض۔الآیۃ۔

قیامت کے دن زمین و آسمان تبدیل کردے جائینگے احادیث واقوال میں اس کی کیفیت دوطرح بیان کی ہے ا۔ایک قول یہ ہے کہ زمین یہی ہوگی مگر اس کی سطح اس طرح برابر کردی جائے گی کہ اس میں نہ کوئی اونچ ہوگی نہ نیچ۔نہ کوئی ٹیلہ نہ کوئی پہاڑ اور نہ کوئی گہرائی اور نہ کوئی غار، بالکل چٹیل میدان کی طرح ہوجائے گی اور آسمان کے شمس وقمر بے نور ہوجائیں گے اور ستارے ٹوٹ کر گر پڑینگے اس قول کی بنا پر موجودہ زمین و آسمان بالکل نیست و نابود نہیں ہونگے بلکہ ان کا موجودہ طبعی نظام اور اسکی شکل وھیت درہم وبرہم کردی جائے گی اور صفات بدل جائینگی۔

۲۔دوسرا قول یہ ہے کہ زمین و آسمان کی صرف صفات تبدیل نہیں ہونگی بلکہ ان کی ذات بھی تبدیل کردی جائے گی زمین پانی میں دھنس جائے گی اور اس کی جگہ ایک ایسی صاف وبراق زمین لائی جائیگی جس کی رنگت سفید ہوگی اور اس موجودہ زمین کی کوئی علامت از قسم مکان اور درخت و پہاڑ وغیرہ کوئی چیز نہیں ہوگی۔ لاتریٰ فیھا عوجاً ولاامتاً۔اور وہ ایسی زمین ہوگی جس پر کبھی خدا کی کوئی نافرمانی نہیں ہوئی ہوگی۔اس زمین پر لوگوں کا حساب وکتاب ہوگا۔اسی طرح آسمان کا شامیانہ بھی لپیٹ دیا جائے گا اور اسکی جگہ دوسرے آسمان کا شامیانہ لگا یا جائے گا الغرض جس زمین و آسمان سے ہم واقف ہیں ان کی بجائے قیامت کے دن زمین و آسمان دوسرے ہونگے اور ان زمین را آسمانے دیگر است۔کا منظر سامنے ہوگا اس وقت تمام لوگ اپنے اصلی اجسام وارواح کے ساتھ خدائے یگانہ وغالب کی بارگاہ میں محشور ہونگے اور حساب وکتاب کے بعد جزا وسزا کا فیصلہ کیا جائے گا یعنی یہ معاد صرف روحانی نہیں ہوگی بلکہ جسمانی وروحانی ہوگی اس موضوع کی دوسری تفصیلات اور زمین و آسمان میں ذاتی یا صفاتی تبدیلی کی تحقیق اور میدان محشر کے دوسرے کوائف وحالات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد کی طرف رجوع فرمائیں۔

۴۷۔ وترى المجرمين۔ الآية۔

اس دن کی ہولناکی اور مجرمین کی اپنے کفر وشرک اور دوسرے جرائم کے مطابق ھیبت ناکی کی تصویر کھینچی گئی ہے کہ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہونگے جن کا لباس تارکول کا ہوگا جو خارش زدہ اونٹ پر ملا جاتا ہے اور جسے آگ جلدی پکڑتی ہے اور بھڑک اٹھتی ہے اور انکے چہروں پر آگ کے شعلوں کی لپٹ ہوگی یہ میدان محشر کا اہتمام اور لوگوں کو محشور کرنے کا انتظام اس لیے ہوگا کہ ہر شخص کو اس کے اعمال اور عقائد وکردار کا مناسب بدلہ دیا جائے ان خیراً فخیراً وان شراً فشراً۔ من یعمل مثقال ذرة خیراً یره ومن یعمل مثقال ذرة شراً یره۔ ذرہ ذرہ کا حساب وکتاب ہوگا اور پھر عادل حقیقی اس کی مناسب جزاوسزا دے گا اور اللہ چونکہ سریع الحساب ہے اس لیے اسے حساب وکتاب میں کوئی زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔

۴۸۔ هذا بلاغ۔ الآية۔

ہذا کا اشارہ قرآن اور اس کے تمام محتویات کی طرف ہے کہ یہ قرآن، اس کے احکام، اسکے وعدے اور وعیدیں، اس کے تعلیمات اور مشمولات یہ سب کچھ کیا ہے؟ اللہ کا پیغام ہے اپنے تمام بندوں کے نام جو پہنچا دیا گیا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے انہیں خدا کے عذاب وعقاب سے ڈرا کر حجت تمام کردی جائے تاکہ صاحبان عقل وخرد اسکے حقائق ومعارف میں غور وفکر کریں اور ان پر یہ حقیقت واضح وآشکار کردی جائے تاکہ ان کا اللہ یگانہ ویکتا ہے اور ذات وصفات وغیرہ میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے تاکہ ان کو عبرت ونصیحت حاصل ہو اور وہ شرک سے باز آجائیں اور اپنا سر نیاز طاعت اس کی چوکھٹ پر جھکائیں۔

آج بتاریخ ۱۵ جنوری ۲۰۰۲ء بمطابق ۳۰ شوال ۱۴۲۲ھ بوقت پونے چار بجے سورہ ابراہیم کی تفسیر بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔ والحمدللہ رب العالمين۔

سورہ الحجر کا مختصر تعارف

یہ سورہ مکی ہے جس کی ۹۹ آیتیں اور رکوع ۶ ہیں

وجہ تسمیہ

چونکہ اس سورہ مبارکہ میں خصوصیت کے ساتھ اصحاب حجر کا تزکرہ کیا گیا ہے اس لیے اس کا نام سورہ حجر مقرر ہوا ہے۔

عہد نزول

یہ سورہ مکہ معظّمہ میں نازل ہوئی ہے مگر یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کس سال میں نازل ہوئی البتہ قرائن سے مستفاد ہوتا ہے کہ آپ کی بعثت کو کافی عرصہ گذر چکا ہے اور آپ نا قابل رد دلائل قاطعہ سے اسلام کی صداقت ثابت کر چکے ہیں مگر کفار قریش تعصب اور ہٹ دھرمی کی روش پر قائم ہیں اور ایمان لانے پر آمادہ نہیں آنحضرت دل شکستہ ہوتے ہیں مگر اللہ انہیں تسلی دے رہا ہے اور حوصلہ دے رہا ہے۔ الغرض اس کا زمانہ نزول سورہ ابراہیم کے نزول سے متصل ہی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ العالم۔

سورہ کے مضامین کی مختصر فہرست

۱۔ قرآن کی حقانیت کا بیان۔

۲۔ قرآن کی حفاظت کا وعدہ۔

۳۔ فرشتوں کو آدم کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم اور شیطان کی حکم عدولی۔

۴۔ جناب آدم کا قصہ۔

۵۔ موت کا وقت مقرر ہے۔

۶۔ جہنم کے طبقوں کا تذکرہ۔

۷۔ بہشتیوں کے دلوں سے کینہ وعداوت کا دور کیا جانا۔

۸۔ جناب ابراہیم قوم لوط قوم شعیب، اور قوم صالح کے قصص وحکایات۔

۹۔ قوم ایکہ پر عذاب کا نازل ہونا۔

۱۰۔اعلانیہ تبلیغ اسلام کا حکم۔

۱۱۔جو لوگ تعصب وہٹ دھرمی کی وجہ سے آنحضرتؐ کی رسالت کا انکار کرتے تھے اور مذاق اڑاتے تھے انہیں تنبیہ کی گئی ہے کہ ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو آپ سے پہلے ایسا کرنے والوں کا ہوتا رہا ہے۔

۱۲۔علاوہ بریں خدا کی توحید، آنحضرت کی رسالت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر دلائل بھی پیش کئے گئے ہیں۔

۱۳۔مال کی بے وقعتی۔

۱۴۔اہل ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ کا کافی ہونا۔

اس سورۃ کو پڑھنے کی فضیلت

اس سورہ کے پڑھنے کی فضیلت قبل ازیں سورہ ابراہیمؑ کی تمہید میں بیان کی جا چکی ہے۔فراجع۔

آیات القرآن

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ
مُّبِيْنٍ۝۱ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ۝۲ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا
وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ۝۳ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ
قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ۝۴ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا
يَسْتَاْخِرُوْنَ۝۵ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ
لَمَجْنُوْنٌ۝۶ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۝۷ مَا
نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ۝۸ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا
الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝۹ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ
الْاَوَّلِيْنَ۝۱۰ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۝۱۱
كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ۝۱۲ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ

سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ
يَعْرُجُوْنَ ﴿١٤﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ
مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿١٥﴾

ترجمۃ الآیات

الف، لام، را، یہ کتاب (الٰہی) یعنی روشن قرآن کی آیتیں ہیں۔(۱) جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ بہت تمنا کرینگے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے (۲) (اے رسولؐ) انہیں چھوڑ دو کہ وہ کھائیں (پئیں) اور عیش و آرام کریں اور (بے شک جھوٹی) امید انہیں غفلت میں رکھے عنقریب انہیں (سب کچھ) معلوم ہوجائے گا (۳) اور ہم نے کبھی کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر یہ کہ اس کے لیے وقت معلوم لکھا ہوا تھا (۴) کوئی قوم اپنے مقررہ وقت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے (۵) اور وہ (کفار) کہتے ہیں اے وہ جس پر ذکر (قرآن) اتارا گیا ہے یقیناً تم دیوانہ ہو (۶) اگر تم سچے ہو تو پھر ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتے (۷) ہم فرشتوں کو نہیں اتارتے مگر (صحیح موقع پر فیصلہ) حق کے ساتھ اور پھر لوگوں کو مہلت نہیں دی جاتی (۸) بے شک ہم نے ہی ذکر (قرآن) اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں (۹) اور ہم نے آپ سے پہلے مختلف جماعتوں میں رسول بھیجے (۱۰) اور ان کے پاس کوئی ایسا رسول نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے مذاق نہ کیا ہو (۱۱) اسی طرح ہم اس (ذکر) کو مجرموں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں (۱۲) (مگر) وہ اس (ذکر) پر ایمان نہیں لاتے اور جو پہلے گذر چکے ہیں ان کا طریقہ بھی یہی رہ چکا ہے (۱۳) اور اگر ہم ان پر آسمان کا ایک دروازہ کھول دیں جس سے وہ دن دہاڑے چڑھنے لگیں (۱۴) تو پھر بھی وہ یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھوں کو مدہوش کر دیا گیا ہے بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے (۱۵)

تشریح الالفاظ

یلھھم الامل الھی یلھی الھاء۔ کے معنی غافل کرنے کے ہیں اور الامل کے معنی امید کے ہیں۔ ۲۔شیع شیعہ کی جمع ہے جس کے معنی پیروکار اور جماعت کے ہیں اور عرف عام میں حضرت علیؑ کے مخصوص حبداروں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ۳۔سکرت ابصارنا۔ اس کا مادہ سکر ہے جس کے معنی نشہ اور مدہوشی کے ہیں اور ابصار بصر کی جمع ہے جس کے معنی آنکھ کے ہیں۔ ۴۔قوم مسحوروں۔ کے معنی ہیں جادوزدہ قوم۔

تفسیر الآیات

۱۔ الف،لام،را۔ الآیة

سورہ بقرہ اور دوسری سورتوں کے اوائل میں اس بات کی کئی بار وضاحت کی جاچکی ہے کہ یہ حروف مقطعات ان متشابہات میں سے ہیں۔ جن کی تاویل خدا اور راسخون فی العلم۔ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

۲۔ تلك۔ الآیة۔

سورہ ابراہیم کا اختتام قرآن کے تذکرہ پر ہوا تھا اور سورہ حجر کا آغاز ذکر قرآن سے ہو رہا ہے یہاں الکتاب اور قرآن سے ایک ہی چیز یعنی قرآن مجید ہی مراد ہے بنابریں یہ عطف تفسیری ہے اس قرآن کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ مجموعی طور پر مبین ہے یعنی متشابہات سے قطع نظر وہ اپنی دعوت اور اس کے دلائل میں واضح ہے اس کی کوئی بات ناقابل فہم نہیں ہے۔ ہر صحیح دماغ اسے سمجھ سکتا ہے اور ہر سلیم دل اسے قبول کرتا ہے اور ہر روح اس سے مطمئن ہوسکتی ہے یہ حق و باطل میں امتیاز کرتا ہے اور یہ وہ ''النور'' ہے جس کی روشنی انسانی زندگی کے تمام گوشوں کو منور و درخشندہ کرتی ہے۔

۲۔ ربما یود الذین۔ الآیة۔

رب جو کہ رب بالتشد ید حرف جار کا مخفف ہے یہ کثرت کے معنی پر دلالت کرتا ہے یا قلت پر اس میں اختلاف ہے بعض فضلاء کا یہ موقف قوی ہے کہ رب صرف کسی چیز کے اثبات پر دلالت کرتا ہے اب رہی اس کی قلت یا کثرت وہ کلام کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتی ہے۔ بہرحال یہاں سیاق کلام سے کثرت کے معنی

انسب معلوم ہوتے ہیں کہ وہ کافرلوگ جوآج اسلام کا نام سن کر اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں اوراس کا نام تک سننا گوارانہیں کرتے وہ وقت آنے والا ہے کہ جب حقیقت حال واضح ہوگی اورانہیں اپنے کفر کا انجام بدسامنے نظر آئے گا تو بسا اوقات یعنی بار بار یہ تمنا کرینگے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے! وہ یہ تمنا کب کرینگے؟ حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ فرمایااذا کان یوم القیامة نادی منادمن عند الله لایدخل الجنة الامسلم فیومئذٍیودّ۔

الذین کفروالو کانوامسلمین (جب قیامت کا دن ہوگا تو خدا کی طرف سے ایک منادی ندا کرے گا کہ آج جنت میں وہی داخل ہوگا جو حقیقی مسلمان ہوگا اس وقت کافرلوگ تمنا کرینگے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے (تفسیر قمی وصافی)۔اس سلسلہ میں روایات اور بھی ہیں مگر راجح قول یہی ہے۔

۴۔ذرھم۔۔۔الآیة

کھاتا پیتا مومن بھی ہے اور کافر بھی بلکہ نبی بھی اور امام بھی اور یہ چیز نہ عقلاً قبیح ہے اور نہ شرعاً ممنوع ہے وما جعلنا ھم جسدالا یاکلون الطعام۔ہم نے ان (انبیاءؑ) کو ایسا جسم نہیں بنایا تھا کہ وہ طعام نہ کھاتے ہوں مگر اس سلسلہ میں بھی ایک بندہ مومن اور ایک کافر میں فرق یہ ہے کہ مومن بشری تقاضوں کے تحت بے شک کھاتا پیتا ہے مگر بقدر ضرورت اور وہ بھی حلال لیکن وہ اس کھانے پینے کو مقصدزیست نہیں سمجھتا بلکہ اس کی توجہ کا مرکز آخرت کی زندگی ہوتی ہے اور وہ اسے ہی خوشگوار بناتا ہے بخلاف کافر کے کہ وہ اس دینوی زندگی کو سنوارنے اور خوشگوار بنانے کی خاطر طویل منصوبہ بندی کرتا ہے اور اسی چیز کا نام طول امل ہے یعنی لمبی امیدیں باندھنا۔ اور فکر آخرت سے آزاد ہو کر صرف دنیوی زندگی کیلئے طویل منصوبہ بندی کرنا حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں ان اخوف ما اخاف علیکم اثنان اتباع الھویٰ وطول الامل وہ خوفناک ترین چیز جس کا مجھے تمہارے بارے میں اندیشہ ہے وہ دو چیزیں ہیں ایک خواہش نفس کی پیروی اور دوسری لمبی امید۔ پھر ان کے نقصانات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جہاں تک خواہش نفس کی پیروی کا تعلق ہے تو یہ آدمی کو حق سے باز رکھتی ہے اور جہاں تک لمبی امید کا تعلق ہے تو یہ آدمی کو آخرت بھلا دیتی ہے (نہج البلاغہ)۔بہرحال خداتعالیٰ اپنی ناراضی ظاہر کرتے ہوئے اپنے حبیبؐ سے فرمارہا ہے کہ ان لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو اور انہیں خوب کھانے پینے اور عیش وعشرت کرنے دو۔عنقریب ان کو معلوم ہوجائے گا کہ ان کی اس کافرانہ روش ورفتار کا انجام کیا ہے؟ یہ بات جس طرح سابقہ کافروجاہل قوموں پر صادق آتی تھی بالکل اسی طرح آج کی بزعم خویش مہذب وروشن خیال قوموں پر بھی صادق آتی ہے۔

وما اھلکنا ۔۔۔ الآیۃ۔

یہ آیت گویا کہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ جب یہ لوگ کفر پر اڑے ہوئے اور عصیان کاری میں پڑے ہوئے ہیں تو ان پر عذاب کیوں نازل نہیں ہوتا؟ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ جس طرح ہر چیز کا ایک مقررہ وقت ہوتا ہے جس سے وہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتی اسی طرح اس ہلاکت اور عذاب کے نزول کا بھی ایک وقت مقرر ہے جو ابھی نہیں آیا اسی لیے فوراً ان کی گرفت نہیں ہو رہی ہے۔

۶۔ وقالو یایھا الذی۔ الآیۃ۔

کفار کا یہ بے ادبانہ بلکہ گستاخانہ فقرہ کہ ''تم دیوانے ہو'' اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کا پہلے یہ کہنا کہ اے وہ جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے یہ از راہ تمسخر و استہزاء ہے کہ تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم پر قرآن اتارا گیا مگر ہمارے نزدیک تو تم دیوانہ ہو (العیاذ باللہ) کیونکہ اس کتاب میں ایسی باتیں ہیں جن کو ہماری عقل قبول نہیں کرتی اور تم ان باتوں کو اللہ کی طرف منسوب کرتے ہو؟ پھر ہم کس طرح تسلیم کریں کہ آپ عقلمند ہیں۔

۷۔ لوما تأتینا۔ الآیۃ۔

سابقہ گستاخانہ جملہ کہنے کے بعد ھٹ دھرمی سے یہ احمقانہ مطالبہ کر دیا کہ تم جو کہتے ہو کہ تمہارے پاس فرشتہ آتا ہے اور وحی لاتا ہے تو تم ان فرشتوں کو ہمارے پاس کیوں نہیں لاتے جو آپ کی نبوت کی تصدیق کریں ان لوگوں کے اس احمقانہ مطالبہ کے جواب میں خدائے حکیم یہ جواب دے رہا ہے کہ انفس و آفاق میں پھیلی ہوئی ہزاروں نشانیوں میں اور قرآن کے پیش کردہ حقائق و معارف میں غور و فکر کر کے ایمان لانا چاہیے۔ باقی رہا فرشتوں کا اتارنا تو یہ کوئی کھیل تماشا نہیں ہے بے شک یہ فرشتے انبیاء و مرسلین پر وحی لے کر آتے ہیں اور ان کے جھٹلانے والوں پر عذاب لے کر بھی آتے ہیں مگر اس وقت اتارے جاتے ہیں جب قوموں پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔ مگر وہ حق کشی اور باطل کوشی سے باز نہیں آتیں اور ان پر عذاب نازل کرنے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں رہ جاتا تو وہ صحیح وقت پر یعنی جب مہلت کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو وہ فیصلہ عذاب کے ساتھ بھیجے جاتے ہیں جس کے بعد انہیں تہس نہس کر دیا جاتا ہے اس موضوع کی مزید وضاحت قبل ازیں سورہ انعام کی آیت ۸ **وقالو لو لا انزل علیہ ملك**۔ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

۸ انا نحن۔ الآیۃ۔

اس آیت شریفہ کی مکمل تفسیر اس تفسیر کی پہلی جلد کے ساتویں مقدمہ کے ضمن میں ص ۲۹،۲۸ پر

گذر چکی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے الغرض اس آیت کو تحریف کے متنازعہ مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ صرف خدائے دو جہان کی طرف سے ”قرآن کی عظمت کا اعلان ہے کہ اسے ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں کہ اس میں جو کچھ ہے وہ سب حق اور ابدالا باد تک باقی رہنے والا ہے اس میں کسی قسم کے باطل کی آمیزش اور دلیل و برہان سے اس کے بطلان کا کوئی امکان نہیں ہے۔ وانه لكتاب عزيز لايأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد (سورہ فصلت ۴۱)

۹ ولقد ارسلنا۔ الآية۔

اس قسم کی ایک آیت سورہ انعام آیت ۳۴ ولقد كذبت رسل من قبلك آلاية۔ مع تفسیر گذر چکی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اس پیرایہ میں حضرت پیغمبرِ اسلام کو تسکین و تسلی دی جارہی ہے کہ اگر آج یہ گستاخ لوگ آپ کے اور قرآن کے بارے میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کر رہے ہیں تو نہ یہ کوئی نئی بات ہے اور نہ کوئی انوکھا سلوک ہے بلکہ ہم نے آپ سے پہلے مختلف جماعتوں، مختلف گروہوں اور مختلف قوموں کی طرف رسول بھیجے اور انہوں نے نہ صرف ان کی تکذیب کی بلکہ الٹا ان کا مذاق اڑایا اور ان کے ساتھ تمسخر کیا مگر انبیاء نے اس کے اس ناروا سلوک پر صبر کیا تو آپ بھی انہی کی طرح قوم کی اہانت آمیز روش و رفتار پر صبر کریں فاصبر كما صبراو لو العزم من الرسل ۔ ان الله مع الصابرين ۔ بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

۱۰۔ كذلك نسلكه۔ الآية۔

اس فقرہ کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

یہ نسلکہ میں واحد مذکر غائب کی ضمیر کس چیز کی طرف راجع ہے؟ برادران اسلامی کے اکثر مفسرین نے اسے کفر و استہزاء کی طرف راجع کیا ہے کہ ”اسی طرح ہم داخل کرتے ہیں گمراہی کو مجرموں کے دلوں میں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (ضیاالقرآن)

اسی طرح ہم یہ استہزاء مجرمین (یعنی کفار مکہ) کے قلوب میں ڈال دیتے ہیں (جس کی وجہ سے) یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے“ (معارف القرآن) بنابریں اگر اللہ نے ہی گمراہی اور استہزاء کو مجرمین کے دلوں میں ڈالا ہے اور اس کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لاتے تو پھر ان کا قصور کیا ہے؟ اور پھر ان کی یہ مذمت کیوں کی

جارہی ہے؟ ہے جبریہ فرقہ کے پاس اس ایراد کا کوئی معقول جواب؟؟ لاواللہ۔

حقیقت یہ ہے کہ نسلکہ اور لا یومنون بہ میں دونوں جگہ اس ضمیر کا مرجع ذکر بمعنی قرآن ہے جو پہلے مذکور ہے (انا نحن نزلنا الذکر) بنابریں مفہوم یہ ہوگا کہ ''ہم تو قرآن کو مجرموں کے دلوں میں ڈالتے ہیں مگر وہ اس پر ایمان نہیں لاتے کیونکہ دین میں جبر واکراہ نہیں ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے اناھدیناہ السبیل اماشاکراً واما کفورا۔ یہ مفہوم عقیدہ عدلیہ کے عین مطابق ہے۔

۱۱۔ ولوفتحنا علھیم۔ الآیة۔

یہ ان لوگوں کے تعصب وہٹ دھرمی کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ اگر ان لوگوں کے لیے آسمان کا دروازہ بھی کھول دیا جائے اور وہ ملکوت سماوی کا مشاہدہ بھی کرلیں اور ملائکہ کو بھی بچشم خود دیکھ لیں تب بھی ایمان نہیں لائینگے بلکہ یہی کہیں گے کہ ہماری نظریں بند کردی گئی ہیں۔ اور ہماری آنکھوں کو مدہوش ومخمور کردیا گیا ہے اور ہم پر جادو کردیا ہے اور یہ سب کچھ پیغمبر اسلامؐ کے جادو کا اثر ہے ان حالات میں اگر بالفرض ان لوگوں کا مطالبہ پورا بھی کردیا جاتا یعنی آسمان سے فرشتے اتر آتے اور آنحضرتؐ کی نبوت کی صداقت کی گواہی دے دیتے تو ان لوگوں پر کیا اثر ہوتا؟ خوئے بدرا بہانہ بسیار وہ یہاں بھی یہی کہہ دیتے کہ بل سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون۔

سچ ہے کہ لاتغنی الایات والنذر عن قوم لایومنون۔ کہ نہ ماننے والوں کے لیے نہ معجزات کارگر ہوتے ہیں اور نہ ڈراوے۔ کیونکہ　ع

جنہیں ہوڈوبنا وہ ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں؟

اس قسم کی ایک آیت سورہ انعام نمبر ۸ میں مع تفسیر گذر چکی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

آیات القرآن

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ

كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿١٩﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ
بِرٰزِقِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ
مَّعْلُوْمٍ ﴿٢١﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿٢٢﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ
وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا
الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ط اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥﴾

ترجمۃ الآیات

اور بے شک ہم نے آسمان میں بہت سے برج بنادیئے اور اس (آسمان) کو دیکھنے والوں کے لیے آراستہ کردیا ہے(۱۶) اور ہم نے اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ کردیا (۱۷) مگر یہ کہ کوئی (شیطان) چوری چھپے کچھ سن لے تو (اس صورت میں) ایک چمکتا ہوا شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے(۱۸) اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں پہاڑ گاڑ دیے اور اس میں ہر قسم کی چیز یں نپی تلی اگائیں۔(۱۹) اور ہم نے اس میں تمہارے لیے بھی معاش کے وسائل بنانے اور ان کے لیے بھی جن کے روزی رساں تم نہیں ہو(۲۰) اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور ہم اسے نہیں اتارتے مگر ایک معین مقدار میں(۲۱) اور ہم ہواؤں کو باردار بنا کر بھیجتے ہیں پھر آسمان سے پانی برساتے ہیں پھر وہ پانی ہم تمہیں پلاتے ہیں حالانکہ تم اس کے خزانہ دار نہیں (۲۲) اور بلاشبہ ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہم ہی (سب کے) وارث ہیں (۲۳) اور یقیناً ہم ان کو بھی جانتے ہیں جو تم سے پہلے ہوگذرے اور ان کو بھی جانتے ہیں جو بعد میں آنے والے ہیں (۲۴) بے شک تمہارا پروردگار (بروز قیامت) سب کو جمع کرے گا وہ بڑا حکمت والا اور بڑا علم والا ہے(۲۵)۔

تشریح الالفاظ

۱۔استرق السمع کامفہوم ہے کہ چوری چھپے کچھ سن گن لینا ۲۔لواقح ان ہواؤں کو کہا جاتا ہے۔جو درختوں کو باردار کرتی ہیں اور بارش لانے والی ہوتی ہے۔

تفسیر الآیات

۱۲۔ولقد جعلنا۔الآیۃ۔

بروج کے معنوں کی تحقیق

بروج برج کی جمع ہے عربی میں برج کے معنی قلعہ،قصر اور شاہراہ اور مستحکم عمارت کے ہیں اور قدیم علم ہیئت میں برج کی لفظ ان بارہ منازل کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے جن پر سورج کے مدار کو تقسیم کیا گیا ہے چنانچہ بعض مفسرین نے بروج کو انہی معنوں پر محمول کیا ہے اور بعض نے اس سے بڑے سات سیارے مراد لیے ہیں مولانا ابوالکلام آزاد نے طویل بحث کی ہے کہ آیا نزول قرآن کے وقت عرب برج کا لفظ ان بارہ فرضی اشکال میں استعمال کرتے تھے جو قدماء نے دورہ شمسی کے انضباط کے لیے قرار دی تھیں اور کیا قرآن میں یہ لفظ اسی اصطلاحی معنی میں بولا گیا ہے؟اور مقصود بارہ برج ہیں؟ یا لغوی معنی ہیں مستعمل ہوا ہے اور مقصود بڑے بڑے روشن ستارے ہیں جو بحر و بر کی ظلمتوں میں مسافروں کی راہنمائی کرتے ہیں؟ پھر ثابت کیا ہے کہ بارہ برجوں کی تقسیم سب سے پہلے اہل بابل نے کی۔پھر سریانی اقوام ان سے آشنا ہوئیں اور بالآخر یونانیوں نے اختیار کر لیا آخر میں لکھا ہے کہ پس زیادہ صاف بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہاں بروج سے مقصود روشن کواکب ہیں چنانچہ حضرت ابن عباس سے یہی تفسیر منقول ہے(ترجمان القرآن)

اور صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں ”اگر یہ بات ثابت ہوجائے کہ نزول قرآن سے پہلے عرب اس تقسیم کو جانتے تھے اور اس کو اپنی زبان میں استعمال کرتے تھے تو پھر ان برجوں سے وہی بارہ برج مراد ہوں گے جن کے نام اوپر لکھے گئے ہیں (یعنی حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت) اور اگر اس کا قابل اعتماد ثبوت بہم نہ پہنچے تو بھی آیت کا مفہوم سمجھنے میں کوئی دقت نہیں کیونکہ اس

وقت بروج سے مراد وہ سات سیارے یا دیگر بڑے بڑے چمکدار ستارے ہوں گے جو کروڑوں چمکتے ہوئے ستاروں میں بھی خوب نمایاں نظر آتے ہیں (''ضیا القرآن ج ۲) الغرض قرآن علم ہیئت یا فلکیات کی کتاب نہیں ہے کہ ہم بروج کی حقیقت سے بحث کریں بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ ہم اللہ کی قدرت اور اسکی حکمت اور عالم بالا میں پائی جانے والی ان چیزوں کی عظمت میں غور فکر کر کے خدا کی وحدانیت و کبریائی کا اذعان حاصل کریں ویسے وارثان علم قرآن یعنی آئمہ اہلبیت کی احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس سے وہی اصطلاحی بارہ برج مراد ہیں چنانچہ تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان بروج سے مراد کواکب اور وہ برج ہیں جو موسم ربیع وگرما میں حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد اور سنبلہ ہیں اور موسم خریف وسرما میں عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت ہیں (تفسیر قمی) اور تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق السلام سے مروی ہے فرمایا ان بروج سے بارہ برج مراد ہیں (مجمع البیان) واللہ العالم بحقیقۃ الحال۔ پھر صانع حکیم نے یونہی ستاروں کا جال نہیں بکھیر دیا اور نہ یونہی غیر منظم طریقہ پر رکھ دیا بلکہ ناپیدا کنار عالم بالا کو اس احسن طریقہ پر ستاروں سے سجایا ہے اور اس طرح ان سے مزین کیا ہے کہ جن کے جلوے نگاہوں کو خیرہ کر دیتے ہیں اور جن کی حسن ترتیب عقل کو دنگ کر دیتی ہے۔

۱۳۔ حفظنا ھا۔ الآیۃ۔

شیاطین جنی اسی زمینی خطے میں مقید ہیں عالم بالا ان کی دسترس سے ماوراء ہے اس طرح آزاد نہیں ہیں کہ جہاں تک چاہیں پرواز کریں ہاں البتہ وہ ملائکہ سے سن گن کی کوشش ضرور کرتے ہیں مگر ایسا کرنے پر ان پر ''شہاب ثاقب'' کے آتشین تازیانے برسائے جاتے ہیں اس لیے ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا متعدد اخبار وآثار سے واضح وآشکار ہوتا ہے کہ جناب عیسیٰ کی ولادت تک جنات وشیاطین کا آسمانوں میں داخلہ ممنوع نہیں تھا۔ وہ وہاں تک جاتے تھے اور فرشتوں کی زبانی وہاں سے کچھ خبریں لاتے تھے اور کاہنوں اور ساحروں کو آکر بتاتے تھے اور اس طرح وہ اپنی غیب دانی کا ڈھونگ رچاتے تھے مگر جناب عیسیٰ کی ولادت پر ان کا تین آسمانوں تک جانا تو ممنوع قرار دیا گیا لیکن دوسرے چار آسمانوں تک جاسکتے تھے اور جب حضرت پیغمبر اسلامؐ کی ولادت باسعادت ہوئی تو ساتوں آسمانوں میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا اور اب اگر کوئی وہاں جانے اور آسمانی خبریں معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے شہابی پتھروں کے آتشین کوڑے لگائے جاتے ہیں (آمالی، تفسیر قمی وصافی اور برہان) لہٰذا آج کل جو پیر وفقیر اور بہروپئے قسم کے عامل غیب دانی کے دعوے کرتے ہیں اور سادہ لوح عوام کا مالی استحصال کرتے ہیں وہ ہرگز نہ غیب جانتے ہیں اور نہ ہی ان کے پاس غیت دانی کے کوئی ذرائع اور وسائل ہیں۔

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

اب رہی اس بات کی تحقیق کہ شہاب ثاقب جس کے لغوی معنی چمکتا ہوا شعلہ کے ہیں۔اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟ آیا یہ نظام شمسی کا کوئی چھوٹا سا تارا ہے جو ٹوٹتا ہے جس کا بیشتر حصہ ہماری فضا تک پہنچنے سے پہلے یا گرد بن جاتا ہے۔یا بخار بن کر اڑ جاتا ہے اور کبھی کبھی اس کے کچھ ٹکڑے زمین پر گر پڑتے ہیں جو مختلف عجائب خانوں میں موجود ہیں۔یا یہ کچھ کائناتی شعاعیں ہیں یا ان سے بھی زیادہ شدید کوئی اور چیز ہے؟ اور پھر اس سے شیطانوں کے روکنے کا کام کس طرح لیا جاتا ہے؟ تو یہ عالم غیب کے معاملات میں سے ہے جسے ہم اپنے وسائل علم وادراک سے معلوم نہیں کر سکتے وحی الٰہی نے جس قدر تصریح کر دی ہے اس پر یقین کرنا چاہیے اور مزید کاوش میں نہیں پڑنا چاہیے۔'' (ترجمان القرآن ج ۲)۔

۱۴۔ والارض مددناھا۔ الآیۃ

اس آیت کے مطالب و معانی کی تحقیق اور اسکی تفسیر سورہ رعد کی آیت ۳ **وھو الذی مدالارض وجعل فیھا رواسی**۔الایہ میں کر دی گئی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔اور یہاں جو من کل شئ موزون وارد ہے اس کی تفصیل سورہ رعد کی آیت ۹ **وکل شئی عندہ بمقدار** میں کر دی گئی ہے مقصد یہ ہے کہ ہر نباتات اپنی کیفیت، کمیت، شکل وصورت اور مقصد خلقت کے اعتبار سے ایک موزوں اور مناسب و معین مقدار میں میزان دانش وحکمت پر تول کر پیدا کی گئی ہے اس مقدار سے کم ہوتی ہے تو دشواری پیدا ہوتی اور زیادہ ہوتی تو مشکل پیدا ہوتی اور قد کاٹھ شکل وصورت میں بھی موزونیت اور تناسب کو مدنظر رکھا گیا ہے جن کے حسین وجمیل مناظر سے انسان لطف اندوز ہوتا ہے بہرحال انسان کو اپنی زندگی گذارنے اور اپنی معیشت کو سنوارنے کے لیے جن جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ سب مناسب مقدار میں زمین میں مہیا کر دی گئی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ حد بندی کا یہ اصول کائنات کی ہر چیز میں موجود ہے اور اسی سے نظام کائنات وابستہ اور بحال ہے۔

۱۵۔ وجعلنا لکم۔ الآیۃ۔

یہ خدائے منان کے ایک اور احسان کا ذکر ہے کہ اس نے اس زمین میں نہ صرف ہمارے معاش وزیست از قسم ماکولات، مشروبات اور ملبوسات کے وسائل واسباب زراعت، تجارت صنعت وحرفت وغیرہ مقرر فرمائے بلکہ دوسری بہت سی اپنی مخلوقات کی زیست کے سامان بھی بہم پہنچائے جن کے ہم روزی رساں نہیں ہیں بلکہ ان سب کا رازق و پالک وہی ہے جو ان کا خالق و مالک ہے جیسے بحری وبری جانور، پرندے، چرندے، کیڑے مکوڑے اور دیگر تمام جاندار مخلوق۔

۱۶۔ وان من شئی۔ الآیۃ۔

ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں اس ہر چیز سے کیا مراد ہے؟ عام مفسرین نے اس سے بارش مراد لی ہے کیونکہ وہی ہر قسم کی معاش اور روزی کا سبب ہے کہ مگر اصح یہ ہے کہ اس سے انسانی ضروریات کی ہر چیز مراد ہے کہ تمام ضروریات زندگی کے وسائل اور اسباب خدا کے قبضہ قدرت میں ہیں وہ حسب ضرورت جدو جہد اور سعی وکوشش کرنے والوں کو عطا فرماتا ہے اور نکموں اور ناکاروں کو محروم رکھتا ہے کیونکہ وہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی لہٰذا وہ قانون حکمت کے تحت معلوم اور معین مقدار کے مطابق عطا کرتا ہے۔ کیونکہ ع

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر۔

مروی ہے کہ ایک بار جناب موسیٰ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ تو جو کائنات کا روزی رساں ہے مجھے اپنے خزانے تو دکھا ارشاد ہوا اے موسیٰ تمہارا کیا خیال ہے کہ میرے خزانے بادشاہوں کی طرح ہیں؟ میرے خزانے تو کاف اور نون (یعنی کن) کے درمیان ہیں (عین الحیاۃ)

۱۷۔ وارسلنا الریاح۔ الآیۃ۔

لواقح لاقحہ کی جمع ہے جب نر و مادہ جمع ہوں اور نر مادہ تولید مادہ میں ڈالے تو کہا جاتا ہے القحا ر الفحل ہواؤں کو لواقح کہنے کی متعدد وجوہ میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ وہ بارش کے پانی کو بادلوں میں اٹھا کر لاتی ہیں اور بارش برساتی ہیں زندگی کا پیغام لاتی ہیں۔ وجعلنا من الماء کل شئی حی۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ درختوں کے گابھوں (بور کو لے کر مادہ درختوں کے گابھوں میں ڈالتی ہیں اور اس طرح ان کو باردار کرتی ہیں کیونکہ نر و مادہ کا سلسلہ صرف جاندار مخلوق میں ہی جاری نہیں ہے۔ بلکہ نباتات میں بھی یہ سلسلہ جاری ہے ارشاد قدرت ہے سبحان الذی خلق الازواج کلھا مماتنبت الارض ومن انفسھم ومما لایعلمون۔ (یس) حضرت امیر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا حضرت رسول خداؐ فرماتے ہیں۔ ولا تسبوالریح فانھا بشر وانھا نذر وانھا لواقح فا سئلو اللہ من خیرھا وتعوذوابہ من شرھا۔ ہوا کو گالی نہ دو۔ یہ تو بشارت اور نذارت کا سبب ہیں اور یہ بار آور کرنے والی ہیں پس تم اللہ سے ان کی اچھائی کا سوال کرو اور اس سے ان کی برائی سے پناہ مانگو۔ تفسیر عیاشی)۔

۱۸۔ وما انتم لہ۔ الآیۃ۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پانی کا خزانہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ جس سے وہ وقتاً فوقتاً برساتا

رہتا ہے بلکہ اس کا صاف وسادہ مطلب یہ ہے کہ طبعی اسباب وغیرہ سے خدا بارش برساتا ہے اور پھر زمین اسے اپنے اندر محفوظ رکھتی ہے اور پھر چشموں کی صورت میں ظاہر کرتی ہے الغرض پانی برسانا بھی خدا کا کام ہے اور اسکی حفاظت کا انتظام بھی وہی کرتا ہے باقی رہے ہمارے تالاب اور ڈیم وغیرہ تو یہ بھی اسی ذات اقدس کی کرم نوازی کا نتیجہ ہیں۔

۱۹۔ وانا النحن۔ الآیۃ۔

اس آیت میں یہ حقیقت بتائی جارہی ہے کہ جس طرح زمین کا پیدا کرنا ہوائیں چلانا، بارشیں برسانا اور نباتات اگانا الغرض تمام نظام کائنات چلانا اللہ کا کام ہے۔ اسی طرح جلانا اور مارنا یعنی پہلے انسان کو دنیا میں بسانا اور پھر یہاں سے اٹھانا یہ بھی اسی قادر وقیوم خدا کے قبضہ قدرت میں ہے کوئی دیوی دیوتا یہ کام نہیں کرتا اور نہ کوئی نبی وامام یہ فرائض انجام دیتا ہے جیسا کہ مشرک لوگ یہ باطل عقیدہ رکھتے ہیں وہی ہر چیز کا وارث ہے جن وانس کی پیدائش سے پہلے بھی زمین وآسمان اور جو کچھ ان میں ہے خدا کے تھے اور ان سب کے فنا اور نیست ونابود ہوجانے کے بعد بھی خدا کے ہی رہینگے۔ کل من علیھا فان ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام۔ تم خالی ہاتھ آئے تھے اور خالی ہاتھ چلے جاؤ گے۔ جو ان اشیاء کا خالق ہے وہی ان کا حقیقی مالک ہے۔

درحقیقت مالک ہر شئ خدا است
ایں امانت چند روزہ پیش ماست

۲۰۔ ولقد علمنا۔ الآیۃ۔

خدائے حکیم اپنی قدرت کاملہ کے اثبات کے بعد اب یہاں اپنے کامل علم کا تذکرہ فرمارہا ہے۔ کہ وہ ان لوگوں کو اور ان کے حالات وکوائف کو بھی جانتا ہے جو پہلے گذر چکے اور ان کو بھی جانتا ہے جو بعد میں پیدا ہوں گے اور ان کو بھی جانتا ہے جو اعمال صالحہ اور نیکیوں میں سابق ہیں اور آگے بڑھے ہوئے ہیں اور ان کو بھی جانتا ہے جو اس سلسلہ میں پیچھے رہ جانے والے ہیں اور پھر وہ سب کے ساتھ ان کے مرتبہ ومقام کے مطابق سلوک کرتا ہے کیونکہ وہ عالم بھی ہے اور عادل بھی۔

۲۱۔ وان ربّك۔ الآیۃ۔

خداوند عالم قیامت کے دن تمام اولین وآخرین کو اس طرح محشور فرمائے گا کسی ایک کو بھی باقی نہیں چھوڑے گا جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔ وحشرنا ھم فلم نغادر منھم احداً۔ کہ ہم ان لوگوں کو محشور کرینگے

کہ کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے کسی کی موت کو ہزاروں سال گذر گئے اور اس کے اجزاء بکھر کر کہیں بھی چلے گئے ہوں وہ سب کو جانتا بھی ہے اور سب کو اکٹھا کرنے پر قادر بھی ہے لہٰذا وہ سب کو محشور فرمائے گا تا کہ نیکو کاروں کو جزا اور بدکاروں کو سزا دے سکے اس سورہ کے آغاز سے لے کر اب تک جو کچھ ہم نے اس کائنات ارضی وسماوی اور اس کے اعتدال وتوازن اور تناسب کے بارے میں جو کچھ پڑھا ہے وہ بتاتا ہے کہ یہ کائنات اتفاقی حادثہ کے طور پر وجود میں نہیں آئی اور نہ ہی متعدد خداؤں کی صنعت گری کا نتیجہ ہے بلکہ۔ ذلك تقدير العزيز العليم۔

آیات القرآن

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۚ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ
خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ
خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ
فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ
اَجْمَعُوْنَ ۙ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰٓی اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ
یٰٓاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ
لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا
فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ۙ﴿۳۴﴾ وَّاِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ
فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۙ﴿۳۷﴾ اِلٰی یَوْمِ
الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ
وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۙ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا
صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا
مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۟ۙ﴿۴۳﴾ لَهَا

سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور بلاشبہ ہم نے انسان کو سڑے ہوئے گارے کی کھنکناتی مٹی سے پیدا کیا ہے(۲۶)اور اس سے پہلے ہم نے جان کو بے دھواں تیز گرم آگ سے پیدا کیا(۲۷)(وہ وقت یاد کرو) جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں(۲۸) پس جب میں اسے مکمل کر لوں اور اس میں اپنی (خاص) روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ میں گر جاؤ(۲۹) چنانچہ سب فرشتوں نے سجدہ کیا(۳۰) سوائے ابلیس کے کہ اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کیا(۳۱) ارشاد ہوا اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دیا؟(۳۲) اس نے کہا میں ایسا نہیں ہوں کہ ایسے بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑے ہوئے گارے کی کھنکھنائی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے(۳۳) ارشاد ہوا (یہاں سے) نکل جا کہ تو مردود (راندہ ہوا) ہے(۳۴) اور روز جزا (قیامت) تک تجھ پر لعنت ہے(۳۵) اس نے کہا کہ اے میرے رب مجھے اس دن تک مہلت دے جب لوگ دوبارہ اٹھائے جائینگے(۳۶) فرمایا بے شک تو مہلت پانے والوں میں سے ہے۔(۳۷) (جنہیں) وقت معلوم تک مہلت دی گئی ہے(۳۸) اس نے کہا اے میرے رب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے تو میں بھی زمین میں ان (بندوں) کے لیے گناہوں کو خوشنما بناؤں گا اور سب کو گمراہ کروں گا(۳۹) سوائے تیرے مخلص بندوں کے(۴۰) فرمایا یہ سیدھا راستہ ہے مجھ تک پہنچنے والا (۴۱) جو میرے خاص بندے ہیں ان پر تیرا کوئی قابو نہ ہوگا سوائے ان گمراہوں کے جو تیری پیروی کرینگے۔(۴۲) اور بے شک جہنم ان سب کی وعدہ گاہ ہے(۴۳) اس کے سات دروازے ہیں (اور) ہر دروازے کے لیے ان (لوگوں) میں سے ایک حصہ ہے(۴۴)

تشریح الالفاظ

ا۔صلصال۔کے معنی ہیں خشک کھنکھتی مٹی۔۲۔حماء۔مسنون کے معنی ہیں بدبودار کیچڑ۔۳۔رجیم، کے معنی ہیں رجم کیا ہوا۔اور ملعون ومردود۔۴۔فانظرنی۔انظار کے معنی ہیں مہلت دینے کے ہیں۔۵۔لیس لك علیهم سلطان۔یہاں سلطان کے معنی قابو پانے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۲۔ولقد خلقنا۔الآیة۔

انسانی خلقت کے مختلف فلسفے اور اصل حقیقت کا بیان؟

انسان کی خلقت کے بارے میں کئی فلسفے اور نظریے ہیں جن کی تفصیل میں جانے کی یہاں نہ ضرورت ہے اور نہ ہی گنجائش جن میں سے ایک نظریہ ارتقاء بھی ہے کہ انسان بندر کی ترقی یافتہ صورت کا نام ہے پہلے پہل اس نظریہ نے قدیم عقائد کی دنیا میں ایک زلزلہ پیدا کر دیا مگر اب رفتہ رفتہ اپنی موت آپ مر رہا ہے۔کیونکہ اس وقعیت پر نہ کوئی عقلی دلیل دقائم نہ نقلی وہ محض ناقص استقراء پر مبنی مفروضہ ہے جس کا کوئی سرا ہے۔اور نہ ہی درمیان کی کوئی کڑی محض ظن وتخمین پر مبنی ہے۔وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔اس نظریہ کے بطلان اور پادر ہوا ہونے کے تفصیلی دلائل وبراہین دیکھنے کے خواہش مند حضرات ہماری اسلامی عقائد پر مفصل کتاب احسن الفوائد کی طرف رجوع کریں۔

بہرکیف قرآن وسنت کے مسلمات میں سے ہے کہ ابوالبشر آدم کی خلقت آب وگل سے عمل میں آئی ہے مگر اس سلسلہ میں الفاظ وکلمات مختلف وارد ہوئے ہیں جن سب کا ماحصل ایک ہی ہے مثلاً بعض آیات میں پانی وارد ہے وھو الذی خلق من الماء بشراً۔(الفرقان۔۵۴) خدا وہی ہے جس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا بعض میں تراب وارد ہے۔ کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون۔ (آل عمران۔۵۹) عیسیٰ کی حالت آدم جیسی ہے خدا نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور اسے کہا کہ ہوجا۔پس وہ ہوگیا اور بعض میں طین وارد ہے۔ھو الذی خلقکم من طین۔(الانعام۔۲)

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں گیلی مٹی سے پیدا کیا اور زیر قلم آیت میں صلصال، حماء اور مسنون کے الفاظ وارد ہیں۔ صلصال اس گارے کو کہا جاتا ہے جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے اور حماء گارے اور کیچڑ کو کہا جاتا ہے اور مسنون کا مطلب ہے سڑا ہوا۔ الغرض یہ مٹی ہی کی مختلف حالتوں کے پیش نظر مختلف نام ہیں مقصد یہ ہے کہ انسان کا قالب آب وگل کے امتزاج سے بنا ہے اور اللہ نے اسے مکمل کیا ہے اور جب سے اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنی خاص روح پھونکی ہے تو اس وقت سے وہ اشرف المخلوقات کہلایا ہے اور خالق حکیم نے اس کے سامنے ملائکہ کو سجدہ ریز فرمایا ہے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

الناس من جهة التمثال اكفاء
ابوهم آدم والام حواء
فان يكن لهم شرف
يفاخرون به فالطين والماء

یعنی تصویر کے اعتبار سے سب لوگ برابر ہیں کیونکہ سب کے باپ آدم اور ماں حوا ہیں اور اگر ان کو کوئی ایسا شرف حاصل ہے جس پر وہ فخر کر سکیں تو وہ مٹی اور پانی ہے کس قدر کبیر ہے وہ خالق جس نے اس عنصر حقیر سے پیدا کر کے انسان کو اس شان کبیر پر فائز کیا ہے اور اسے ان صلاحیتوں سے نوازا کہ جن پر ملائکہ بھی رشک کرتے ہیں۔ سچ ہے کہ۔

فرشتوں سے افضل ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

ایضاح:

اب رہی اس بات کی تحقیق کہ روح کی حقیقت کیا ہے؟ آیا مجرد ہے یا جسم لطیف رکھتی ہے اور بہرصورت اس جسم کے ساتھ اس کے تعلق کی کیفیت کیا ہے؟ ان امور کی تحقیق و تنقیح کے لیے ہماری کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد کی طرف رجوع کریں۔

۲۳۔ والجان خلقنه۔ الآية۔

جنات کی خلقت کا تذکرہ

اس جملہ میں انسان کی خلقت سے پہلے بنی نوع جن کی خلقت کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ جس طرح انسان کو بہت سے عناصر سے پیدا کیا گیا ہے مگر چونکہ اس میں خاکی عنصر غالب ہے اس لیے اسے ''خاکی''

مخلوق کہا جاتا ہے اسی طرح اگرچہ جن کی خلقت میں بھی اور عناصر شامل ہیں مگر چونکہ اس میں ناری عنصر غالب ہے اس لیے اسے ناری مخلوق کہا جاتا ہے اور شیطان نے جو جنوں میں سے تھا (کان من الجن) اپنی اسی خلقت کو اپنی افضلیت کی دلیل قرار دے کر آدم کے سامنے سجدے ریز ہونے سے انکار کیا تھا۔ اور ملعون ومردود قرار پایا تھا۔ نار کے معنی تو آگ کے ہی ہیں مگر سموم گرم ہوا (لو) کو بھی کہا جاتا ہے اور اس سخت گرم آگ کو بھی کہا جاتا ہے جس میں دھواں نہ ہو۔ کہ اللہ نے جنوں کو ایسی تیز گرم آگ سے پیدا کیا ہے جس میں دھواں نہ تھا اسی مفہوم کو سورہ رحمن میں یوں ادا کیا گیا ہے وخلق الجان من مارج من نار۔ (۱۵) کہ خدا نے جان کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا ہے۔

مخفی نہ رہے کہ بنی نوع جن میں جان کی وہی حیثیت ہے جو بنی نوع انسان میں جناب آدمؑ کی ہے کہ وہ سب جنوں کا باپ ہے جس طرح یہ سب انسانوں کے باپ ہیں ابلیس بھی اسی جان کی اولاد میں سے تھا۔ اب یہ اصطلاح بن چکی ہے کہ جان کی اولاد میں سے جن کا تعلق ابلیس کی اولاد اور نسل سے ہے انہیں شیاطین کہا جاتا ہے اور اس کی دوسری عام اولاد کو جنات کہا جاتا ہے جو بنی نوع انسان کی طرح مختلف ادیان ومذاہب سے تعلق رکھتے ہیں کافر بھی ہیں اور مسلمان بھی یہودی بھی ہیں اور نصرانی بھی، اور ہر قماش وکردار کے مالک ہیں نیکوکار بھی اور بدکار بھی، طالح بھی اور صالح بھی جن کی حقیقت اور ان کے دیگر کوائف وحالات پر قبل ازیں کسی مناسب مقام پر گفتگو کی جاچکی ہے۔ فراجع۔

۲۴۔ واذقال ربك۔ الآية۔

خداوند عالم کا خلقت آدم کی فرشتوں کو پیشگی اطلاع دینا اور اس سلسلہ میں ان کا خدا سے گفتگو کرنا، اور انجام کار خدا کا فرشتوں کو سجدہ کا حکم دینا۔ اور شیطان کا اس سے انکار کرنا اور راندۂ بارگاہ ہونا اور یہ کہ وہ سجدہ کس قسم کا تھا؟ جبکہ اسلام میں ہر قسم کا سجدہ خدا سے مخصوص ہے اور غیر اللہ کے لیے جائز نہیں ہے ان تمام باتوں پر اس تفسیر کی پہلی جلد اور سورہ بقرہ کی آیت ۳۱ تا ۳۵ کی تفسیر میں مفصل گفتگو کی جاچکی ہے لہٰذا اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔ یہاں اس کے اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۵۔ قال رب فانظرنی۔ الآية۔

وقت معلوم سے کونسا وقت مراد ہے؟

شیطان نے تو بالاتفاق قیامت تک زندہ رہنے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی مہلت مانگی تھی مگر خدا نے

اسے وقت معلوم تک مہلت دی اب مفسرین میں اختلاف ہے کہ اس وقت معلوم سے کونسا وقت مراد ہے؟ اکثر مفسرین نے اس سے نفحۂ اولیٰ مراد لیا ہے جب شرعی تکلیف ختم ہوجائے گی اور باب توبہ بند ہوجائے گا (مجمع البیان، کاشف) اور بعض مفسرین نے بعض احادیث کی بنا پر اس سے امام زمانہ کا زمانہ ظہور مراد لیا ہے یعنی زمانہ رجعت جیسا کہ تفسیر قمی و عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ واللہ العالم۔

۲۶۔ قال رب بما اغویتنی۔ الآیۃ۔

عقیدۂ جبر کا بانی شیطان ہے

حضرت آدم سے ترک اولیٰ ہوتا ہے تو وہ بارگاہ رب العزت میں توبہ وانابہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ خیر و شر اور نیکی و بدی کو بندہ کا فعل جانتے ہیں اور شیطان رجیم تکبر و قیاس جیسا سنگین جرم کرتا ہے اور توبہ کرنے یا اپنے کئے پر نادم ہونے کی بجائے اور اکڑ جاتا ہے اور اپنی گمراہی کی نسبت خدا کی طرف دیتا ہے ان حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ عقیدہ عدل کا سنگ بنیاد جناب آدم نے رکھا تھا اور عقیدۂ جبر کا شیطان نے لہٰذا جو عدلیہ ہیں وہ ایک نبی کے پیروکار ہیں اور جو جبریہ ہیں وہ شیطان کے پیروکار اسی بدعقیدہ کا یہ نتیجہ ہے کہ شیطان کہہ رہا ہے کہ چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے تو اب میں تیری مخلوق کو گمراہ کروں گا کس طرح؟ جبر و استیلا تو میرے ہاتھ مین ہے نہیں میں تو صرف گناہوں کو لوگوں کی نظر میں خوشنما بنا کے اور آراستہ کرکے ان پر اپنا جال پھینک سکتا ہوں۔ اور انہیں سبز باغ دکھا کر بہلا پھسلا سکتا ہوں اور بس اس قسم کی آیتیں سورہ اعراف میں نمبر ۱۵ تا ۱۷ مع تفسیر گذر چکی ہیں قال فبما اغوتینی تاقولہٖ ولا تجدا کثرھم شاکرین۔ مزید وضاحت کے لیے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۲۷۔ الا عبادك۔ الآیۃ۔

خدا کے مخلص بندوں پر شیطان کا کوئی قابو نہیں ہے۔

شیطان اقرار کررہا ہے کہ جو تیرے مخلص اور منتخب بندے ہوں گے وہ میرے بہکاوے میں نہیں آئینگے اور خدا نے بھی یہی حقیقت واضح کی ہے کہ ان عبادی لیس لك علیھم سلطان۔ کہ جو میرے خاص بندہ ہیں ان پر تیرا کوئی قابو نہیں ہوگا یعنی تو ان سے کوئی گناہ نہیں کراسکے گا۔ بنابریں جو لوگ انبیاء اوران کے اوصیاء کی عصمت کے قائل نہیں ہیں ان کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ پھر خدا کے وہ مخلص بندے کون ہیں جن پر شیطان کا کوئی قابو نہیں ہے؟ واضح رہے کہ جناب آدم وحوا کے قصہ سے ان پر شیطان کا قابو پانا ثابت نہیں ہوتا

کیونکہ ہم اس تفسیر کی پہلی جلد میں نا قابل ردّ دلائل سے ثابت کر آئے ہیں کہ جو کچھ ہوا وہ جناب آدمؑ کا ترک اولیٰ تھا کوئی گناہ نہیں تھا فراجع۔ ہاں البتہ جو شیطان کی پیروی کرینگے وہ گمراہ ہوں گے اور ان سب گمراہوں کی وعدہ گاہ جہنم ہے جہاں سب اکٹھے ہوں گے۔

۲۸۔ لھا سبعة ابواب۔ الآیة۔

جہنم کے سات دروازوں کا تذکرہ

جہنم کے ساتھ دروازے ہیں بدعقید اور بدکاروں کے لیے ہر دروازہ کے لیے ایک حصہ مقرر ہے کہ کوئی ٹولہ کسی دروازے سے داخل ہوگا اور کوئی جماعت کسی اور دروازہ سے جیسا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ایمانداروں اور نیکوں کاروں کیلئے کہ کوئی خوش قسمت گروہ کسی دروازہ سے داخل ہوگا اور کوئی خوش نصیب کسی اور دروازے سے اور بعض مفسرین نے سات دروازوں کا مطلب سات طبقے بیان کیا ہے جو عذاب کی شدت میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہوں گے اس قسم کی ایک روایت حضرت امیر علیہ السلام سے بھی مروی ہے۔ فرمایا۔ ان جھنم لھا سبعة ابواب ہی اطباق بعضھا فوق بعض۔۔۔ (مجمع البیان وتفسیر ابن کثیر)۔

آیات القرآن

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا
مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ
فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ
الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ
اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾
قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ
مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ
الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا

خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٥٧﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٥٨﴾
اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٩﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ
الْغٰبِرِيْنَ ﴿٦٠﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک پرہیز گارلوگ بہشتوں اور چشموں میں ہوں گے (۴۵) (ان سے کہا جائیگا) کہ تم سلامتی اورامن وامان کے ساتھ ان میں داخل ہوجاؤ (۴۶) اور ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کی کدورت نکال دینگے اور وہ بھائیوں کی طرح تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے (۴۷) ان کے اندر انہیں کوئی تکلیف وزحمت چھوئے گی بھی نہیں اور نہ ہی وہ وہاں سے نکالے جائینگے ۔(۴۸) (اے رسول) میرے بندوں کو آگاہ کرو کہ میں بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہوں (۴۹) اور یہ بھی (بتادو) کہ میرا عذاب بھی بڑا دردناک عذاب ہے (۵۰) اور انہیں ابراہیمؑ کے مہمانوں کا واقعہ بھی سنادو (۵۱) جبکہ وہ ان کے پاس آئے اور سلام کیا اور انہوں نے (جواب سلام کے بعد) کہا ہم کو تم سے ڈر لگ رہا ہے (۵۲) (مہمانوں) نے کہا کہ ڈریئے نہیں ہم آپ کو ایک صاحب علم بچہ کی (ولادت کی) بشارت دیتے ہیں (۵۳) ابراہیمؑ نے کہا تم مجھے اس حال میں بشارت دیتے ہو کہ مجھ پر بڑھاپا آچکا ہے یہ کس چیز کی بشارت ہے جو تم مجھے دیتے ہو؟ (۵۴) انہوں نے کہا ہم آپ کو ایک بالکل سچی بشارت دے رہے ہیں تو آپ ناامید ہونے والوں میں سے نہ ہوں (۵۵) ابراہیمؑ نے کہا اپنے پروردگار کی رحمت سے تو گمراہوں کے سوا کون مایوس ہوتا ہے؟ (۵۶) (پھر کہا) اے اللہ کے فرستادو آخر تمہیں کیا مہم درپیش ہے؟ (۵۷) انہوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں سوا لوطؑ کے گھر والوں کے کہ ہم ان سب کو بچالینگے بجز اسکی بیوی کے اس کی نسبت ہم نے یہ طے کیا ہے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی (۶۰)

تشریح الالفاظ

ا۔غل کے معنی ہیں کینہ اور کھوٹ۔ ۲۔وجلون۔ یہ وجل کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ڈرنے والے جو کہ وجل سے مشتق ہے۔ ۳۔قانطین۔ یہ قنط وقنوط سے مشتق ہے جس کے معنی مایوس ہونے کے ہیں۔ ۴۔الغابرین۔ یہ غبور سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں گذر جانا اور غبار آلود ہونا۔

تفسیر الآیات

۲۹۔ ان المتقین۔ الآیة۔

متقین بہشت عنبر سرشت میں ہوں گے

مجرمین ومبغوضین یعنی دوزخی لوگوں کے انجام بد کا بیان کرنے کے بعد یہاں خدا کے محبوبین یعنی متقین اوران کے انجام بخیر ہونے کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔ کہ وہ بہشت عنبر سرشت کے باغوں چشموں کے درمیان عیش وعشرت اور آرام واطمینان کے ساتھ ابدی زندگی گذاریںگے۔ جن سے جنت الفردوس میں داخل کرتے وقت کہا جائے گا کہ خیر وعافیت، صحت وسلامتی اور امن وامان اور اطمینان کے ساتھ داخل ہو جاؤ یہاں نہ کوئی خوف وخطر ہے اور نہ کوئی فکر واندیشہ اور نہ کوئی مشقت وزحمت اور نہ کوئی تکلیف وتھکان اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سب نعمتیں ابدی ودائمی ہونگی جنہیں نہ زوال ہوگا اور نہ انقطاع۔

۳۰۔ ونزعنا ما فی صدورھم۔ الآیة۔

اہل ایمان کے سینوں سے ہر قسم کی کدورت نکال دی جائے گی

متعدد حدیثوں میں وارد ہے کہ المومن لایکون حقوداً۔ کہ مومن کے دل میں کسی اہل ایمان کے متعلق حقد وکینہ نہیں ہوتا (جامع السعادات) تو قابل غور بات یہ ہے کہ پھر اس کینہ وکدورت سے مراد کیا ہے؟ جو بہشتی مومنوں کے دلوں سے دور کیا جائے گا؟ تو بظاہر اس سے وہ کدورتیں اور شکر رنجیاں مراد ہیں جو دنیا میں باہمی میل جول اور باہمی معاملات میں غلط فہمیوں کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں لہٰذا وہ جنت میں داخلہ سے پہلے ان کے دلوں سے دور کیا جائے گا؟ تو بظاہر اس سے وہ کدورتیں اور شکر رنجیاں مراد ہیں جو دنیا میں باہمی میل جول اور باہمی

معاملات میں غلط فہمیوں کی وجہ سے پیدا ہوجاتی ہیں لہٰذا وہ جنت میں داخلہ سے پہلے ان کے دلوں سے دور کردی جائیگی اس لیے وہ وہاں بھائیوں کی طرح جنت کی مسندوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے واضح رہے کہ اس سے وہ حقد وکینہ مراد نہیں ہوسکتا جس کا تعلق دینی نظریات وعقائد سے ہو اور وہ بھی قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کی نصوص صریحہ کی خلاف ورزی سے ہوا ور اس کا سبب دنیائے دوں کا چند روزہ وقار واقتدار اور اس کی حکومت وسلطنت کا حصول ہو یا باہمی حسد ولداد اور بغض وعناد جبکہ ان مشاجرات ومخاصمات کے نتیجہ میں ہزاروں مسلمانوں کی جانوں کا ناجائز اتلاف وضیاع ہوجائے اور ایسا تفرقہ پیدا ہو کہ جس کا کبھی سد باب نہ ہوسکے۔

۳۱۔نبئ عبادی۔الآیة۔

امید وبیم کا حسین امتزاج

اس آیت میں امید وبیم، رجاء وخوف کا بڑا حسین امتزاج موجود ہے اور یہی امید وبیم کا اجتماع ہی ایمان کا جوہر ہے حدیث میں وارد ہے کہ اگر مومن کے دل کو چاک کر کے دیکھا جائے تو اس میں امید وبیم دونوں برابر برابر ہوں گے۔الغرض اس آیت مبارکہ میں بشارت ونذارت کو بڑے احسن انداز میں جمع کیا گیا ہے تاکہ بڑے سے بڑا گنہگار خدائے رحیم کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور بڑے سے بڑا نیکوکار عجب وغرور میں گرفتار نہ ہو۔

۳۲۔ونبئهم عن۔الآیة۔

جناب ابراہیمؑ کے پاس فرشتوں کا مہمان بن کر آنا اور ان کا مہمان نوازی کی خاطر بھونا ہوا بچھڑ الانا اور ان کا کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھانا اور اس سے جناب خلیل کا خوف کھانا اور ان کا انہیں اولاد کی بشارت دینے اور ان کا اور ان کی زوجہ محترمہ (سارہ) کا بڑھاپے کی وجہ سے تعجب کرنا وغیرہ وغیرہ سب امور کی تفصیل سورہ ہود کی آیت ۶۹۔تا آیت نمبر ۷۳ کی تفسیر میں گذر چکی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے اعادہ تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۳۳۔قال فما خطبکم۔الآیة۔

فرشتوں کا جناب لوط کے پاس جانا اور ان کی قوم کا بدکاری کے ارادہ سے ان کے گھر چڑھ دوڑنا اور پھر عذاب الٰہی کا نازل ہونا اور جناب لوط کے خاندان اور دوسرے اہل ایمان کے سوا ان کی بیوی سمیت باقی سب کا ہلاک وبرباد ہوجانا یہ سب واقعات قبل ازیں سورہ ہود کی آیت ۴ تا آیت ۸۳ کی تفسیر میں تفصیل سے بیان کئے جاچکے ہیں وہاں رجوع کیا جائے۔

آیات القرآن

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۣ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالُوْا
بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَاٰتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا
لَصٰدِقُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا
يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ
الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ
يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿٦٨﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿٦٩﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ
اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٧١﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٢﴾
فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا
عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿٧٤﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿٧٥﴾ وَاِنَّهَا
لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿٧٦﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ
الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿٧٨﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٩﴾

ترجمۃ الآیات

پس جب اللہ کے فرستادہ خاندان لوط کے پاس آئے (٦١) تو لوط نے کہا کہ تم تو اجنبی لوگ معلوم ہوتے ہو (٦٢) انہوں نے کہا (نہیں) بلکہ ہم تمہارے پاس وہ چیز (عذاب) لے کر آئے ہیں جس میں (یہ) لوگ شک کیا کرتے تھے (٦٣) اور ہم آپ کے پاس حق (عذاب) لے کر آئے ہیں اور بلاشبہ ہم بالکل سچے ہیں (٦٤) تو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے اہل وعیال کو لے کر

نکل جائیں اور خود آپ ان کے پیچھے پیچھے چلیں اور آپ میں سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور جدھر جانے کا آپ کو حکم دیا گیا ادھر ہی چلے جائیں (۶۵) اور ہم نے ان (لوط) کو بذریعہ وحی اس فیصلہ سے آگاہ کر دیا کہ صبح ہوتے ہوتے ان کی جڑ بالکل کاٹ دی جائے گی (۶۶) اور شہر والے (نوجوان اور خوبصورت مہمانوں کو دیکھ کر) خوشیاں مناتے ہوئے آ گئے (۶۷) (لوط نے) کہا یہ لوگ میری مہمان ہیں تم میری فضیحت نہ کرو (۶۸) اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو (۶۹) انہوں نے کہا کہ کیا ہم نے آپ کو دنیا بھر کے لوگوں (کو مہمان کرنے) سے منع نہیں کر دیا تھا (۷۰) آپ نے کہا اگر تم نے کچھ کرنا ہے تو پھر یہ میری (قوم کی) بیٹیاں موجود ہیں (۷۱) آپ کی جان کی قسم! یہ لوگ اپنے نشہ میں بالکل اندھے ہو رہے تھے (۷۲) آخرکار سورج نکلتے نکلتے انہیں ایک ہولناک آواز (چیخ) نے آ لیا۔ (۷۳) پس ہم نے اس (بستی) کو تہہ و بالا کر دیا (اوپر کا طبقہ نیچے کر دیا) اور ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی بارش کر دی۔ (۷۴) بے شک اس (واقعہ) میں حقیقت کی پہچان رکھنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں (۷۵) اور وہ (بستی) ایک عام گزرگاہ پر واقع ہے جواب تک قائم ہے (۷۶) بے شک اس (واقعہ) میں اہل ایمان کے لیے بڑی نشانی ہے (۷۷) اور بے شک ایک (گھنے جنگل) والے بڑے ظالم تھے۔ (۷۸) ہم نے ان سے انتقام لیا اور یہ دونوں (بستیاں) شارع عام پر واقع ہیں (۷۹)۔

تشریح الالفاظ

۱۔ دابر کے معنی ہیں اصل، گذرا ہوا۔ کہا جاتا ہے قطع اللہ دابرہم اللہ نے انکی بیخ کنی کرے۔
۲۔ سجیل۔ کے معنی ہیں کنکر اور سنگ گل ۳۔ لمتوسمین۔ یہ توسم سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں فراست سے کوئی چیز معلوم کرنا اور پہچاننا۔

تفسیر الآیات

۳۴۔ فلما جاء ال لوط۔ الآیۃ۔

جناب لوط اور ان کی قوم کے واقعات اور ان کے ہاں بطور مہمان فرشتوں کی آمد کی تفصیل اور رقوم

کا ان کے ساتھ بدسلوکی کرنا اور انجام کاران پر عذاب کا نازل ہونا اور اس کی کیفیت یہ سب باتیں قبل ازیں سورہ اعراف آیت ۸ تا ۸۴ اور سورہ ہود کی آیت ۷۷ تا ۸۳ کی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوچکی ہیں ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔

۳۵۔ولا تلتفت۔الآیۃ۔

سورہ ہود کی آیت ۸۱ سے ثابت ہے کہ جناب لوط کی بیوی نے جو کہ کافرہ تھی اس حکم کی خلاف ورزی کی تھی اور وہ اسی قومی عذاب میں مبتلا ہوئی تھی پیچھے مڑکر نہ دیکھنے کی مناہی کا مطلب اس کے سوا اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بدکار قوم سے اپنے تعلق خاطر کو توڑ لیا جائے اور ان کے حالات اور ان کے انجام سے کوئی دلچسپی نہ رکھی جائے نیز یہ جلد روانہ ہونے اور اس میں کسی قسم کی دیر و درنگ نہ کرنے کا محاورہ بھی ہوسکتا ہے۔

۳۶۔لعمرك۔الآیۃ۔

جناب لوط کی قوم کے حالات کے درمیان جملہ معترضہ کے طور پر سرکار ختمی مرتبت کا تذکرہ اور آپ کی مقدس زندگی کی قسم کھانے سے آنحضرتؐ کی عظمت شان ورفعت مکان پر جو روشنی پڑتی ہے وہ کسی وضاحتی بیان کی محتاج نہیں ہے ابن عباس سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے پیغمبر اسلامؐ کے سوا اور کسی نبی و رسول کی جان کی قسم نہیں کھائی (مجمع البیان) اور یہ انداز تخاطب حبیب خداؐ کی شان کا بڑا ترجمان ہے۔

۳۷۔للمتوسمین۔الآیۃ۔

توسم کے کئی معنوں سے ایک معنی تفکر کے بھی ہیں جبکہ دوسرے معنی تذکر اور تیسرے تفرس کے ہیں بنابریں مفہوم یہ ہوگا کہ اس واقعہ میں غور و فکر کرنے، عبرت ونصیحت حاصل کرنے اور فہم وفراست رکھنے والے حقیقت بین لوگوں کے لیے عبرت ونصیحت کی بڑی نشانیاں موجود ہیں۔

کاخ جہاں پر است از ذکر گزشتگاں
لیکن کسے کہ گوش نہدایں صداکم است

۳۸۔وان کان اصحب الایکه۔الآیۃ

اصحاب ایکہ سے مراد اہل مدین ہیں جن کی طرف جناب شعیبؑ کو بھیجا گیا تھا اس قوم کا تذکرہ سورہ اعراف آیت ۸۵ والی مدین اخاھم شعیبا۔ سے آیت ۹۳ تک نیز سورہ ہود میں آیت ۸۴ سے آیت ۹۶ تک بڑی تفصیل سے کیا جاچکا ہے لہٰذا ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔

مخفی نہ رہے کہ ایکہ کے معنی گھنے درخت اور بن کے ہیں چونکہ مدین کا علاقہ بڑا زرخیز تھا اور اس کے پاس ایک بن یعنی گھنا جنگل بھی تھا اس لیے ان لوگوں کو اہل ایکہ کہا جاتا تھا انہوں نے کس طرح کفر و شرک اختیار کیا اور ناپ تول میں کس طرح بد دیانتی کی؟ اور اس کے نتیجہ اور پاداش عمل میں کس طرح ہلاک ہوئے اور کس طرح نشان عبرت بنے؟ اس کی تفصیلات مذکورہ بالا مقامات پر بیان کی جا چکی ہیں وہاں رجوع کیا جائے۔

۳۹۔ لبامام مبین۔ الآیۃ۔

امام کے معنی جہاں اس راہنما کے ہیں جس کی اقتداء کی جائے وہاں اس کے دوسرے معنی راستہ کے بھی ہیں اور مبین کے معنی ظاہر اور واضح کے ہیں الغرض امام مبین کی لفظ کا اطلاق لوح محفوظ پر بھی ہوتا ہے اور شاہراہ عام پر بھی کیونکہ وہ بھی راہروں کے لیے راہنما ہوتا ہے اور حضرت امیر علیہ السلام پر بھی یہاں مطلب یہ ہے کہ قوم لوط اور قوم ایکہ (قوم مدین) کی تباہ شدہ دونوں بستیاں شام کے درمیان شاہراہ عام پر واقع ہیں اور آج بھی وہاں سے گذرنے والوں کے لیے نشان عبرت ہیں اور انہیں دعوت فکر دیتی ہیں۔

آیات القرآن

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا
عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾
فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ط
وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ
الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا
تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ
وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَآ
اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ

لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ
وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ
يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ
يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ
السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

ترجمۃ الآیات

اور بے شک حجر کے لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا (۸۰) اور ہم نے انہیں نشانیاں عطا کیں مگر وہ ان سے روگردانی ہی کرتے رہے (۸۱) اور وہ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے تاکہ امن واطمینان سے رہیں (۸۲) پس صبح کے وقت انہیں ایک ہولناک آواز نے پکڑا (۸۳) سو جو کچھ انہوں نے کمایا تھا وہ ان کے کام نہ آیا (۸۴) اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو نیز جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کو پیدا نہیں کیا مگر حق وحکمت کے ساتھ اور قیامت یقیناً آنے والی ہے پس (اے رسول) آپ شائستہ طریقہ سے درگذر کریں (۸۵) بے شک آپ کا پروردگار ہی بڑا پیدا کرنے والا (اور) بڑا جاننے والا ہے (۸۶) اور بلاشبہ ہم نے آپ کو دھرائی جانے والی سات آیتیں عطا کی ہیں اور (کافروں) کو بہرہ مند کیا ہے اور نہ ہی ان کے بارے میں غمگین ہوں اور اہل ایمان کے لیے اپنے بازو پھیلا دیں (ان کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں) (۸۸) اور کہہ دیجئے کہ میں تو عذاب سے کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں (۸۹) (اے رسول) جس طرح ہم نے تقسیم کرنے والوں پر اپنا کلام نازل کیا تھا جنہوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے (اسی طرح) آپ پر بھی نازل کیا ہے (۹۰) آپ کے پروردگار کی قسم ہم ان سے ان کے اعمال کی بابت ضرور سوال کریں گے۔ (۹۳) پس جس چیز کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس کا واضح اعلان کر دیں اور مشرکوں سے اعراض کریں (ان کی کچھ پروا نہ کریں) (۹۴) جو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں ہم ان کے لیے کافی ہیں (۹۵) جو

خدا کے ساتھ دوسرا الٰہ قرار دیتے ہیں انہیں عنقریب (اپنا انجام) معلوم ہو جائے گا۔ (۹۶)
اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ (یہ لوگ) کہتے رہتے ہیں اس سے آپ کا دل تنگ ہوتا
ہے (۹۷) تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے
ہو جائیں (۹۸) اور اس وقت تک برابر اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہیں جب تک کہ
تمہارے پاس موت نہ آجائے (۹۹)

تشریح الالفاظ

۱۔ینحتون۔ نحط کے معنی ہیں سنگ تراشی کرنا اور پہاڑ کھودنا۔ ۲۔عضین۔ یہ عضہ کی جمع ہے جس کے معنی ٹکڑے اور فرقے کے ہیں۔ ۳۔ فاصدع۔ یہ صدع سے مشتق ہے کہا جاتا ہے صدع بالحق اس نے کھلم کھلا حق کا اظہار کیا۔

تفسیر الآیات

۴۰ ولقد کذب۔ الآیة۔

اصحاب حجر کا قصہ

یہاں سے ان اصحاب حجر کا قصہ شروع ہو رہا ہے جن کے نام پر اس سورہ کا نام حجر مقرر ہوا حجر اس جگہ کا نام ہے جہاں اس قوم کا مسکن تھا اور وہ شمالی عرب اور شام کے درمیان واقع ہے اور اصحاب حجر سے مراد قوم ثمود ہے جن کی طرف حضرت صالحؑ کو بھیجا گیا تھا مگر اس بدبخت قوم نے ان کی تکذیب کی اور اس کی پاداش میں عبرتناک عذاب کے ساتھ ہلاک و برباد ہوئی اس قوم کے حالات و واقعات قبل ازیں سورہ اعراف آیت ۷۳ تا آیت ۷۵ اور سورہ ہود آیت ۶۱ تا ۶۸ میں تفصیل سے بیان کئے جا چکے ہیں ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے مخفی نہ رہے کہ باوجود یکہ قوم ثمود نے تکذیب ایک رسول کی کی تھی یعنی جناب صالحؑ کی مگر مرسلین کی لفظ سے مستفاد ہوتا ہے کہ بہت سے رسولوں کی تکذیب کی اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ سب انبیاء کا کلام و پیغام ایک ہے لہٰذا ان میں سے ایک کی تکذیب گویا سب کی تکذیب کے مترادف ہے۔

۴۱۔ وكانواينحتون۔الآية

اس قوم کے حالات میں مورخین لکھتے ہیں کہ ان لوگوں کو سنگ تراشی اور پہاڑوں کو تراش کران کے اندر مستحکم اور شاندار مکانات بنانے کے فن میں بڑا کمال حاصل تھا اور انہیں اس پر بڑا ناز بھی تھا چنانچہ آٹھویں صدی میں ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں ''یہاں سرخ رنگ کے پہاڑوں میں قوم ثمود کی عمارتیں موجود ہیں جوانہوں نے چٹانوں کو تراش کران کے اندر بنائی تھیں ان کے نقش ونگار اس وقت تک ایسے تازہ ہیں جیسے آج بنائے گئے ہوں ان مکانات میں اب بھی سڑی گلی ہڈیاں پڑی ہوئی ملتی ہیں'' (رحلہ ابن بطوطہ)

۴۲۔ وماخلقنا السموات۔الآية۔

یہ آیت ایسی ہے جیسے یہ آیت وما خلقنا السماء والارض وما بينهما باطلا (ص۔۲۷) کہ ہم نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کو بیکار پیدا نہیں کیا جب خالق حکیم نے کائنات کی کوئی چیز بھی حق وحکمت کے خلاف پیدا نہیں کی تو اتنے بڑے آسمان وزمین کس طرح بے کار اور عبث پیدا ہوسکتے ہیں؟ یہ دنیا و مافیھا کوئی بازیچہ اطفال نہیں ہے اور نہ ہی اس میں لوگ اس طرح آزاد ہیں۔کہ جو چاہیں کرتے پھریں کہ ان سے کوئی باز پرس نہ ہوگی ایسا نہیں ہے بلکہ یہ سارا نظام ایک متعین مقصد کی طرف رواں دواں ہے اور وہ مقصد قیامت کا قیام اور اس کا حساب وکتاب اور اسکے نتیجہ میں جزا وسزا کا ملنا ہے اور کبھی کبھی خدائے جبار کافروں اور گنہگاروں کو آخرت سے پہلے دنیا کے عذاب میں بھی گرفتار کر لیتا ہے جس طرح قوم مدین کو کیا تھا کیونکہ کائنات جس نہج پر پیدا ہوئی ہے وہ حق کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے اور باطل کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتی اسی لیے یہاں حق کو دوام واستقرار ہے اور باطل کو دوام نہیں ہے لہٰذا خلق عظیم کے مالک کو حکیمانہ حکم دیا جارہا ہے کہ آپ مخالفت کرنے والوں سے اچھائی وعمدگی سے درگذر کریں کیونکہ اعراض ودرگذر کے بغیر دعوت حق کا کام موثر انداز میں نہیں کیا جاسکتا ہے اللہ ان سے انتقام لے گا آپ اس کا شکوہ بھی نہ کریں۔ واصبر علی ما یقولون واھجرھم ھجراً جمیلاً۔(المزمل۔۱۰)۔

۴۳۔ ولقداتيناك۔الآية۔

سبع مثانی کا تذکرہ

قریباً تمام مفسرین اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سبعاً من المثانی سے مراد سورہ فاتحہ ہے جس کی سات آیتیں ہیں جن میں سے ایک بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے اور اسے مثانی جو کہ مثنی کی جمع ہے اس لیے کہا جاتا ہے

کہ اسے نماز میں دھرایا جاتا ہے یعنی ہر رکعت میں اسے پڑھا جاتا ہے چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام سے (عیون الاخبار میں) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے (تفسیر عیاشی میں) یہی مروی ہے اور بعض مفسرین نے اس سے وہ سات بڑی سورتیں مراد لی ہیں جن میں دو دو سو آیتیں ہیں (مجمع البیان) حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے فرمایا خدا نے تورات کی جگہ مجھے طویل سورتیں اور انجیل کی جگہ سو سو آیتوں والی سورتیں اور زبور کی جگہ مجھے مثانی عطا فرمائی ہیں (اصول کافی) اس سے سورہ فاتحہ کی بڑی عظمت واہمیت واضح وعیاں ہوتی ہے کہ خدا نے قرآن کی نعمت عظمیٰ کے بالمقابل سورۃ فاتحہ کو وہ دوسری نعمت کبریٰ شمار کیا ہے جن کے مقابلہ میں دنیا کی تمام نعمتیں ہیچ ہیں سورہ فاتحہ کی تفسیر میں اس کے مطالب ومعانی کی وسعت وہمہ گیری کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

۴۴۔ لا تمدن عینیك الآیة۔

دنیاوی نعمتوں کی طرف نگاہ کرنے کی ممانعت

خداوند حکیم حضرت رسولؐ خدا کو قرآن کی نعمت عظمیٰ عطا کرنے کے بعد جس کے مقابلہ میں دنیا کی ساری دولتیں اور نعمتیں ہیچ ہیں فرماتا ہے کہ آپ ان نعمتوں کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں جو ہم نے دنیا کے مختلف قسم کے کافروں، مشرکوں اور یہود ونصاریٰ اور ہنود کو دے رکھی ہیں۔ کیونکہ خدا نے پیغمبر اسلام کو قرآن واسلام کی جو روحانی دولت گرانمایہ عطا فرمائی ہے وہ قابل رشک ہے نہ کہ وہ مادی نعمت جو ان لوگوں کو عطا کی گئی ہے حضرت جعفر صادق سے مروی ہے فرمایا۔ قال رسول الله من اوتی القرآن فظن ان احداً من الناس اوتی افضل مما اوتی فقد عظم ما حقر الله وحقر ما عظم الله۔ حضرت رسولؐ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قرآن (کا علم) عطا کیا جائے اور وہ خیال کرے کہ کسی شخص کو اس سے بہتر نعمت عطا کی گئی ہے تو اس نے اس چیز کو بڑا سمجھا جسے خدا نے حقیر قرار دیا ہے اور اس چیز کو حقیر سمجھا ہے جس کو خدا نے عظیم قرار دیا ہے (کافی، صافی) (کافی وصافی) چنانچہ ہادیان برحق کا ارشاد ہے کہ دنیا میں اپنے سے کمتر کو دیکھو اور دین میں اپنے سے بہتر وبرتر کو دیکھو تاکہ تمہارے اندر جذبہ تشکر وامتنان پیدا ہو اور کفران نعمت سے محفوظ رہو۔

۴۵۔ ولا تحزن علیهم۔ الآیة۔

چونکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ کفار اسلام لائیں اور جہاں اسلام کی تقویت کا باعث نہیں وہاں اپنی عاقبت کو بھی سنواریں اور جب وہ اسلام نہیں لاتے تھے تو آنحضرتؐ اس کی وجہ سے کڑھتے تھے اور آپ کو اس کا رنج وملال ہوتا تھا تو خداوند عالم آپ کو تسلی دے رہا ہے کہ جن کو اپنے نفع ونقصان کا احساس نہیں اور خیر خواہ

وبدخواہ میں تمیز نہیں آپ ان کے غم میں کیوں کڑھتے ہیں؟ سبحان اللہ کیا شان رحمۃ للعالمینی ہے؟؟

۵۶۔ واخفض جناحك۔ الآیۃ۔

مخلص اہل ایمان کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ کرنے کا حکم

اس فقرہ میں حضرت رسول خدا ﷺ کو مخلص مومنین کے ساتھ تواضع سے پیش آنے اور ان کے لیے شفقت کا بازو جھکانے کا حکم دیا جارہا ہے کیونکہ ان کے ساتھ تواضع سے پیش آنا خدا کے لیے تواضع کے مترادف ہے جس طرح کہ خائنین ومفسدین کے ساتھ تکبر سے پیش آنا جہاد فی سبیل اللہ کے زمرہ میں شامل ہے (تفسیر کاشف) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک داعی حق کو ایمان نہ لانے والوں پر افسوس نہیں کرنا چاہیے اور اپنی پوری توجہ ایمان لانے والوں کی تعلیم وتربیت اور ان کی دلجوئی پر مبذول کرنی چاہیے اور ان کے ساتھ مشفقانہ سلوک کرنا چاہیے۔

۴۷۔ کما انزلنا علی۔ الآیۃ۔

مقتسمین سے کون لوگ مراد ہیں؟

ان تقسیم کرنے والوں سے مراد کون ہیں؟ اور قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے کیا مراد ہے؟ مشہور یہ ہے کہ ان مقتسمین سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں جنہوں نے اس معنی میں قرآن کو تقسیم کیا تھا کہ اس کے وہ حصے جو انکے مفادات ومصالح کے موافق ہوتے تھے وہ انہیں مانتے تھے اور جو حصے ان کے اغراض ومقاصد اور ان کی رسموں ورواجوں سے ٹکراتے تھے انہیں نہیں مانتے تھے ان کی حالت بیان کی گئی ہے۔ **افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض**۔ (سورہ بقرہ) بنابریں مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے آپ پر قرآن اسی طرح نازل کیا ہے جس طرح مقتسمین پر کتابیں (توراۃ وانجیل) نازل کی تھیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے وہ سولہ آدمی مراد ہیں جن کو حج کے موسم میں ولید بن مغیرہ نے مکہ کے مختلف راستوں پر متعین کردیا تھا جو ان راستوں سے گذرنے والوں کو پیغمبر اسلامؐ سے بدظن کرتے تھے اور ان کا شکوہ وشکایت کرکے لوگوں کو آپ پر ایمان لانے سے روکتے تھے اور خود ولید مسجد الحرام کے دروازہ پر بیٹھ کر آنحضرتؐ کی پرزور تردید اور اپنے گماشتہ لوگوں کی تائید کرتا تھا (مجمع البیان وقرطبی) بنابریں مفہوم یہ ہوگا کہ میں تمہیں اس عذاب سے ڈراتا ہوں جو ہم نے مقتسمین پر نازل کیا تھا مگر اس مفہوم کی بنا پر ان لوگوں کے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا مطلب اسی طرح ناقابل فہم ہے جس طرح پہلے مفہوم کی بنا پر قرآن سے توراۃ مراد لینے کا مطلب بعید از فہم ہے بہرحال ان سب

سے پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے؟

۴۸۔فاصدع بما تؤمر۔الآیة۔

حضرت امام جعفر صادق سے مروی ہے فرمایا کہ اعلان نبوت کے بعد تین سال تک اور بروایتے پانچ سال تک حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خفیہ طور پر عبادت خدا کرتے تھے اور تبلیغ وہدایت کا سلسلہ بھی مخفی طریقہ پر جاری تھا ایک ایک دودو آدمیوں کو خفیہ طور پر ارشاد وتبلیغ کرتے تھے۔کیونکہ علی الاعلان تبلیغ رسالت کرنے سے کفار کی سخت ایذارسانی کا سخت اندیشہ تھا یہاں تک کہ خدا نے ان اشرار کے شر سے حفاظت کرنے کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی اور علی الاعلان تبلیغ وارشاد کرنے کا حکم دیا اور پھر یہ سلسلہ شروع ہوا وہ لوگ جو پیغمبر اسلام کا استہزاء وتمسخر اڑاتے تھے اور آپ کی ایذارسانی میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے تھے اگرچہ ان کی تعداد زیادہ تھی مگر ان کے سرغنہ پانچ آدمی تھے۔اولید بن مغیرہ۔۲۔عاص بن وائل۔۳۔اسود بن المطلب۔۴۔حارث بن طلحہ۔۵۔اور اسود بن عبدیغوث سب لوگ جو حضرت رسول خدا کو ہلاک کرنے کی دھمکیاں دیتے تھے مگر آپ کا تو بال بھی بیکا نہ کرسکے لیکن وہ خود مختلف عذابوں میں مبتلا ہوکر واصل جہنم ہوگئے (مجمع البیان وغیرہ) اور اس طرح خدا نے آپ کا مذاق اڑانے والوں کے شر سے آپ کی کفایت وحفاظت کی وھو اصدق الصادقین۔اور یہ بدبخت عنقریب اپنا انجام معلوم کرلینگے۔

۴۹۔واعرض۔الآیة۔

ایک داعی حق کو الجھنے والوں سے روگردانی کرنے کا حکم

داعی حق کو ہر قسم کے ناملائم حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لوگ بھاتوں بھات کی باتیں کرتے ہیں لہٰذا اگر وہ ان الجھنے والوں سے الجھنا شروع کردے تو وہ کوئی مثبت کام نہیں کرسکتا لہٰذا اس کے لیے ضروری ہے کہ اعراض وروگردانی کا طریقہ اختیار کرے اور طرح طرح کی بے معنی باتیں کرنے والوں سے نہ الجھے بلکہ اپنی ساری توجہ حق کا اعلان کرنے اور بے کم وکاست اسے لوگوں تک پہنچانے پر مرکوز کرے تب کوئی مثبت نتیجہ برآمد ہوگا۔

۵۰۔ولقد نعلم۔الآیة۔

منکرین کی ایذارسانیوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے۔

اور یہ دل تنگی ایک طبعی اور فطری امر ہے بھلا وہ رحمۃ اللعالمین جس کا دل ودماغ خلق خدا کی خیرخواہی

سے لبریز ہو جو رات دن ایک کر کے اور خون پسینہ بہا کر مخلوق خدا کو جہنم سے بچانے اور جنت الفردوس میں پہنچانے کی تگ و تاز میں ہمہ تن مصروف ہو مگر سفلہ فطرت مخالفین آپ پر طعن و تشنیع کے تیر برسائیں اور مختلف الزام واتہام لگائیں کوئی آپ کو دیوانہ کہے تو کوئی جادوگر اور کوئی طنز و تمسخر کے نشتر چلائے تو ان حالات میں دل کا تنگ ہونا اور سینہ میں گھٹن کا محسوس ہونا تو فطری امر ہے خداوند عالم نے اپنے حبیب مصطفیٰ کو دو طرح تسلی دی ہے ایک اس طرح کہ مایقال لك الا ماقد قیل للرسل من قبلك۔ کہ آپ کے بارے میں وہی باتیں کہی جارہی ہیں جو آپ سے پہلے گذرے ہوئے رسولوں کے بارے میں کہی جاتی رہی۔ فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل۔ لہٰذا آپ اسی طرح صبر کریں جس طرح اولوالعزم انبیاء نے صبر کیا۔ اور دوسرا اس طرح کہ فسبح بحمد ربك الایه۔ اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو اور اس کی بارگاہ میں سجدہ کر۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ایک داعی کو مخالفین کی ناجائز باتوں سے صدمہ پہنچے اور دل تنگ ہونے لگے تو اسے چاہیے کہ وہ خدا کی تسبیح و تقدیس اور نماز و عبادت میں مشغول ہو جائے کیونکہ تکلیفوں اور لوگوں کی ایذا رسانیوں کے مقابلے میں اگر طاقت مل سکتی ہے تو خدا کی بندگی اور نماز پر مداومت کرنے سے یہی چیز تمہارے اندر صبر واستقامت اور ناموافق حالات کا مقابلہ کرنے کی ایسی توانائی پیدا کرے گی کہ تم دنیا بھر کی گالیں کھا کر بھی نہ بدمزہ ہو گے اور نہ ہی اپنے فرض کی ادائیگی ترک کرو گے چنانچہ مروی ہے کہ جب حضرت رسول خداؐ کسی وجہ سے غمگین ہوتے تھے تو نماز کی پناہ لیتے تھے (مجمع البیان)

۵۱۔ فاعبد ربك الآیة۔

موت تک عبادت کرنے کا حکم اور صوفیوں کی تردید

یہاں یقین سے کیا مراد ہے۔؟ جس کی آمد تک برابر عبادت کرنے کا حکم دیا جارہا ہے؟ جمہور مفسرین اسلام کا اتفاق ہے کہ یہاں الیقین سے مراد موت ہے کیونکہ موت اس قدر یقینی امر ہے کہ خدائے حکیم نے اس کا نام ہی یقین رکھ دیا ہے بنابریں مفہوم یہ ہوگا کہ اس وقت تک برابر اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو۔ حتیٰ یاتیك الموت یہاں تک کہ موت آجائے جیسا کہ سورہ مدثر کی اس آیت و کنا نکذب بیوم الدین حتیٰ اتانا الیقین۔ میں الیقین سے مراد موت ہے۔ ہاں البتہ بعض مدعیان تصوف وعرفان نے اس سے معرفت مراد لی ہے یعنی سیر وسلوک کی راہ میں ایک ایسی منزل آجاتی ہے۔ کہ جب عارف اس پر پہنچتا ہے تو اس سے شرعی تکلیف ساقط ہو جاتی ہے چنانچہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ العبادة قنطرة المعرفة۔ کہ عبادت تو معرفت

حاصل کرنے کا ایک پل ہے جو منزل تک پہنچنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ یہ نظریہ محض کفر والحاد ہے جیسا کہ ابن کثیر وغیرہ مفسرین نے صراحت کی ہے کہ ''وھذا کفروضلال وجھل'' کہ یہ کفر ہے، گمراہی ہے اور جہالت ہے (ابن کثیر) اور اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ اس صوفی صافی اور اس مدعی معرفت کا مقام حضرت پیغمبر اسلام اور حضرت امیر علیہ السلام کی معرفت پر فوقیت رکھتا ہے کیونکہ وہ تو اپنے آخری لمحات حیات تک خدا کی عبادت کرتے رہے تھے حتیٰ کہ حضرت امیر کی شہادت بھی عین حالت نماز میں ہوئی تھی ہم ایسے ملحدین کے بارے میں صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ۔

اتنی نہ بڑھا پاکئ داماں کی حکایت

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

اللھم وفقنا لعبادتك وطاعتك واجتناب معصيتك حتىٰ يأتينا اليقين بحق النبی وآله الطاهرين علیہ السلام۔